بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولاد کو مسلمان بنانے کا طریقہ

باضافۂ جدیدہ

مرتب

عبد اللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیرنگرانی

مولانا مفتی محمد مصطفی صاحب مفتاحی

(چیرمین ایمانیات سنٹر حیدرآباد، اے پی، انڈیا)

ناشر

عظیم بک ڈپو دیوبند، ضلع سہارنپور، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ حقوق غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی کھلی اجازت ہے)

نام کتاب: اولاد کو مسلمان بنانے کا طریقہ (جدید اضافہ شدہ ایڈیشن)

مصنف: عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی: مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی

کتابت: محمد کلیم الدین سلمان قاسمی (9963770669)

سن طباعت: باضافۂ جدیدہ (اول) ۲۰۰۸ء

تعداد اشاعت: ۵۰۰

قیمت:

ناشر: عظیم بکڈپو، دیوبند، یوپی۔247554

ملنے کا پتہ

AZEEM BOOK DEPOT
JAMA MASJID ISLAMIA BAZAR, DEOBAND U.P.
Ph.No: 01336-223845, Mobile: 09319525634, 9411485040
E.mail: AZEEMBOOKDEPOT@HOTMAIL

جو حضرات ایصال ثواب و تبلیغ دین کی خاطر اس کتاب کو تقسیم کرنا چاہتے ہوں ان کو خصوصی رعایت دی جائیگی، شادی بیاہ اور دیگر تقاریب میں اس کتاب کو تحفہ دے کر دین کی تبلیغ کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کا ہندی و انگریزی میں بھی ترجمہ شائع کیا جائیگا۔

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
حقوق العباد	۵	بے شعور ماں باپ کی دوسری قسم	۶۳
حقوق ادانہ کرنے پر دنیا میں فساد ہوگا	۶	بیوقوف ماں باپ کا تقابل	۶۳
حقوق ادانہ کرنے پر اللہ کے سامنے جواب دینا پڑے گا	۹	عقلمند سمجھدار اور باشعور دیندار ماں باپ کا طرزِ عمل	۶۴
جانوروں تک کو آپس میں بدلہ دلایا جائے گا	۱۰	بے شعور، بیوقوف اور بے دین ماں باپ کا طرزِ عمل	۶۵
حقوق ادا کرنے پر تین فائدے والدین کو اور تین		بے شعور ماں باپ دعا سے زیادہ بددعا دیتے ہیں	۶۶
فائدے اولاد کو ہوں گے	۱۶	ماں باپ کی دعاؤں کا اثر	۶۷
حقوق ادا نہ کرنے پر تین نقصانات والدین کو اور تین		اولاد کیلئے مزاروں پر منت مراد مانگنا مشرکانہ عمل ہے	۶۹
نقاصانات اولاد کو ہوں گے	۱۷	ماں باپ اولاد کیلئے ویسے ہی تڑپیں جیسے پیغمبر اپنی	
موجودہ مسلم معاشرہ کی حالت	۱۷	امت کی سدھار کیلئے تڑپتے ہیں	۷۱
اولاد کی تربیت نہ کرنا اپنی نسل سے اسلام کو مٹانا اور کمزور		اولاد کی حلال مال سے پرورش کرنا ضروری ہے	۷۴
کرنا ہے	۲۴	اولاد کی تربیت کیلئے ماں ایک اہم شخصیت ہوتی ہے	۷۹
اکثر والدین کو حقوق ادا کرنے سے زیادہ حقوق لینے کی		بچہ کی تربیت ماں کے پیٹ سے شروع ہوجاتی ہے	۸۱
فکر ہوتی ہے	۲۷	ماں کی گود بچہ کیلئے سب سے پہلا مدرسہ ہے	۸۳
حقوق ادانہ کرنے پر حقوق کا مطالبہ کرنا بھی درست نہیں	۳۱	پودا جب تک نرم رہے اس کو جدھر چاہے موڑ لیا جاسکتا ہے	۸۳
قیامت کے دن والدین پر اولاد مقدمہ دائر کرسکتی ہے	۳۳	پیدا ہوتے ہی اذان و اقامت کیوں کہی جاتی ہے؟	۸۵
مرنے کے ساتھ ہی جنت و دوزخ کا فیصلہ کیوں نہیں		دنیا میں کوئی برائی ہو تو ماں بھی اس میں بالواسطہ شریک ہے	۹۰
کردیا جاتا؟	۳۵	ماں کا دودھ بچہ کا حق ہے	۹۱
اولاد یا تو ذریعہ ثواب بنے گی یا وسیلۂ عذاب	۳۷	اولاد کی تربیت پر مسلم ماں باپ کو اجر وثواب	۹۵
ماں باپ اولاد کو دیندار بنانا چاہیں تو دولتمند رہ کر بھی		مسلم ماں باپ کو لڑکیوں کی تربیت پر خاص اجر وانعام	۹۷
دیندار بناسکتے ہیں اور بے دین بنانا چاہیں تو غربت میں		حضور اکرمؐ کا اپنی بیٹیوں کے ساتھ سلوک	۱۰۴
بھی بے دین بنادیں گے	۳۸	اولاد کو دیندار بنانے کیلئے پہلے والدین کو دیندار بننا ہوگا	۱۱۲
انسان جب تربیت کرنے پر آتا ہے تو جنگلی جانوروں کی		انسان فطرۃً نقّال پیدا ہوا ہے	۱۱۸
بھی تربیت کرتا ہے	۴۰	پہلی اولاد کو دیندار بنانے میں بہت بڑا فائدہ ہے	۱۱۹
پالنے اور پرورش کرنے کے کیا معنی ہیں؟	۴۳	اولاد کو بچپن ہی سے شرم اور حیا کا عادی بنانا ضروری ہے	۱۲۱
مسلم اور غیر مسلم ماں باپ کی تربیت کا فرق	۴۵	بے شرمی کے پیدا ہونے میں بے پردگی کا بھی بڑا دخل ہے	۱۲۳
مسلمان بنانا اور نہیں بنانا ماں باپ کے اختیار میں ہے	۴۹	شرم اور حیا پیدا کرنے میں گھریلو ماحول کا بڑا دخل ہے	۱۲۲
صرف جسموں کے نام سے انسان مسلمان نہیں بن جاتا	۵۰	بے شرمی کے پیدا ہونے میں لباس کا بھی بڑا دخل ہے	۱۲۵
اولاد کی تربیت کی تعلیم ماں باپ بننے سے پہلے ہی دیں	۵۱	بھائی بہنوں کو گھر میں اکیلا چھوڑنے سے شیطان اپنا	
نیک وصالح اولاد کیلئے دیندار عورت کا انتخاب کرنا ہوگا	۵۳	کام کرسکتا ہے	۱۲۵
دیندار عورت کیلئے دیندار مرد کا انتخاب ضروری ہے	۵۶	والدین کا گھر سے باہر رہنا بھی اولاد کی بگاڑ کا ذریعہ	۱۳۲
ماں باپ صالح اولاد کیلئے اللہ سے دعائیں کریں	۶۲	عورتوں کو کمانے پر بھیجنے سے گھر کا نظام بگڑ جاتا ہے	۱۳۵
ماں باپ کی دین بیزاری اور غفلت کا عالم	۶۳	حد سے زیادہ عیش وجہالت بھی اولاد کی تباہی کا ذریعہ ہے	۱۴۴
بے شعور ماں باپ کی پہلی قسم	۶۳	حد سے زیادہ عیش بچوں کی ذہنیت خراب کرتا ہے	۱۴۶

بچوں کو غیر اسلامی کھیل سے بچانا ضروری ہے	۱۵۰	بچپن ہی سے سنتوں کا شوقین بنایا جائے	۲۲۵
عیسائیوں کی تقلید میں سالگرہ منا کر اولاد کے ذہن میں		ضدّی اور شریر بنانے میں والدین کی بیوقوفی کا بھی دخل ہے	۲۲۷
غیر شعوری طور پر عیسائیت پیدا کی جاتی ہے	۱۵۱	تربیت میں نرمی اور سختی دونوں کو اختیار کرنا ضروری ہے	۲۳۰
اولاد کو پالنے اور پرورش کرنے کے جنگلی وجاہلانہ طریقے	۱۵۲	اولاد کو اعمال صالحہ نرمی پیار ومحبت کے ساتھ سکھائیں	۲۳۸
بچہ میں کفایت شعاری بچپن ہی سے پیدا کرنی چاہئے	۱۶۵	اولاد کو منافقانہ صفت جھوٹ سے بچپن ہی سے بچائیں	۲۴۱
اولاد کو بری باتوں سے فوراً روکنا بہت ضروری ہے	۱۶۶	والدین کی غیر شعوری حرکتوں سے بچہ بھی جھوٹ بولتا ہے	۲۴۲
بچے توڑ پھوڑ اور مار پیٹ کریں تو ہمت افزائی نہ کی جائے	۱۶۷	اولاد کو نیک بنانے کیلئے ان سے کیا گیا وعدہ پورا کیا جائے	۲۴۴
حد سے زیادہ کھیل کود دنیا کی رغبت پیدا کرتا ہے	۱۶۹	بچوں کو توحید کی تعلیم دینے کا نفسیانی انداز	۲۴۷
گھروں کو ناچ گانے کے ماحول سے پاک کیا جائے	۱۷۱	اولاد کو فرمانبردار بنانے کے لئے آپ کو خود اپنے	
اولاد کے دوستوں پر کڑی نظر رکھی جائے	۱۷۲	والدین کا فرمانبردار بننا ہوگا	۲۴۸
اولاد کو بچپن ہی سے برائی اور غیبت سے روکا جائے	۱۷۴	اسلامی تہذیب سے آراستہ کرنا ہو تو رشتہ داروں اور	
ماں کی غیر ضروری طرفداری سے بھی بچہ بگڑ جاتا ہے	۱۷۵	تمام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہوگا	۲۴۹
ماں کا کام ہے کہ وہ اولاد میں باپ کا احترام پیدا کرائے	۱۷۶	گالی گلوج اور برے القاب سے پکارنا غیر اسلامی	
ماں باپ چلا کر بات کرنے سے پرہیز کریں	۱۷۷	تہذیب اور گناہ ہے	۲۵۲
اولاد کے ساتھ ماں باپ کی غیر شعوری دشمنی	۱۸۱	سگریٹ نوشی، ناولوں اور فلمی کیسٹوں اور سی ڈیز کا	
اولاد سے اللہ کے واسطے محبت کرنا ہوگا	۱۹۳	بچوں پر برا اثر پڑتا ہے	۲۵۴
اولاد کو جہنم سے بچانے کیلئے کونسی تعلیم ضروری ہے؟	۲۰۰	اولاد کی نافرمانیوں کے باوجود امید کے ساتھ اصلاح	
اسلام دنیوی تعلیم دلانے سے نہیں روکتا	۲۰۱	کرتے رہنا چاہئے	۲۵۶
اللہ نے انسان کو دو زبردست خوبیاں حاصل کرنے کے		والدین کو داعی کی حیثیت سے زندگی گذارنا ہوگا اس	
قابل بنایا	۲۰۷	سے اولاد پر گہرا اثر پڑتا ہے	۲۵۸
دینی تعلیم سے کیا مراد ہے؟ اور تعلیم کا طریقۂ کار کیا ہو؟	۲۰۸	اولاد کو اللہ کا واسطہ دے کر برائی سے روکا جائے	
بچوں میں نسلی خاندانی روایتی فقہی اور قانونی ایمان کی		اولاد کے بگاڑ میں ایک سبب ٹی وی بھی ہے	۲۶۱
جگہ شعوری اور حقیقی ایمان پیدا کیا جائے	۲۰۹	بچوں میں جرائم پیدا ہونے کی وجوہات	۲۶۵
سورۂ فاتحہ کا زبردست طریقہ سے شعور دیا جائے	۲۱۴	خوف اور وہم کا پیدا ہونا تربیت کا نقص ہے	۲۶۸
زندگی کے مختلف شعبوں کا بھی علم دیا جائے	۲۱۵	ڈر، خوف کو دور کرنے کا آسان طریقہ	۲۶۹
مخلوط تعلیم اور مخلوط سوسائٹی بھی اولاد کے بگاڑ کا بہت		اولاد کو کس طرح اور کونسی چیز کی نصیحت کی جائے؟	۲۷۰
بڑا ذریعہ ہے	۲۱۶	والدین پر اولاد کا آخری حق نکاح کرنا ہے	۲۷۳
اولاد کو بچپن ہی سے نماز کا پابند بنانا ہوگا	۲۱۸	موجودہ زمانہ میں کثرت سے طلاق اور لڑائی جھگڑوں	
اولاد کو تقویٰ کی مشق کرانے کا بہترین طریقہ	۲۲۲	کی وجوہات	۲۷۴
مسنون دعاؤں کا ترجمہ کے ساتھ یاد دلانا	۲۲۵	خلاصۂ بحث	۲۷۶

نوٹ : کتاب کی لوگوں میں بے حد مقبولیت اور پسند کی بناپر جدید اضافہ وترمیم کے ساتھ کمپیوٹر کتابت کے ذریعہ اس کی ضخامت کو کم کر کے عظیم بکڈ پو دیوبند سے شائع کیا جارہا ہے جس کی وجہ سے اس کی قیمت کو کم کیا گیا تا کہ عوام الناس پر قیمت کا بوجھ نہ ہو اور لوگ اس کتاب کو آسانی سے خرید کر زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں، اس کتاب کو بغیر کسی تبدیلی کے کسی بھی زبان میں اجازت لئے بغیر کوئی بھی شائع کر سکتا ہے اس کے لئے کہ اِس کے حقوق محفوظ نہیں رکھے گئے ۔ (عبداللہ صدیقی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ؁

حقوق العباد

اسلام کے احکام کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) اللہ کے حقوق۔ (۲) بندوں کے حقوق۔ (۳) نفس کے حقوق۔

اس کتاب میں اللہ کے حقوق اور نفس کے حقوق پر بحث نہیں ہوگی بلکہ حقوق العباد (بندوں کے حقوق) کو انشاءاللہ سمجھایا جائے گا۔

حقوق العباد کسے کہتے ہیں اسے آسانی کے ساتھ یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو زندگی دی ہے اور انسان کو من چاہی زندگی گذارنے کے بجائے رب چاہی زندگی گذارنے کے لئے دوسرے انسانوں کے تعلق سے ہر انسان پر کچھ ذمہ داریوں کو عائد کیا تاکہ دوسرے انسانوں کو زندگی گذارنے میں پوری پوری مدد اور سہولت ملتی رہے اور دنیا میں امن و سکون قائم رہے، پھر سب سے بڑی عبادت نماز کے بعد اگر انسان اپنے اپنے فرائض اور حقوق کو ادا کرتا رہے تو اس کی یہ خدمت بھی عبادت ہی میں شمار ہوتی رہے گی، یہ اللہ جل شانہ کا ہم پر بے انتہاء احسان ہے کہ اس نے انسانوں پر زندگی کے ہر شعبہ کے حقوق بتلا کر اسلامی معاشرہ کو امن وسکون کا گہوارہ بنادیا ہے۔

چنانچہ صدر، بادشاہ اور حاکم پر رعایا کے حقوق و ذمہ داریاں ڈال کر رعایا کو زندگی گذارنا آسان بنادیا اور رعایا پر اپنے بادشاہ اور حاکم کی فرمانبرداری کی ذمہ داریاں ڈال کر بادشاہ کے لئے حکومت کرنے میں آسانی فرمادی۔

شوہر پر بیوی کے حقوق عائد کرکے بیوی کو زندگی گذارنا آسان بنادیا اور بیوی پر شوہر کے حقوق عائد کرکے شوہر کے لئے گھریلو زندگی کی تمام سہولتیں پیدا فرمادیں۔

ماں باپ پر تربیت اولاد کی ذمہ داریاں ڈال کر اولاد کے مستقبل کو روشن کرنے کی سبیل پیدا کردی اور اولاد پر ماں باپ کی اطاعت اور کفالت کی ذمہ داریاں ڈال کر ماں باپ کو ہر قسم کا سہارا عطا فرمادیا۔

اسی طرح امیروں پر غریبوں کے حقوق، بڑوں پر چھوٹوں کے حقوق، پڑوسیوں کے پڑوسیوں پر حقوق، ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق، نیز مسلمانوں پر غیر مسلموں کے حقوق اور ذمہ داریاں ڈال کر زندگی گذارنے کو آسان بناڈالا تا کہ دنیا کے ہر انسان کو اس کا حق برابر ملتا رہے اور وہ پورے امن واطمینان کے ساتھ اپنی زندگی گذار سکے، ان حقوق کی ادائیگی پر حقوق ادا کرنے والے کو نماز کے بعد والی زندگی میں بھی عبادت ہی کا ثواب ملتا رہے اور ایک مسلمان کی زندگی چوبیس گھنٹے اللہ کی عبادت واطاعت میں لگی رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے مقصد وجود کو ان الفاظ میں یوں بیان فرمایا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ٥(الذاریات:٥٦)

میں نے جن اورانسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی (پہچان کیساتھ) عبادت کے لئے۔

حقوق ادا نہ کرنے پر دنیا میں فساد ہوگا

اگر انسان آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کریں تو دنیا میں فساد برپا ہوگا، مثلاً بادشاہ اور حاکم اپنے حقوق ادا نہ کریں تو رعایا کی زندگی تکالیف ومشکلات کا شکار ہوجائے گی، شوہر بیوی کے حقوق ادا نہ کرے تو بیوی کی زندگی دنیا ہی میں جہنم بن جائیگی، بیوی شوہر کے حقوق ادا نہ کرے تو شوہر کی زندگی کا سکون برباد ہوجائے گا، پڑوسی ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کریں تو امن وسکون غارت ہوجائے گا۔

اسی طرح مسلم غیر مسلموں کے حقوق ادا نہ کریں تو دنیا شرک وکفر اور فتنہ وفساد کے جنگل میں تبدیل ہوجائیگی، امیر لوگ غریبوں کے حقوق ادا نہ کریں تو غریبوں کی زندگی فاقہ کشی کا شکار ہوجائیگی، بالکل اسی طرح ماں باپ اولاد کے حقوق ادا نہ کریں تو اولاد نافرمان، باغی، دین سے دور اور دین کو کمزور کرنے والی بن جائے گی اور اولاد ماں باپ کے حقوق ادا نہ کریں تو ماں کو بوڑھاپے میں سہارا اور سکون نہیں ملے گا۔ غرض یہ کہ دنیا میں فساد ہی فساد برپا ہوجائے گا، امن قائم نہیں رہے گا، پس امن کو قائم رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ تمام انسان ایک دوسرے کے حقوق جن کو اللہ نے لازم کئے ہیں ادا کرتے رہیں۔

اسلام کے سوا دوسرے مذاہب میں حقوق کی درجہ وار کوئی تفصیل نہیں

اسلام کے سوا دنیا کے دوسرے تمام مذاہب میں ''حقوق العباد'' کا کوئی صحیح اور جامع

تصور ہی نہیں اور نہ درجہ وار کوئی تفصیل ہی موجود ہے، اور جو کچھ بھی ہے اس پر عمل ہی نہیں کیا جاتا ہے، اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جہاں انسانیت کے ہر طبقہ کی حقوق کے ذریعہ درجہ وار حفاظت کی گئی ہے، چنانچہ اسلام اپنے ماننے والوں کو انتہائی سختی کے ساتھ یوں تاکید کرتا ہے جن کو ان احادیث کی روشنی میں سمجھئے:

☆حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترمذی)

☆حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کیلئے (حاکم کا) حکم سننا اور بجالانا ضروری ہے خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند، مگر جب اسے گناہ کرنے کا حکم دیا جائے تو (اس ناجائز حکم کا) نہ ماننا ضروری ہے۔ (بخاری ومسلم)

☆رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوتا جس کے ہمسائے اس کی برائیوں سے مامون ومحفوظ نہ رہیں۔ (بخاری)

☆ایک اور روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص کامل مومن نہیں جو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔ (مشکوٰۃ)

☆حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (سچا) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان ایذاء نہ پائیں۔ (بخاری)

☆اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ: اے لوگو! تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ (مشکوٰۃ)

☆حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ایسے غیر مسلم کو جس کے ساتھ معاہدہ ہو چکا ہے عمداً بلا کسی وجہ کے قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔ (نسائی، ابوداؤد)

☆مقدام بن معدی کربؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھوں پر (ہاتھ) مارا اور ارشاد فرمایا: اے مقدام! اگر تم مرتے دم تک حاکم یا منتظم نہ ہوئے تو سمجھو کہ بڑے مزے میں رہے اور (بہت بڑی مصیبت سے) بچ گئے۔ (ابوداؤد)

☆اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ: ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، پس ساری مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کو وہ شخص محبوب ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے۔ (مشکوٰۃ:۴۲۵)

☆اسی طرح مسلم کی ایک روایت ہے کہ: جس نے میری اطاعت کی بے شک اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اور جس نے امیر اور حاکم کی اطاعت کی بیشک اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر اور حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (مسلم)

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے زبان جانور کے بمعاملہ میں اللہ سے ڈرا کرو، جب یہ اچھی حالت میں ہوں تو ان پر سواری کیا کرو اور جب اچھی حالت میں نہ ہوں تب چھوڑ دیا کرو۔ (ابوداؤد)

غور کیجئے کہ کتنی سختی کے ساتھ زندگی کے مختلف شعبوں میں تاکید کی جارہی ہے، اس کے برعکس دنیا کے دوسرے مذاہب میں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے پر اتنی سختی کے ساتھ تاکید نہیں کی گئی، صرف اخلاقیات کے نام پر چند اخلاق کی تعلیم رسماً دی جاتی ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مغربی ملکوں میں ''حقوق العباد'' کا کوئی تصور نہ ہونے کی وجہ سے وہاں کے لوگ ماں باپ کے بوڑھے ہوجانے کے بعد ماں باپ کی کوئی خدمت نہیں کرتے اور حکومت ان کو Old Age House جیسے بڑے مکانات بنا کر کفالت کرتی رہتی ہے اور وہ بوڑھے ماں باپ اولاد کی خدمت، محبت، ہمدردی، خلوص اور ایثار سے محروم رہتے ہیں، اپاہج اور معذور زندگی سرکاری لوگوں کی نگرانی میں گذارتے ہیں، سال میں ایک مرتبہ ان کی اولاد ان سے ملنے کے لئے آتی ہے۔

ماں باپ اپنی جوانی میں کھانے کمانے اور اپنے عیش ہی میں اتنے مصروف رہتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کو یا تو چلڈرن کیر یا بورڈنگ اسکول میں شریک کروا کر بس ہفتہ دو ہفتہ میں اپنی اولاد سے مل لیتے ہیں، اگر کوئی ان کو اپنے ساتھ گھر پر پرورش کرتا ہے تو حکومت کا قانون اتنا خطرناک ہے کہ ذرا سی سختی پر بچے فون پر پولیس کو بلواتے اور اپنے ماں باپ کو پولیس کے حوالہ کردیتے ہیں، قانون نے اتنا مجبور کردیا ہے کہ ایک باپ اپنی لڑکی کو شادی سے پہلے لڑکوں کو Boy Friend بوائے فرینڈ اور لڑکے کو Girl Friend گرل فرینڈ بنانے سے نہیں روک سکتا، میاں بیوی میں ازدواجی تعلقات صرف جنسیات ہی کی حد تک محدود رہتے ہیں، بیوی کے ذہن میں شوہر کی خدمت کا اور شوہر کے دماغ میں بیوی کی ضروریات کو پورا کرنے کا کوئی تصور ہی نہیں رہتا، دونوں صبح اٹھتے ہی جانوروں کی طرح کمانے چلے جاتے ہیں، شوہر اپنی بیوی کے علاوہ دوسری عورتوں سے اور بیوی شوہر کے علاوہ دوسرے مردوں سے بغیر کسی رکاوٹ کے جنسی تعلقات کو رکھنا جائز سمجھتے ہیں اور مزاج کے خلاف ذرا سی بات پر ایک دوسرے کو فوراً طلاق بھی دیدیتے ہیں۔

اسی طرح کوئی پڑوسی کسی پڑوسی سے ہمدردی نہیں رکھتا، الٹا موقع پا کر اس کی عزت، مال و دولت کو لوٹ بھی لیتا ہے، چنانچہ حقوق العباد کا صحیح اور جامع تصور نہ ہونے کی وجہ سے دنیا کی

دوسری اقوام میں ماں باپ کو ستانا اور گالیاں دینا، ان سے بدلہ لینا اور ان کی بے عزتی کرنا یا اولاد کو پڑھے لکھے وحشی جانور بنانا اور ان سے ہر قسم کی بداعمالیاں پیدا کرانا، بیوی کا شوہر کی اطاعت وخدمت سے انکار کر کے مردوں کی برابری کا تصور کرنا، شوہر کا بیوی کو ستانا، ذرا ذرا سی بات پر مار پیٹ اور ظلم وزیادتی کرنا اور میکے بھیج دینا یا آگ لگا کر جلا دینا، رشتہ داروں، پڑوسیوں، محلے والوں اور دوسرے انسانوں کے ساتھ لوٹ مار، ظلم وزیادتی، قتل وخونریزی کرنا یعنی ان کی جان ومال کو لوٹ لینا، ان کی حق تلفی کرنا، نہ کوئی گناہ سمجھا جاتا ہے اور نہ برائی مانا جاتا ہے اور بعض جگہ خدمت خلق کے نام پر کچھ اخلاق کا مظاہرہ کیا بھی جاتا ہے تو وہ حقیقی انداز میں مدنہیں ہوتی بلکہ اس کے پیچھے مکاری، دھوکہ بازی یا دوسروں کو غلام بنانا اور ان سے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔

غرض یہ سارا فساد اور سارا ظلم محض ''حقوق العباد'' کا تصور نہ ہونے کی وجہ سے معاشرے میں جنم لیتا ہے، یہ تو بس اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے دین اسلام کے ذریعہ ہر انسان پر اس کے اپنے اپنے شعبوں میں حقوق کو عائد کر کے امن وسلامتی عطا فرمائی۔

حقوق ادا نہ کرنے پر اللہ کے سامنے جواب دینا پڑے گا

قیامت کے دن اللہ کے حقوق (نماز روزہ، زکوٰۃ، حج) وغیرہ کا بھی حساب ہوگا اور حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق کا بھی حساب لیا جائے گا، دنیا میں جس نے بھی کسی کا حق مارا ہوگا یا کسی پر بھی ظلم وزیادتی کی ہوگی، سب کا حساب کتاب ہوگا، بزرگوں نے فرمایا کہ اللہ کا مجرم ہونا قیامت کے دن کے لئے اس قدر خطرناک نہیں جس قدر بندوں کے حقوق مارنے اور بندوں کو ستانے اور ظلم وزیادتی کرنے میں خطرہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، اس کی طرف سے اپنے حقوق کی بخشش کر دینے کی امید کی جاسکتی ہے، قیامت میں بندے چونکہ حاجتمند ہوں گے اس لئے ایک ایک نیکی سے کام نکلنے اور نجات پانے کی امید میں رہیں گے۔

وَاخْشَوْا يَوْماً لَّا يَجْزِىْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئاً ۔

اس دن سے ڈرو جس روز نہ باپ بیٹا کا بدلہ چکائے گا نہ بیٹا ہی باپ کی طرف سے کوئی مطالبہ ادا کر سکے گا۔ (سورۂ لقمان)

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ o وَ اُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ o وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِيْهِ ۔

یعنی قیامت کے دن انسان اپنے بھائی سے اور ماں باپ سے اور بیوی سے اور بیٹوں سے سب سے بھاگے گا۔ (سورۂ عبس)

سورۂ معارج میں فرمایا: مجرم چاہے گا کہ (کسی طرح) اپنی سزا کے بدلہ میں اپنی اولاد کو، بیوی کو، بھائی کو حتی کہ اپنا سارا کنبہ جس کے ساتھ رہتا تھا بلکہ زمین میں جو کچھ ہے وہ سب (بطور فدیہ کے) دیدے اور پھر اسے چھٹکارا مل جائے۔

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔

آج ہر شخص کو اس کے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا، آج (کسی پر) ظلم نہ ہوگا، بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (سورۂ مومن)

☆ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم میں سے ہر شخص چرواہا اور نگران کار ہے، ہر ایک کو اپنے اپنے متعلقین کے بارے میں جواب دینا ہوگا، بادشاہ کو اپنی رعایا کے بارے میں، سردار کو قبیلہ والوں کے بارے میں، شوہر کو اپنے بیوی بچوں کے بارے میں۔

☆ اسی طرح ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص بھی دس آدمیوں کا امیر بنا ہوگا وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کے ہاتھ باندھے ہوئے ہوں گے حتی کہ (اگر اس نے اپنے مامورین میں انصاف سے کام لیا ہوگا تو) اسے عدل چھڑا دے گا یا (اگر ظلم کا برتاؤ کیا ہوگا تو) اسے ظلم ہلاک کر دے گا۔ (دارمی)

بس حساب کے دن کا عالم یہ ہوگا کہ ہر شخص صرف اپنے بچاؤ کی فکر میں رہے گا، نفسی نفسی کا عالم ہوگا، کوئی کسی کے کام نہ آئے گا بلکہ وہاں لوگ ایک دوسرے سے بھاگیں گے۔

جانوروں تک کو آپس میں بدلہ دلایا جائیگا

رسول ﷺ کے ارشاد کے مفہوم کے مطابق:

قیامت کے دن حقوق کی ادائیگی کا اہتمام اس قدر ہوگا کہ دنیا میں جانوروں نے آپس میں ایک دوسرے پر جو ظلم و زیادتی کی ہوگی اس کا بھی ان کو بدلہ دلایا جائے گا، چنانچہ حقوق کی ادائیگی کے اہتمام کا اندازہ درمنثور میں متعدد کتبِ حدیث کے حوالہ سے حضرت ابو ہریرہؓ کی نقل کردہ اس روایت سے لگائیے کہ قیامت کے دن ساری مخلوقات جمع کی جائیں گی، چوپائے بھی اور ان کے علاوہ زمین پر چلنے والے بھی اور پرندے بھی نیز ان کے علاوہ ہر چیز بھی۔

اس وقت عدالت الٰہیہ سے جو فیصلے صادر ہوں گے ان میں یہ بھی ہوگا کہ بے سینگ والے جانور کو سینگوں والے جانور سے بدلہ دلایا جائے گا، بدلہ دلائے جانے کے بعد جانوروں کو حکم ہوگا کہ مٹی بن جاؤ (چنانچہ جانور مٹی ہو جائیں گے)۔

مشہور مفسر حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ جس جانور کے چونچ ماری گئی تھی اسے چونچ مارنے والے جانور سے اور جس جانور کے لات ماری گئی تھی اسے لات مارنے والے جانور سے بدلہ دلایا جائیگا اور یہ سارا ماجرا انسانوں کے سامنے ہوگا جسے وہ دیکھتے رہیں گے، اس کے بعد جانوروں سے کہدیا جائیگا: مٹی ہوجاؤ۔ اس تشریح سے ثابت ہوا کہ جانوروں نے بھی جو آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کیا تھا اس کا بھی بدلہ دلایا جائے گا۔

نیکیوں اور برائیوں سے لین دین ہوگا مسند احمد کی ایک روایت ہے جس کا مفہوم ہے کہ

لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن بدلہ کیسے دلایا جائیگا حالانکہ ہم ننگے اور بالکل خالی ہاتھ ہوں گے؟ تو جواب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نیکیوں اور برائیوں سے لین دین ہوگا''۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حقوق مارنے اور بندوں کو ستانے اور ظلم کرنے میں بہت بڑا خطرہ ہے، چونکہ قیامت کے دن روپیہ پیسہ، مال و دولت کچھ بھی ساتھ نہ ہوگا، اس لئے حقوق کی ادائیگی کے لئے نیکیوں کا لین دین ہوگا اس کو مزید آسانی سے اس حدیث سے سمجھئے:

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس کا مفہوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے صحابہؓ سے سوال فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم تو اسے مفلس سمجھتے ہیں جس کے پاس درہم اور مال و اسباب نہ ہو، اس کے جواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ میری امت میں سے (حقیقی) مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز اور روزے اور زکوۃ لیکر آئیگا (یعنی اس کے ساتھ نیکیوں کے دفتر ہوں گے) مگر اس کے باوجود وہ اس حال میں میدان حشر میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا یا کسی کا حق مارا ہوگا اور چونکہ قیامت کا دن انصاف اور صحیح فیصلوں کا دن ہوگا اس لئے (اس شخص کا فیصلہ اس طرح کیا جائیگا کہ جس جس کو اس شخص نے ستایا ہوگا اور جس جس کی حق تلفی کی ہوگی سب کو اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی) کچھ نیکیاں اس حقدار کو دیدی جائیں گی اور کچھ اُس حقدار کو دیدی جائیں گی، اگر حقوق (کا بدلہ) پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو حقداروں کے گناہ اس کے سر ڈال دئے جائیں گے، پھر اس کو دوزخ میں

ڈال دیا جائیگا۔ (مسلم)

☆ ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اگر والدین کا اپنی اولاد پر کوئی حق ہوگا تو قیامت کے دن وہ اپنی اولاد سے الجھ جائیں گے (کہ لا ہمارا حق ادا کر)، اولاد جواب دے گی کہ میں تو تمہاری اولاد ہوں! لیکن وہ اس جواب کا کچھ اثر نہ لیں گے اور مطالبہ پورا کرنے پر اصرار کرتے رہیں گے بلکہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش اس پر ہمارا اور بھی زیادہ حق باقی رہتا۔

☆ صحابہؓ کی ایک مجلس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حقوق کے ادا کرنے کے سلسلہ میں لوگوں کو سمجھا رہے تھے تو مسلم کی ایک حدیث کا مفہوم ہے حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص بھی اونٹ، گائے اور بکریوں کا مالک ہوگا اگر وہ ان کا حق ادا نہیں کیا ہوگا تو قیامت کے دن وہ تمام جانوروں کو اپنے مالک کے حق مارنے پر بدلہ دلایا جائے گا اور مالک کو صاف میدان میں لٹا دیا جائیگا اور یہ تمام جانور اس کو سینگوں اور کھروں سے ماریں گے اور روندیں گے اور اونٹ منہ سے کاٹیں گے، فیصلہ شروع ہونے تک یہی عمل جاری رہے گا۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ○ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ○

جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ وہاں اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ بھی وہاں اس کو دیکھ لے گا۔ (سورۂ زلزال، پارہ: ۳۰)

پس جانوروں کی حق تلفی پر یہ بدلہ ہوگا تو حقوق العباد میں کمی اور ظلم پر کیا حساب نہیں لیا جائیگا؟ اسلئے ان احادیث کی روشنی میں ہر مسلمان کو حقوق العباد کے سلسلہ میں پوری طرح باخبر اور چوکنّا رہنا چاہئے اور اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کہیں ان سے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی تو نہیں ہو رہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کیا ہے۔

موجودہ زمانہ میں ماں باپ شادی بیاہ کے معاملات میں صدر خاندان کی حیثیت رکھتے ہیں اور لڑکے کے ذمہ دار بن کر مختلف قسم کا ظلم لڑکی والوں پر کرتے ہیں اس کا بھی بدلہ اس حدیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے پاس لیا جائے گا اور کوئی عجب نہیں کہ لڑکے کے والد اور والدہ کی نیکیاں لڑکی کے والد اور والدہ کو دیدی جائیں اور لڑکی والوں کے گناہ لڑکے والوں کے سر ڈال دئے جائیں۔

حقوق ادا نہ کرنے پر مرنے سے پہلے ہی معاف کرالئے جائیں

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق کے ادا نہ کرنے والے مسلمانوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ وہ حساب کتاب کے دن سے پہلے ہی یا تو حقداروں کا حق ادا کردیں یا ان سے معافی مانگ کر معاف کرالیں۔

☆ ایک حدیث کا مفہوم ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کر رکھا ہو، اس کی بے آبروئی کی ہو اور کچھ حق تلفی کی ہو تو اسے چاہئے کہ آج ہی اس کا حق ادا کر کے یا معافی مانگ کر اس دن سے پہلے جان بخشی کرالیوے جس دن دینار ہوگا اور نہ درہم ہوگا، (پھر فرمایا) اگر اس کے اچھے عمل ہوں گے تو بقدر ظلم اس سے لے لئے جائیں گے اور جس پر ظلم ہوا ہے اس کو دلا دئے جائیں گے اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لیکر اس ظالم کے سر ڈالدی جائیں گی۔ (بخاری شریف)

☆ مشکوٰہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ: (کسی کا حق نہ روکو) سوئی اور دھاگا (تک) ادا کردو اور خیانت سے بچتے رہو کیونکہ دوسروں کا حق مارنا قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کا باعث ہے۔

بس حقوق ادا کرنے کا ایک ہی راستہ ہے یا تو حقداروں کے حقوق حقداروں کو دیدئے جائیں یا پھر صاحب حق سے معاف کرالیا جائے۔

حق تلفی پر ظلم کا احساس اور دنیا میں اللہ کی مدد اور نصرت سے محرومی

اللہ والوں کے نزدیک کسی کی بھی حق تلفی ہوجائے تو وہ فوراً ظلم کے ہونے کا احساس تصور کرتے ہیں، چنانچہ ہندوستان کے ایک مشہور بزرگ جن کو اللہ تعالیٰ نے صاحب علم اور صاحب قلم بنایا تھا ایک دن وہ ناشتہ کے بعد کچھ لکھنے کے لئے بیٹھے مگر کیفیت یہ پیدا ہوگئی کہ دماغ میں کوئی مضمون صحیح طریقہ سے جم نہیں پارہا تھا، اور اس عنوان پر کچھ بھی باتیں یاد نہیں آرہی تھیں، سوچنے لگے آخر کیا بات ہے کہ آج دماغ کام ہی نہیں کر رہا ہے اور نہ لکھنے کے لئے قلم ہی چل رہا ہے، سوچتے سوچتے آخر دوپہر کا وقت آگیا، اپنا جائزہ لیا کہ کہیں مجھ سے کسی قسم کا ظلم تو

نہیں ہو رہا ہے؟ کہیں میں نے کسی کا حق تو نہیں مارا ہے؟ فوراً دل میں ایک بات یاد آئی کہ رات گھر والوں نے مجھے جاتے وقت تاکید کی تھی کہ صبح جانوروں کو کھول دینا، میں تو بھول گیا، مرغیاں وغیرہ ابھی تک پیاسی اور بھوکی ہیں، یہ میں نے بہت بڑا ظلم کیا، فوراً گئے اور جانوروں کو کھول دیا، دانہ اور پانی ڈالا، پھر دوپہر کے بعد قلب کی یہ کیفیت جاتی رہی اور آپؒ پر اللہ کی مدد جاری ہوگئی اور پھر اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔

غور کیجئے جب جانوروں کی حق تلفی پر دنیا میں اللہ کی توفیق اور مدد سے ہم محروم ہو سکتے ہیں تو انسانوں کی حق تلفی پر ہمارے ساتھ اللہ کی مدد و نصرت کیسے آئے گی؟ اور حق تلفی کرنے سے دنیا میں بھی ہم مصیبت اور پریشانی میں مبتلا کئے جا سکتے ہیں۔

حقوق العباد کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

(۱) اولاد کے حقوق ماں باپ پر۔ اور۔ ماں باپ کے حقوق اولاد پر

(۲) شوہر کے حقوق بیوی پر۔ اور۔ بیوی کے حقوق شوہر پر

(۳) مسلمانوں کے حقوق مسلمانوں پر۔ اور۔ غیر مسلموں کے حقوق مسلمانوں پر

انشاءاللہ اس کتاب میں ہم حقوق العباد کے پہلے حصہ کے صرف ایک عنوان ''اولاد کے حقوق ماں باپ پر'' تفصیل کے ساتھ اُن پہلوؤں پر جو آج کے موجودہ معاشرہ میں ماں باپ سے چھوٹ رہے ہیں، سمجھانے کی کوشش کریں گے۔

ماں باپ پر اولاد کے حقوق

عموماً انسان کے ایک دوسرے کے حقوق اسی وقت ان پر لاگو ہوتے ہیں جب تک وہ ایک دوسرے کے قریب اور زیر سایہ اور تعلقات میں ہوتے ہیں، مثلاً پڑوسی کے پڑوسی رہنے پر یا میاں بیوی کے ایک ساتھ زندگی گذارنے پر، مگر جب پڑوسی ایک دوسرے سے علاحدہ ہو جائیں اور جب شوہر بیوی علاحدہ ہو جائیں تو حقوق عائد نہیں ہوتے، حقوق ختم ہو جاتے ہیں، مگر اولاد کے ماں باپ پر اور ماں باپ کے اولاد پر عجیب و غریب انداز کے حقوق ہیں، اگر ماں باپ مر بھی جائیں تو اولاد پر حقوق باقی رہتے ہیں اور اولاد ابھی دنیا میں نہیں بھی آئی ہوتی

ہے تب بھی ماں باپ پر اولاد کے حقوق شروع ہو جاتے ہیں۔

مثلاً ماں باپ اگر زندہ ہوں یا انتقال کر جائیں تو سورۂ بنی اسرائیل میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ چاہے ماں باپ زندہ رہیں یا مر جائیں، اولاد ان کیلئے اللہ سے اس طرح دعا کرتی رہتی ہے:

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْراً ۔ (بنی اسرائیل)

اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی۔

اس دعا پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس دعاء میں کیسی عجیب وغریب انداز کی بات چھپی ہوئی ہے کہ ایک انسان بچپن میں شرارت کرتا ہے، ماں باپ کی بات نہیں سنتا، توڑتا پھوڑتا اور ان کی نیند وسکون کو حرام کر دیتا ہے، غلاظت کر کے ان کے کپڑے گندے کر دیتا ہے، مگر ماں باپ پھر بھی اپنی اولاد کی ان ساری حرکتوں کو نظر انداز کر کے اولاد کو گلے لگاتے، محبت دیتے اور پیار کرتے ہیں، پھر وہی انسان بڑا ہو کر اپنے مالک و پروردگار سے دعا کر رہا ہے کہ: اے اللہ! تو بھی میرے ماں باپ کی نافرمانیوں اور گناہوں پر ویسے ہی رحم فرما جیسے انہوں نے مجھ پر رحم کیا ہے، میرے والدین کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کر جیسا انہوں نے میرے ساتھ کیا، اے پروردگار! اگر تو ان سے ناراض ہے تو ویسے ہی معاف فرما جیسے انہوں نے مجھے معاف کیا اور برداشت کیا، ماں باپ کیلئے دعا کرنے کے حقوق اولاد پر زندگی بھر باقی رہتے ہیں اور اس کا اجر بھی ان کو ملتا رہتا ہے۔

اسی طرح ماں باپ پر اولاد پیدا ہونے سے پہلے اولاد کے حقوق شروع ہو جاتے ہیں اور ماں باپ ان حقوق کو ادا نہ کریں تو وہ مجرم شمار کئے جاتے ہیں، مگر موجودہ زمانہ میں ماں باپ چونکہ اپنا حق ادا نہیں کر رہے ہیں اس لئے اولاد کا وجود ان کے لئے دل دکھانے اور روح کو تڑپانے والا بنتا جا رہا ہے اور وہ اپنی اولاد سے کوئی سکون حاصل نہیں کر سکتے۔

ہر مسلمان ماں باپ کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ان کی اولاد نیک صالح اور دیندار ہو اور ان کی اولاد سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک ملے اور ان کی دنیوی زندگی میں جنت کا سکون نصیب ہو، مگر ایسی نیک صالح اولاد مسلمان ماں باپ کہاں سے حاصل کر سکتے ہیں؟ کیا ایسی اولاد آسمان سے ٹپکے گی؟ یا بغیر کسی تربیت کے خود بخود نیک بن جائے گی؟

ایسی اولاد حاصل کرنے کیلئے ماں باپ کو اپنی اولاد کا حق ادا کرنا پڑے گا، ان پر محنت کرنی ہوگی، اسلامی طریقہ پر ان کی تربیت کرنی ہوگی، فکرمند رہنا ہوگا، وقت اور روپے دونوں خرچ کرنا ہوگا، نیز اسلام نے جو حقوق ماں باپ پر اولاد کیلئے قائم کئے ہیں ان کو پورا پورا ادا کرنا ہوگا تب کہیں ان کو نیک صالح اور دیندار اولاد مل سکتی ہے، صرف غیر مسلموں کی طرح دنیوی تعلیم دلا کر اپنی اولاد کی پرورش کرنے سے مسلمان اولاد نیک اور صالح نہیں بن سکتی۔

ماں باپ اولاد کا حق ادا کریں گے تو تین فائدے ان کو اور تین فائدے ان کی اولاد کو ہوں گے

ماں باپ اگر اولاد کے حقوق ادا کریں تو ان کو کیا فائدہ ہوگا اور ان کی اولاد کو کیا فائدہ ہوگا اس کو سب سے پہلے ذہن نشین کر لیجئے۔

ماں باپ کو حاصل ہونے والے فائدے (۱) سب سے پہلا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ذمہ داریاں ان پر ڈالی ہیں ان سے وہ سبکدوش ہو جائیں گے اور اولاد پر حجت قائم ہو جائے گی۔ (۲) اولاد کے حقوق ادا کرنے سے ماں باپ کو آخرت کے علاوہ دنیا میں جنت جیسا سکون، راحت، چین اور اطمینان نصیب ہوگا اور گھر کا ماحول بھی نورانی بن جائیگا۔ (۳) قیامت کے دن یہ نیک اولاد ماں باپ کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ اور درجات کی بلندی کا باعث بنے گی۔

اولاد کو حاصل ہونے والے فائدے (۱) اولاد کا حق ادا کیا جائے تو وہ دنیا میں دیندار نیک اور اسلام کو پسند کرنے والی، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور ان کی اطاعت و اتباع کرنے والی بنے گی۔ (۲) اولاد کا حق ادا کرنے سے ان کی دنیا بھی بنے گی اور وہ راحت چین، سکون اور اطمینان والے نورانی ماحول میں اللہ کی مدد و نصرت کے ساتھ زندگی گذار سکیں گے اور بلاؤں، مصیبتوں اور آفات سے بھی محفوظ رہیں گے۔ (۳) آخرت میں گھاٹے اور خسارے سے محفوظ رہیں گے۔

ماں باپ حقوق ادا نہ کریں گے تو تین نقصانات ان کو اور تین نقصانات ان کی اولاد کو ہوں گے

جو ماں باپ اپنی اولاد کا حق ادا نہ کریں گے تو ان کو اور ان کی اولاد کو کیا کیا نقصانات ہوں گے اس کو بھی ذہن نشین کر لیجئے:

ماں باپ کو ہونے والے نقصانات (۱) اولاد کے حقوق ادا نہ کرنے سے اللہ کے پاس مجرم ٹھہریں گے اور اولاد کے گناہوں کا وبال بھی انہیں اپنے سر اٹھانا پڑے گا۔

(۲) دنیا کی زندگی جہنم بن جائیگی، اولاد ماں باپ کو اتنی اذیتیں اور تکلیفیں دیں گی کہ ماں باپ خود کہیں گے کاش ہم لاولد ہوتے یا بانجھ ہوتے تو اچھا ہوتا، پھر وہ اولاد کی موت کی تمنا کریں گے اور وہ ماں باپ ہوتے ہوئے اپنی ہی اولاد کو بددعائیں دیں گے۔

(۳) آخرت میں اولاد ماں باپ کے لئے راحت و عافیت کے بجائے تکلیف اور عذاب کا باعث ہوگی۔

اولاد کو ہونے والے نقصانات (۱) ماں باپ اولاد کے حقوق ادا نہ کریں اور صحیح تربیت نہ کریں تو وہ اولاد پڑھ لکھ کر بھی جاہل ہی رہے گی، مسلمان ہوتے ہوئے بھی دین کو پسند نہیں کرے گی، بے دین اور خدا کے باغی انسانوں کی شکل میں زمین پر گھومتی ہوئی دین کو کمزور کرے گی اور قدم قدم پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کو توڑتی رہے گی، ان کا نام تو مسلمانوں جیسا ہوگا لیکن کام پورے طور پر غیر اسلامی کرے گی۔

(۲) اولاد جب باغی اور سرکش بن جائیگی تو بے دین اولاد پر اللہ کا عذاب نازل ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وجہ سے مصیبت، پریشانی، ذلت، آفتوں، بیماریوں اور بے برکتی میں مبتلا رہے گی۔

(۳) آخرت میں ناکام ہوکر جہنم میں سزاء پائے گی۔

موجودہ مسلم معاشرہ کی حالت

اولاد کی تربیت نہ کرنے کی وجہ سے موجودہ زمانہ کے مسلم معاشرہ کی حالت کچھ عجیب

سی ہوگئی ہے، اکثر بچے، بوڑھے، نوجوان اور عورتیں سب کے سب مختلف بداعمالیوں میں مبتلا نظر آتے ہیں۔

بچوں کی بڑی تعداد گلی کوچوں میں نظر آتی ہے ماں باپ جن کی خود ان کے ماں باپ نے تربیت نہیں کی اپنے بچوں کو گھروں سے ویسے ہی ہانک دیتے ہیں جیسے مرغیوں اور بکریوں کو چرنے کے لئے ہانک دیا جاتا ہے، اس طرح بچوں کی بہت بڑی تعداد گلی کوچوں میں بیکار گھومتی ہوئی یا سیٹیاں بجاتی ہوئی اور چیخ وپکار کرتی ہوئی نظر آتی ہے، عام طور پر ان کے مشغلے اسٹریٹ لائٹ پھوڑنا، جھاڑوں پر پتھر مار کر پھل توڑنا یا مختلف لوگوں کو چھیڑ چھاڑ کرنا یا ستانا ہوتا ہے۔

اکثر نوجوان جن کے ماں باپ باہر ہیں بھاری بھاری لباس پہن کر موٹرسائیکلوں پر سوار ہوکر سگریٹ پیتے ہوئے گالی گلوچ سے ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہوئے فلمیں یا ہوٹلنگ کرتے ہوئے گھومتے رہتے ہیں، مدرسہ اور کالج تو اولاً جاتے ہی نہیں اور اگر جاتے بھی ہیں تو لکچرر کو ستاتے اور تنگ کرتے ہیں، پڑھانے ہی نہیں دیتے۔

حد سے زیادہ کھیل کود کا شوق بڑھ گیا ہے ماں باپ کی صحیح تربیت کے نہ کرنے کی وجہ سے مسلمان بچوں میں کھیل کود کا شوق اتنا بڑھ گیا ہے کہ وہ کھیل کی خاطر کالج کو نہیں جاتے یا پھر بیروزگار رہتے ہوئے دن بھر میدانوں میں کرکٹ وغیرہ دیکھتے اور کھیلتے ہوئے اپنا وقت بیکار گذارتے ہیں، ان کو نہ اللہ کی عبادت کی کوئی پرواہ ہوتی ہے اور نہ اپنے ماں باپ پر بوجھ ہونے کا احساس۔

چھوٹے بچوں کا یہ عالم ہے کہ اسکول سے چھوٹتے ہی یا تعطیل کے ہوتے ہی دن ہو یا رات، دھوپ اور گرمی کی کوئی پرواہ نہیں، گندگی اور ناپاکی کا کوئی احساس نہیں، بس وہ اپنا زیادہ وقت محلے کی گلی کوچوں میں مٹی، کیچڑ اور پانی میں کھیلتے کودتے اور چیختے پکارتے گذار دیتے ہیں امیروں کی اولاد کے کھیل کچھ اور، غریبوں کی اولاد کے کھیل کچھ اور ہیں، یا پھر ٹی وی سے چمٹے بیٹھے رہتے ہیں۔

ماں باپ کو قطعی یہ احساس نہیں ہوتا کہ کوئی آرام کر رہا ہوگا، کوئی بیمار ہوگا، کوئی لکھ پڑھ رہا

ہوگا اور کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کررہا ہوگا، اس کی کچھ پرواہ نہیں، الٹا اگر ان بچوں کو کوئی روکتا یا ڈانٹتا ہے تو ماں باپ فوراً اپنی اولاد کی تائید میں لڑنے کے لئے چلے آتے ہیں۔

☆ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کی ایذاء سے محفوظ نہ رہے۔

موجودہ زمانہ میں تو ایسا لگتا ہے کہ ماں باپ اپنی اولاد کو دن بھر گلی کوچوں میں چھوڑ کر پڑوسیوں کو قصداً تکلیف پہنچا رہے ہیں اور یہ تکلیف پہنچا کر اپنی نیکیاں ان کو دے رہے ہیں اور اپنی اولاد کے ذریعہ دوسروں کے لئے دردسر بنے ہوئے ہیں۔

گالیاں اور فحش کلامی تکیہ کلام بنا ہوا ہے

مسلم نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد تعلیم سے دلچسپی نہ لیکر تعلیم کو قطع کر کے بیروزگا بن کر محلوں اور بستیوں میں غنڈہ گردی، دادا گیری کرتی پھرتی ہے، ان کا عام مشغلہ پان کھانا، سگریٹ پینا اور گالی گلوج کرتے ہوئے چوراستوں یا ہوٹلوں کے پاس کھڑا رہنا بنا ہوا ہے، بعض تو زنا اور شراب کے عادی بن جاتے ہیں۔

اولاد کی تربیت نہ کرنے کی وجہ سے موجودہ مسلم معاشرہ میں اکثر مسلمانوں کی زبان پر گالیاں ہی گالیاں ہیں، اور فحش کلامی تو تکیہ کلام بنا ہوا ہے، ان کی فحش کلامی کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے کھیل کود، مذاق دل لگی، عام بول چال، کاروبار اور لڑائی جھگڑوں میں بغیر گالی گلوج کے بات ہی نہیں کرتے، بات بات پر گالی گلوج کے ذریعہ ایک دوسرے کی ماں بہنوں کو گفتگو کے درمیان سر بازار برہنہ کرتے رہتے ہیں، اور ان میں حیاء کا احساس نظر ہی نہیں آتا، پڑھے لکھے کالج کے اکثر نوجوانوں کی زبان دادا گیری اور غنڈہ گردی کرنے والے جاہل فاسق و فاجر انسانوں کی زبان نظر آتی ہے اور ان کی حالت دیکھ کر ان کو مسلمانوں کی اولاد سمجھنا مشکل نظر آتا ہے، افسوس آج اولاد کی تربیت کے نہ کرنے کی وجہ سے ہمارا معاشرہ غیر مسلم معاشرہ کا نظارہ پیش کررہا ہے، غور کیجئے کیا تربیت اسی کا نام ہے؟ یہ تربیت نہیں آوارگی ہے بلکہ آوارگی کو ہوا دینا ہے۔

آپس میں لڑائی جھگڑوں کا یہ عالم ہے کہ جب جھگڑا ہوتا ہے تو صبر نظر ہی نہیں آتا اور جہالت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ فحش کلامی کرتے ہوئے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تک بن

جاتے ہیں اور مسلمانوں کی حرمت کا کوئی لحاظ نہیں رہتا۔

فلمیں دیکھ کر اور گانے سن کر وقت گذارا جاتا ہے ماں باپ کی لاپرواہی یا پھر خود ان کے فسق و فجور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اکثر گھروں میں فلمیں دیکھے بغیر یا گانے سنے بغیر وقت نہیں گذرتا، گھر کے لڑکے لڑکیاں اور ماں باپ سب ملکر بے حیائی و بے شرمی کے ساتھ فلمیں دیکھتے اور گانے سنتے ہیں، شائد ہی مسلمانوں کا کوئی گھر ایسا ہو جہاں سے ہر روز ٹی وی اور گانوں کی آواز نہ آتی ہو، ہر گھر میں ٹی وی اور گانوں کے لگائے بغیر وقت نہیں کٹتا، بعض لڑکے اور لڑکیاں تو بلند آواز سے ٹیپ لگا کر گانے سنتے اور بعض تو ان گانوں پر گھروں میں ناچتے گاتے بھی رہتے ہیں اور پورے محلّہ کو گانے سناتے بھی رہتے ہیں، خود گانا بجانا سن کر اکیلے ہی گناہ نہیں اٹھاتے بلکہ سارے محلّہ کا گناہ بھی اپنے اور اپنے ماں باپ کے سر ڈالتے ہیں۔

غور کیجئے کیا یہ اسلامی تربیت کا انداز ہے؟ اور کیا اس طرح پالنے سے اولاد میں اسلام آئے گا اور وہ مسلمان بنے گی؟ پچھلے زمانہ میں برائی آہستہ آہستہ آتی تھی، ایک آدھ گھرانے میں گانا بجانا ہوا کرتا تھا، مگر آج مسلمانوں کے تمام گھر سینما گھروں میں تبدیل ہو کر ناچ گانے کے اڈے بنے ہوئے ہیں، اور ان پر گانوں اور موسیقی کا اتنا زیادہ غلبہ ہے کہ وہ اپنی نئی دکان اور کاروبار، شادی بیاہ وغیرہ کی تقاریب میں بھی ایمان والے ہونے کے باوجود فحش گانوں اور موسیقی کو بجا بجا کر کاروبار شروع کرتے اور شادی بیاہ کی تقاریب مناتے ہیں اور جو گانے فحش اور بے حیاء باتوں سے پر ہوتے ہیں ان کو بار بار سنتے اور سناتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، اگر ماں باپ کا یہ حال رہا تو پھر ایسے ماں باپ کی اولاد مسلمان کیسے بن سکتی ہے؟

ناچنے کا شوق بڑھ رہا ہے اسی طرح پڑھے لکھے اور بے پڑھے لکھے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ناچ گانے کی اتنی زیادہ شوقین بنتی جارہی ہے کہ ان کی اکثر شادی بیاہ اور جلوس کی تقاریب میں ان کے بڑے، ان کے نوجوان اور ان کے چھوٹے، بچے ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود سڑکوں پر ٹرافک کو رکوا رکوا کر تھوڑی دور پر یا شادی خانوں میں دولہا وغیرہ کے ساتھ پڑھے لکھے ہونے کے باوجود گھنٹوں ناچتے، سیٹیاں بجاتے اور جہالت کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔

غور کیجئے کہ تربیت کے نہ ملنے کی وجہ سے مسلمانوں کا کیا عالم ہو گیا ہے؟ وہ مسلمان

ہوتے ہوئے غیر مسلموں کی صفات ظاہر کررہے ہیں اور پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، سڑکوں، بازاروں اور شادی خانوں میں اس طرح ناچنے گانے سے ان کی ہی نہیں بلکہ سارے مسلمانوں کی بدنامی ہوتی ہے اور لوگوں کی نظر میں اسلام کی شکل بگڑتی چلی جارہی ہے، اور دوسروں کو اسلام سمجھنا مشکل ہوتا جارہا ہے۔

ذرا سوچئے کہ یہ ساری بداعمالیوں کے کون ذمہ دار ہیں؟ کیا ماں باپ اپنی اولاد کو پیدا کرکے کتوں اور بلیوں کی طرح چھوڑ دیں گے اور ان کی تربیت نہیں کریں گے؟ اور کیا اپنی اولاد سے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی کو ظاہر کرنے کے بجائے شیطانیت کو ظاہر کریں گے؟ اور ایک دعوتی امت ہوتے ہوئے ایسی حرکتیں اگر کریں گے تو اسلام کو کون قبول کرے گا؟

مردوں کی بےشعوری کا عالم مسلم معاشرہ کے اکثر مرد شام کو دفتر یا فیکٹری سے آنے کے بعد کھانا کھا کر سیدھا بازار کا رخ کرتے ہیں اور چائے پینے، پان کھانے کے بہانے ہوٹلوں یا پان کے ڈبوں یا اپنے دوستوں میں بیٹھ کر بیکار گپ مارتے ہیں، پھر رات میں دیر سے گھروں کو واپس آتے اور سوجاتے ہیں اور صبح اٹھتے ہی اخبار اور چائے سگریٹ کے بہانے ہوٹل چلے جاتے ہیں اور اخبار چاٹ کر ناشتے کے وقت گھر آتے ہیں، ان کو اولاد کی کوئی فکر نہیں ہوتی کہ وہ کیا کررہی ہے؟ کس کے ساتھ دوستی کررہی ہے؟ نہ خود ہی نماز پڑھتے ہیں اور نہ اولاد کو نماز پڑھانے کی فکر کرتے ہیں، نہ خود دین پر چلتے ہیں اور نہ اولاد کو دین پر چلانے کی سوچتے ہیں، بس ساری ذمہ داری بیوی پر ڈال کر خود گھر سے باہر دوستوں میں بیکار وقت خراب کرتے ہیں۔

جو حضرات تجارت کرتے ہیں وہ یا تو بالکل صبح صبح ہی منڈیوں اور اپنے سفر پر چلے جاتے ہیں اور اکثر تو دکانوں ہی سے دیر سے لوٹتے ہیں اور تھکے ماندے آکر کھانا کھاتے ہی سوجاتے ہیں اور اکثر گھروں کو چونکہ دیر سے لوٹتے ہیں اس لئے وہ ناشتہ تک سوتے رہتے ہیں۔

بہت سارے مرد ایسے ہیں کہ ان کو ہفتہ بھر چونکہ ڈیوٹی یا کاروبار سے فرصت ہی نہیں ملتی اس لئے وہ تعطیل میں بس دن بھر سوتے رہتے ہیں، صبح کا ناشتہ تک آدھا دن گذرنے کے بعد کرتے ہیں، پھر سوجاتے ہیں، ایسے تمام باپوں کو اپنی اولاد کی بگاڑ اور سدھار کا کوئی خیال نہیں رہتا، اگر گھر کے بڑے اور امیر کا یہ حال رہا تو پھر اولاد پر محنت کون کرے گا؟ اور بچوں کی

تربیت کیسے ہوگی؟ بچے بھی باپ ہی کی طرح خوب سونے یا دوستوں میں پھرنے اور بیکار مشغلوں کے عادی بن جاتے ہیں۔

صرف اسکولوں کو بھیج دینے سے بچوں کی تربیت نہیں ہوتی بلکہ ماں باپ ان پر باقاعدہ محنت اور توجہ ونگرانی کی نگاہ رکھیں تب ہی تربیت ہوتی ہے، آج کل ماں باپ بچہ کو اسکول بھیج کر مطمئن ہوجاتے ہیں کہ ان کے بچہ کی تربیت ہورہی ہے حالانکہ وہ کھانے کمانے کی تعلیم حاصل کرتا ہے۔

عورتوں کی بے شعوری کا عالم مسلمان عورتوں کی ایک بڑی تعداد بے شعوری کی زندگی گذار رہی ہے، ان کی دینداری کا یہ عالم ہے کہ اکثر عورتیں پردہ کرنا تو ضروری سمجھتی ہیں مگر نماز ہی نہیں پڑھتیں۔ بڑے بڑے کنبوں میں زندگی گذارنے کی وجہ سے کام کاج سے فارغ ہوتے ہی بیکار بکواس یا پھر اپنے خاندان اور رشتہ داروں کی کثرت سے غیبت، نکتہ چینی اور عیب جوئی کرتی رہتی ہیں یا پھر آپس کے لڑائی جھگڑے، کہیں ساس کے ظلم وزیادتی یا کہیں بہو کی ظلم وزیادتی اور نافرمانیوں پر غیبت یا پھر نندوں اور بھاوجوں سے بس اختلافات اور لڑائی جھگڑوں کا تذکرہ روز کا معمول بنا ہوا رہتا ہے، ان عورتوں کو اپنے ہی جھگڑوں سے فرصت نہ ہو تو وہ اولاد پر کیا محنت کرسکتی ہیں؟

اکثر لڑکیوں اور عورتوں کو گھومنے پھرنے، شاپنگ کرنے اور گھر کا کاروبار چلانے کا بے حد شوق ہوتا ہے، چنانچہ وہ گھر کے افراد کی تمام ضروریات اور چھوٹی موٹی چیز خریدنے کے لئے خود ہی بازار جاتی ہیں اور ہر چیز خرید کرلاتی ہیں، ان کے نزدیک محلوں کی گلیاں بازار کی سڑکیں بالکل ایسی ہوتی ہے جیسے گھروں کے صحن، ایسی عورتیں بے حیائی اور نیم عریانیت کے ساتھ بغیر کسی حجاب کے سڑکوں پر گھومتی پھرتی ہیں، بازاروں میں بھی کھڑے کھڑے مختلف من پسند چیزیں کھاتی رہتی ہیں۔

مسلمان عورتوں کی ایک بڑی تعداد فضول خرچی اور رسم ورواج کی بہت پابند ہوتی ہیں، ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مقابلہ میں رسم ورواج اور خواہشات والی زندگی بہت پسند ہوتی ہے، وہ بدعات وخرافات کی زیادہ پابند ہوتی ہیں، ان کے عقیدہ میں

توحید سے زیادہ شرک کی ملاوٹ ہوتی ہے۔

بعض عورتیں گھروں کا معمولی سا بھی کام نہیں کرتیں، بیماری کا بہانہ کر کے گھر کے تمام کام نوکروں کے حوالہ کر کے سوتی پڑی رہتی ہیں، چنانچہ گھر کی ہر چیز بے ڈھنگے پن سے بکھری پڑی رہتی ہے۔

تربیت کے نہ ملنے کی وجہ سے غریب مسلم عورتوں کی بڑی تعداد محنت ومزدوری کرنے کے بجائے بھیک مانگنے کے لئے نکلتی ہیں اور ایک ہی وقت میں ماں، بیٹا، بیٹی سب الگ الگ بھیک مانگنے کے لئے کھڑے رہتے ہیں۔

غور کیجئے بچہ عورت سے سب سے زیادہ قریب رہتا ہے، عورت اگر نماز سے دور، غیبت، لڑائی، جھگڑوں یا بازاروں میں گھومنے پھرنے یا گھر کا سامان خرید کر لانے اور بدعات و خرافات میں مبتلا ہو اور گھر کا معمولی کام کاج بھی نہ کرتی ہو، سوتی پڑے رہے اور نوکروں کے سہارے زندگی گذارے یا پھر خود بیٹا، بیٹی کے ساتھ بھیک مانگتے پھرتی رہے تو اولاد کی تربیت کیسے کی جاسکتی ہے؟ اور ایسی عورتوں کو اولاد کی تربیت کرنے کا موقع ہی کہاں ملتا ہے؟ اور وہ اپنی اولاد کو اسلامی ذہن کیسے اور کہاں سے دے سکے گی؟ وہ خود اسلام سے دور بے شعور رہ کر زندگی گذارے گی، خود بھی ناواقف رہے گی اور اولاد کو بھی ناواقف بنائے گی۔

کسی صاحب نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے کسی بھی شہر میں آپ کو مسلمانوں کی بستی کا پتہ معلوم کرنا ہو تو اس شہر میں جہاں بھی نوجوانوں کو گلی کے کونوں یا چوراستوں پر اور پان کے ڈبوں کے پاس پان سگریٹ کے ساتھ گالیوں میں گفتگو کرتا ہوا پائیں اور بوڑھوں کو ہوٹلوں اور دکانوں میں اخباری حالات پر مباحثہ کرتے ہوئے دیکھیں، چھوٹے چھوٹے بچوں کو گلی کوچوں میں ننگا پھرتا ہوا، مٹی، کیچڑ میں کھیلتا ہوا دیکھیں اور اوسط عمر کے بچوں کو گھروں کے سامنے کھیلتا، چیختا چلاتا ہوا پائیں اور گھروں کے اطراف کچرا اور غلاظت کے ڈھیر دیکھیں اور عورتوں کو میلی حالت، بکھرے بال میں دروازوں اور چبوتروں پر بیٹھی، کھڑی باتیں کرتا ہوا دیکھیں اور گھروں سے ٹی وی اور گانوں اور موسیقی کی بلند آوازیں آئیں تو بغیر کسی سے پوچھے سمجھ لیجئے کہ یہ مسلمانوں کی آبادی اور محلّہ ہے۔

غور کیجئے! کیسا برا نقشہ ہمارے اس وقت کے معاشرہ کا کھینچنے والے نے کھینچا ہے، اس وقت ہر ماں باپ کو شرم کرنی چاہئے، جس معاشرہ کے بوڑھوں، بڑوں، مردوں اور عورتوں کا یہ حال رہا تو پھر اس معاشرہ کے بچوں کی تربیت کون کرے گا؟ افسوس! آج ماں باپ کو سب کچھ کرنے کے لئے وقت ہے مگر اولاد پر محنت کرنے ہی کے لئے وقت نہیں، اور نہ وہ اپنی اولاد کو دوزخ سے بچانے کی فکر رکھتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں والدین اسلامی طریقہ پر تربیت نہ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت نماز نہیں پڑھتی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت والی زندگی کو چھوڑ کر یہود ونصاریٰ کی اتباع میں زندگی گذار رہی ہے، قرآن کے سیکھنے اور سمجھنے کا تو بالکل شوق ہی نہیں مخلوط ماحول اور سوسائٹی پسند کرتے ہوئے پردے کے مقابلہ بے پردگی کو پسند کیا جا رہا ہے، رشوت، سود، جوڑے کی رقمیں اور دھوکہ بازی، بے ایمانی کے ذریعہ مال حاصل کرنا کوئی گناہ نہیں سمجھ رہے ہیں، فضول خرچی کا مطلق احساس ہی نہیں، کثرت سے فضول خرچی کی جا رہی ہے، لباس میں عریانیت، مزاج میں آوارگی، خیالات اور سوچ وفکر میں گندگی بڑھتی ہی جا رہی ہے، اکثر لوگ حرام کھانے، غلط سوچنے، برائی کو سننے اور فحش اور بیہودہ بولنے اور ناجائز دیکھنے کو گناہ ہی نہیں سمجھ رہے ہیں، نیکیوں کا حکم کرنے کے بجائے برائیوں کی ترغیبات زیادہ کی جا رہی ہیں۔

ایک ایسی امت جس کو دنیا میں آخری امت اور امت وسط کی حیثیت سے رکھا گیا ہو اس کے افراد کی لا پرواہی اور بے شعوری اور غفلت کا اگر یہ عالم رہا تو پھر دنیا کی دوسری قوموں کو دین واسلام کی طرف کون دعوت دے گا؟ جس کے پاس خود اپنی اولاد کے سدھار اور تربیت کے لئے وقت نہیں آخر یہ امت اپنی ذمہ داریوں کو کب اور کیسے ادا کرے گی؟

اولاد کی تربیت نہ کرنا اپنی نسل سے اسلام کو مٹانا اور کمزور کرنا ہے

ماں باپ کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ وہ اگر اپنی اولاد کی تربیت نہیں کر رہے ہیں تو اس سے صرف ان کی اپنی اولاد ہی کو نہیں بلکہ ایک طرف پورے خاندان پورے معاشرہ اور پورے ملک اور پوری قوم اور ان سے چلنے والی نسلوں کو نقصان ہی نقصان ہو رہا ہے،

اور دوسری طرف اولاد کی تربیت نہ کرنے سے غیروں کی نگاہ میں اسلام کی شکل دن بدن بگڑتی جارہی ہے، جس طرح ایک غیر مسلم اسلام کو مٹانا چاہتا ہے اسی طرح مسلمان بھی اپنی اولاد کی تربیت نہ کرکے غیر شعوری طور پر اسلام کو مٹارہا ہے۔

معاشرہ کی اصلاح کا پہلا قدم اولاد کی تربیت پر ہے اولاد ہی سے خاندان اور معاشرہ وجود میں آتا ہے، آج کے بچے کل کے بڑے ہوتے ہیں، اگر ان کی تربیت نہ کیجائے تو جب وہ بڑے ہوکر ایک خاندان کی شکل اختیار کرتے ہیں تو اپنے اپنے خاندانوں میں اسلام کے خلاف ماحول پیدا کرتے ہیں، اسی طرح کئی خاندان مل کر ایک معاشرہ بنتا ہے اور معاشرہ کی سدھار و بگاڑ کا دارومدار بھی اولاد کی تربیت پر ہی ہوتا ہے یعنی معاشرہ کی اصلاح کرنی ہو تو سب سے پہلے ماں باپ کو اپنے حقوق ادا کرنے کی تلقین وتاکید کی جائے کہ وہ اولاد کی صحیح تربیت کریں، اگر اولاد کی تربیت نہیں کی گئی تو وہ بڑے ہوکر بگڑے معاشرہ کے افراد کی طرح رہیں گے، چونکہ گندے، بے تربیت یافتہ لوگوں سے گندہ معاشرہ ہی وجود میں آتا ہے اور ایسے لوگ غیر اسلامی طریقہ پر معاشرتی زندگی گذاریں گے، اس سے ثابت ہوا کہ معاشرہ کی اصلاح کا پہلا قدم اولاد کی تربیت ہے۔

ملک میں امن وسکون پیدا کرنے کا پہلا قدم اولاد کی تربیت پر ہے اسی طرح کسی بھی ملک میں امن وسکون اور فساد کا انحصار اچھے یا برے معاشرہ پر ہوتا ہے، اگر ماں باپ اولاد کی تربیت نہیں کریں گے تو ان کی اولاد ملک میں امن وامان قائم رکھنے کے بجائے فساد ہی فساد برپا کریگی۔

کسی قوم کی نیک نامی کا انحصار بھی اولاد کی تربیت پر ہے اسی طرح کسی قوم کی نیک نامی اور بدنامی کا دارومدار اس کے اندر سے پیدا ہونے والے نیک، ہونہار، صالح، پڑھے لکھے نوجوانوں پر ہوتا ہے، اگر اولاد کی تربیت نہ کی جائے اور ان کو اچھے اور عمدہ اخلاق سے آراستہ نہ کیا جائے تو قوم کے اندر نیک، صالح، ہونہار، پڑھے لکھے سمجھدار نوجوان ہی پیدا نہیں ہوں گے اور پوری قوم کی نیک نامی بھی متاثر ہوگی اور دوسرے لوگ پوری قوم کو جاہل، ان پڑھ، بداخلاق سمجھیں گے اور دوسروں کے لئے اسلام کو بھی سمجھنا دشوار ہوجائے گا۔

نسلوں کی حفاظت بھی اولاد کی تربیت پر ہے اگر ماں باپ اپنی اولاد کی تربیت نہیں کرتے تو اس سے صرف ایک نسل ہی نہیں بلکہ ان کی اولاد سے چلنے والی کئی نسلیں تباہ وبرباد ہوکر

گھاٹے اور خسارے کی زندگی کے ساتھ دنیا سے چلی جائیں گی اور ان تمام نسلوں کی تباہی و بربادی اور ناکامی کے ذمہ دار آج کے ماں باپ ہوں گے اور تمام نسلوں کے گناہ بھی ان کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

شریعت کی حفاظت بھی اولاد کی تربیت پر ہے اکثر مسلمان غیر مسلموں کی شکایت کرتے ہوئے ان سے احتجاج اور غصہ ظاہر کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو شریعت سے ہٹانے کی سازش کی ہے، مگر یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ خود اولاد کی تربیت نہ کر کے غیر شعوری طور پر اسلام کو مٹانے کا ذریعہ پیدا کردئے ہیں یعنی وہ خود اپنی اولاد کو شریعت کے خلاف زندگی گذارنے والا بنادئے ہیں اور آج ان کی اولاد مسلمان ہوتے ہوئے اسلام کو پسند ہی نہیں کر رہی ہے، اسی لئے دین و شریعت کی حفاظت کے لئے جہاں بیرونی دشمنی پر نظر رکھنا ہے وہیں اندرونی غفلت و نادانی پر بھی نظر رکھنی چاہئے۔

ان تمام تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد کی تربیت اگر نہ کی جائے تو ایک طرف تو گھریلو ماحول، محلّہ کا سدھار، خاندانوں کا سدھار، اسلام کی نیک نامی اور نسلوں کی حفاظت نہیں کی جاسکتی اور دوسری طرف اولاد کی تربیت نہ کرنا شریعت کو کمزور اور اسلام کو مٹانا ہوگا، بس اسلام کو طاقتور اور مضبوط بنانا ہو اور اس کے پھیلنے میں مدد دینی ہو تو سب سے پہلے اپنی اولاد کا حق ادا کرتے ہوئے ان کی تربیت کیجئے۔

موجودہ زمانہ میں اکثر مسلمانوں کی دینداری صرف عقائد و عبادات تک ہی محدود ہو کر رہ گئی ہے، ان کے پاس اسلام کی ادھوری تصویر ہے جس کی وجہ سے وہ اولاد کی تربیت اسلامی انداز پر کرنے کو ناکامی سمجھتے ہیں اور یہ تصور رکھتے ہیں کہ دین پر چلنے سے ان کی اولاد کو دنیوی فائدے حاصل نہیں ہوں گے اور وہ مال و دولت، عزت و مقام، عیش و عشرت، عہدہ اور کرسی سے دور ہو جائیں گے اور دین کو سکھانے سے دنیوی لذتیں نہیں ملیں گی، دین پر عمل کرنا ملا و مولوی ہی کا کام ہے۔

چنانچہ آج کے ہر مسلمان والدین کو چوبیس گھنٹے اللہ کی یہ تاکید خاص طور پر ذہن نشین رکھنا ہوگا:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہونگے۔

اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تاکید کو بھی یاد رکھنا ہوگا، بخاری و مسلم کی احادیث کا مفہوم ہے کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سب اپنی اپنی جگہ ذمہ دار ہو، ہر شخص کو اس کے متعلقین کے بارے میں اللہ کے پاس جواب دینا ہوگا، ہر ایک کی باز پرس ہوگی۔

اکثر والدین کو حقوق ادا کرنے سے زیادہ حقوق لینے کی فکر ہوتی ہے

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْراً وَّ نِسَآءً وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآئَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً o (النساء:۱-پ۴)

اے انسانو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑ ابنایا اور ان دونوں کے ملاپ سے (دنیا میں) بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا، اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو، اور رشتہ داریوں کا لحاظ رکھو، یہ حقیقت ہے کہ اللہ ہر وقت تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔

اکثر ماں باپ کو اولاد سے صرف حقوق لینے کی ہی فکر ہوتی ہے، مگر وہ اولاد کے حقوق ادا کرنے کی بالکل فکر نہیں کرتے اور نہ ان کو اس بات کا احساس ہی ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد کے حقوق کو ادا نہ کر کے کتنا بڑا نقصان کیا ہے۔

ان کی اولاد ان کے حقوق ادا نہ کرتی ہو یا کوتاہی کرتی ہو تو بار بار اپنی اولاد کو اللہ سے ڈراتے ہوئے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں اور اپنے مقام و مرتبہ کو بتلا کر بار بار یہ کہتے ہیں کہ ان کے پیروں کے نیچے جنت ہے، ان کی رضاء کے بغیر کامیابی نہیں مل سکتی، ان کو ناراض کرو گے تو جہنم رسید ہو جاؤ گے، لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کو اولاد کی شکل میں ہمیں دیا ہے تاکہ ہم ان پر محنت کر کے ان کو صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار انسان بنائیں اور ان میں دینداری پیدا کریں، ورنہ کل اللہ تعالیٰ کے پاس ہم اپنی اس اولاد کے بارے میں کیا جواب دیں گے؟

غرض اکثر ماں باپ کو صرف یکطرفہ طور پر اولاد سے حقوق لینے کی ہی بڑی فکر رہتی ہے مگر وہ اولاد کے حقوق ادا کرنے کی بالکل فکر ہی نہیں کرتے اور نہ ان کو اس بات کا احساس ہی

ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد کے حقوق کو ادا نہ کر کے اولاد کا، خاندان کا، ماحول اور معاشرہ کا، ملک کا اور دین کا کتنا عظیم نقصان کیا ہے، چنانچہ بار بار وہ صرف اپنا ہی حق جتا جتا کر اولاد کو حقوق ادا کرنے کی تلقین اور اپنی خدمت کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

اگر اولاد غیر تربیت یافتہ ہو تو ماں باپ کے اس مطالبہ پر پڑھے لکھے ہونے کے باوجود وہ ماں باپ کے ساتھ بحث وتکرار، بے عزتی کا برتاؤ، ڈانٹ ڈپٹ، لڑائی جھگڑا اور غیبت کرتے ہوئے حق تلفی کرنا شروع کر دیتی ہے، چنانچہ مسلمانوں کی موجودہ آبادیوں میں کثرت سے ماں باپ اور نوجوان اولاد میں کافی لڑائی جھگڑے پیدا ہو گئے ہیں، بعض تو اپنے ماں باپ سے بالکل کٹ کر تعلقات کو قطع کر کے زندگی گذار رہے ہیں۔

ماں باپ کی بڑی تعداد اکثر اپنی ایسی اولاد کی نافرمانیوں کی شکایت دوسروں کے سامنے کرتے ہوئے غیبت میں مبتلا ہو کر بددعائیں دیتی رہتی ہیں، مثلاً ہماری اولاد نافرمان ہے، ہمارا خیال نہیں کرتی، ہمارا ادب نہیں کرتی، ہمارا حق نہیں دیتی، ہمارے مقابلہ میں بیوی کی بات سنتی ہے، ہم کو ڈراتی دھمکاتی اور ہمارے ساتھ بے عزتی کا سلوک کرتی ہے وغیرہ وغیرہ، حالانکہ ان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ان کی اولاد میں یہ ساری نافرمانیاں اور جذبۂ بغاوت خود ان ہی کی حق تلفی کا نتیجہ ہے، اگر انہوں نے اپنا حق ادا کیا ہوتا، بچپن ہی سے اپنی اولاد کی تربیت اسلامی انداز پر کی ہوتی تو آج ان کی اولاد ان کا مقام پہچانتی، ان کا ادب واحترام کرتی اور ان کا حق ادا کرتی اور ان کی خدمت کرنے کو عبادت سمجھتی، اگر وہ بے تربیت یافتہ، بے دین، جنگلی اولاد سے حق مانگیں گے تو وہ حق کہاں سے ادا کرے گی؟ ان کو نہ تو اللہ سے صحیح واقف کروایا جاتا ہے اور نہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ساتھ زندگی گذارنا بتلایا جاتا ہے اور نہ ماں باپ کے ساتھ زندگی گذارنے کے اصول اور آداب سکھلائے جاتے ہیں، ان کی مثال تو بالکل جنگلی جھانوروں کی طرح ہے۔

جب ان کو صرف جنگلی جانوروں کی طرح کھلا پلا کر خواہشات کا غلام بنا کر پالا گیا ہو تو ان میں ایک دیندار انسان کے حسین اوصاف کہاں سے آئیں گے؟ ان کی پرورش اور تربیت تو بالکل باغیانہ ماحول میں کافر ومشرک انسانوں کے بچوں کی طرح صرف دنیوی تعلیم، کھیل کود،

تماشہ، ٹی وی، ریڈیو، فلمیں، ناچ گانے بجانے، فضول خرچیوں، گالی گلوچ وغیرہ کی آوارہ زہر آلود فضاء میں کی گئی ہو تو سوچئے کہ بڑے ہو کر وہ کیا خاک اپنے ماں باپ کا حق ادا کریں گے؟ اور اسلام کے ساتھ کہاں سے وفاداری کریں گے؟ اور مسلمان بننے کیلئے کیسے تیار ہوں گے؟

ماں باپ کا اولاد کے حقوق ادا نہ کرنے میں معاشرہ کا بھی بڑا دخل ہے

ماں باپ کو یکطرفہ طور پر اپنے حقوق اولاد سے مانگنے کی سب سے بڑی وجہ ہمارے معاشرہ کی تربیت کا بھی بہت بڑا نقص ہے، کیونکہ اکثر وعظ اور نصیحت کی محفلوں اور مجلسوں میں صرف اور صرف یکطرفہ طور پر اولاد ہی کو تلقین کی جاتی ہے کہ وہ ماں باپ کا حق ادا کریں اور اللہ سے ڈریں، یکطرفہ طور پر صرف اولاد ہی کو بچپن سے ماں باپ کا مرتبہ اور مقام بتلا بتلا کر ان کو ماں باپ کے ساتھ فرمانبردارانہ زندگی گذارنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ ہمارے واعظین ومقررین کے سامنے صرف اور صرف اولاد ہی ماں باپ کی نافرمانی کر کے گنہگار بن رہی ہے، وہ ماں باپ کو بالکل آگاہ کرنا جانتے ہی نہیں کہ وہ اولاد کا حق ادا نہ کر کے اولاد پر کتنا بڑا ظلم کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کیسے مجرم بن رہے ہیں، چنانچہ وہ وعظ بھی صرف اولاد کو فرمانبردار بنانے کے لئے کرتے اور کتابیں بھی صرف ماں باپ کے مقام اور مرتبہ کو بتلانے کے لئے ہی لکھتے ہیں، آج ہمارے پاس ایسا کوئی کتابچہ تک نہیں جس کی رہبری سے ماں باپ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں، جس کی وجہ سے اکثر ماں باپ اولاد کے حقوق بھولے ہوئے ہیں اور ان کی تربیت کرنا جانتے ہی نہیں، صرف یکطرفہ طور پر اپنے حقوق مانگتے رہتے ہیں۔

ان یکطرفہ تقاریر اور کتابوں کا اثر یہ ہوا ہے کہ مسلم معاشرہ کے اکثر نوجوان ماں باپ کے ظلم وزیادتی کے باوجود اللہ سے ڈر کر ان کی اطاعت اور فرمانبرداری تو کرتے ہیں اور یکطرفہ طور پر ماں باپ کا حق برابر ادا کرنے کی کوشش بھی ضرور کرتے ہیں مگر خود ان کو جب اولاد ہوتی ہے تو وہ اپنی اولاد کی تربیت کرنا ہی نہیں جانتے۔

چنانچہ اکثر مسلمانوں کو ماں باپ کا مرتبہ اور مقام تو معلوم ہے مگر اولاد کی تباہی و

بربادی اور حق تلفی معلوم ہی نہیں اور نہ وہ اپنی اولاد کی تباہی پر اللہ کے سامنے پکڑ کا احساس ہی رکھتے ہیں، وہ اولاد کی نافرمانیوں پر یکطرفہ طور پر اولاد کو مجرم اور دوزخی سمجھتے ہیں اور خود کو مظلوم سمجھ کر جنتی تصور کرتے ہیں۔

اکثر واعظین بے اعتدالی کے ساتھ تقاریر کرتے ہوئے یکطرفہ طور پر زیادہ سے زیادہ اولاد پیدا کرنے کی تلقین تو کرتے ہیں مگر ساتھ ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کی تربیت کرنے کی ماں باپ کو تاکید نہیں کرتے اور اولاد کی تربیت نہ کرنے پر ان کو اللہ کا مجرم ہونے کا احساس بھی نہیں دلاتے، چنانچہ ان ہی یکطرفہ ترغیبات کی وجہ سے ہزاروں مسلمان صرف بچے پیدا کرنا تو ضرور جانتے ہیں مگر وہ ان کی تربیت کرنا نہیں جانتے اور ان کو بے تربیت، باغی، سرکش اور آوارہ انسان بنا کر گلی کوچوں اور بازاروں کی نذر کر دیتے ہیں اور اپنی اولاد کی تربیت سے بالکل غافل ہی غافل بے حس بنے رہتے ہیں، ایسے ماں باپ اپنی اولاد کی تربیت کافر اور مشرک انسانوں کی اولاد ہی کی طرح کرتے اور پھر اسی انداز کی امیدیں بھی اپنی اولاد سے قائم کرتے ہیں، ایسے ماں باپ کو کافر اور مشرک ماں باپ ہی کی طرح دنیا کا عیش وعزت اور پیسہ چاہئے، چاہے ان کی اولاد اسکے حاصل کرنے میں دین کا کتنا ہی بڑا نقصان کرتی ہو، اسی لئے ایسے ماں باپ کی اولاد کافر اور مشرک انسانوں کی اولاد سے زیادہ مصیبت اور تکلیف دہ بن جاتی ہے۔

ہمارے واعظین کو سوچنا چاہئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ سے زیادہ اولاد پیدا کرنے کی تلقین کیا اس لئے کی کہ ان کی امت میں ایسے بے تربیت افراد کا خوب اضافہ ہوتا رہے اور ان کی امت باغی اور سرکش انسانوں سے بھر جائے؟ معاذ اللہ نہیں! بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف جب اولاد کو پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں تو دوسری طرف انسان کو اپنے حقوق ادا کر کے اپنی اولاد کو صحیح مسلمان بنانے کی ہدایت بھی دیتے ہیں اور ماں باپ کو اللہ تعالیٰ کے پاس سخت جواب دینے کا احساس بھی دلاتے ہیں۔

چنانچہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جتنی بھی اولاد پیدا کرے ان کو صحیح معنی میں مسلمان بنائے، کیونکہ پیدا کرنے سے زیادہ مسلمان بنانا اہم ہے، اکثر غیر مسلم بھائی ہم مسلمانوں کے بچوں کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ کیا اسلام صرف بچے پیدا کرنے ہی کی تعلیم دیتا ہے؟ ان کی تربیت کی

تاکید نہیں کرتا؟ ماں باپ اگر اولاد کو پیدا کر کے باغی سرکش اور جنگلی ماحول میں پرورش کریں گے تو وہ نہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گی اور نہ ان کو دنیا و آخرت میں کوئی فائدہ ہی پہنچائے گی، چنانچہ موجودہ زمانہ کے اکثر مسلم گھرانوں میں غیر مسلموں کی طرح ماں باپ اور اولاد میں کافی کشیدگی، لڑائی جھگڑے، بے عزتی، حق تلفی اور اسلام سے بالکل ناواقفیت ہوتی جارہی ہے اور یہ تمام فساد صرف اور صرف ایک دوسرے کا حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

اس لئے یہ ضروری ہے کہ جہاں اولاد کو ماں باپ کے حقوق ادا کرنے کی بار بار تلقین کی جاتی ہے وہیں ماں باپ کو اولاد کی تربیت کرنے اور حقوق ادا کرنے کی بھی بار بار تقلین ہوتی رہے تاکہ ہر دو اپنے اپنے دائرے میں حقوق کے ادا کرنے والے بنیں اور ماں باپ کو رات دن اپنی اولاد کی اسلامی زندگی بنانے کی فکر رہے، حق نہ دے کر حق مانگنا ظالمانہ حرکت ہے، انہیں احساس دلایا جائے کہ وہ پہلے اپنا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کریں اور انہیں بار بار اللہ تعالیٰ کی یہ تاکید سنائی جائے:

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔ (التحریم:۲۸)

☆ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ذہن نشین کرائی جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''تم سب اپنی اپنی جگہ ذمہ دار ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی، خلیفہ (بادشاہ) سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا، ہر مرد اپنے اہل وعیال کا حاکم ہے اس کی رعیت کی بارے میں پوچھا جائے گا، ہر عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا، غلام اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے، اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی''۔ (بخاری ومسلم)

حقوق ادا نہ کرنے پر حقوق کا مطالبہ کرنا بھی درست نہیں

اگر ماں باپ اپنی اولاد کا حق ادا نہیں کرتے ہوں تو انہیں اولاد سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا درست نہیں، ایسے ماں باپ کو حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں پیش آنے والا وقعہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے:

حضرت عمر فاروقؓ کے دربار میں ایک باپ نے اپنے بیٹے کے خلاف مقدمہ دائر کیا کہ میرا بیٹا میرا حق ادانہیں کرتا، وہ مجھے نظر انداز کررہا ہے، امیر المومنین حضرت عمرؓ نے اس کے بیٹے کو بلا بھیجا، بیٹا آیا اور اس نے کہا: اے امیر المومنین! کیا والد پر اولاد کا کوئی حق نہیں ہوتا؟ کیا باپ ہی کا سارا حق اولاد پر ہے؟ یا اولاد کا بھی باپ پر کچھ حق ہے؟ حضرت عمرؓ فاروق نے فرمایا: بے شک اولاد کا بھی باپ کے ذمہ حق ہے! لڑکے نے کہا: اے امیر المومنین! وہ حق کیا ہے؟ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا: نکاح کرتے وقت اولاد کے لئے اچھی ماں کا انتخاب کرے اور اولاد کا اچھا نام رکھے اور اسے قرآن کریم یعنی زیور تعلیم سے آراستہ کرے''۔

لڑکے نے کہا: اے امیر المومنین! میرے والد نے تو ان میں سے کوئی بھی حق ادانہیں کیا، اس لئے کہ میری ماں مسلمان نہیں مجوسی ہے، گویا انتخاب ماں کا جو مسئلہ تھا وہ میرے والد نے اس حق کو مارا، اور میرا نام جعل (سیاہ فام بدصورت) رکھا ہے، اور انہوں نے مجھے قرآن کریم کی کچھ بھی تعلیم نہیں دی، میں جاہل ہوں، اسلام سے واقفیت ہی نہیں۔

یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہہ کر مقدمہ اپنی عدالت سے خارج کردیا کہ جب تم نے خود اپنا حق ادانہیں کیا تو تمہیں بھی حق مانگنے کا اختیار نہیں، پہلے تم اپنے ظلم کی تلافی کرو پھر لڑکے کے ظلم کی فریاد کرنا، تم نے خود اس سے زیادہ اس کی حق تلفی کی ہے۔

اس واقعہ کی روشنی میں موجودہ زمانہ کے ماں باپ کو بھی اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کہیں وہ بھی اپنی اولاد کا حق ادا کئے بغیر ان سے اپنا حق یکطرفہ طور پر تو نہیں مانگ رہے ہیں؟ اگر انہوں نے حق ادانہیں کیا تو اس غفلت سے جاگ کر کم سے کم اب بھی اپنی اولاد کے سدھار کیلئے دعائیں مانگیں اور اپنی اولاد کو دین پر چلنے کی تلقین کریں اور ان کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے روکنے کی کوشش کریں۔

اولاد آپ کی آرزوؤں اور تمناؤں کو اسی وقت پورا کرسکتی ہے جب آپ بھی ان کے حقوق کوادا کریں گے، وہ اولاد آپ کے حقوق کا احساس کیسے کرسکتی ہے؟ جس کو آپ نے حقوق کا احساس دلایا ہی نہیں، وہ اولاد ماں باپ کی خدمت واحترام کی بات کیسے سوچ سکتی ہے؟ جس کو کبھی بتایا ہی نہیں گیا کہ ماں باپ کی خدمت اور ان کا ادب واحترام اولاد کا فرض ہے، اگر آپ

نے ان کے جذبات واحساسات کا خیال نہیں رکھا ہے تو وہ آپ کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھنا کیسے سیکھیں گے اور کہاں سیکھیں گے؟ اس لئے آپ خود پہلے ان کے حقوق ادا کیجئے پھر وہ ضرور آپ کے حقوق ادا کریں گے۔

قیامت کے دن ماں باپ پر اولاد مقدمہ دائر کرسکتی ہے

حدیثوں کے ذخیرہ سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر ماں باپ اپنی اولاد کی تربیت نہیں کریں گے اور ان کی تربیت سے غفلت اور لا پرواہی برتیں گے تو ماں باپ پر اولاد اپنی تباہی و بربادی کا مقدمہ دائر کرے گی اور ماں باپ کو اپنی تباہی و بربادی کا ذمہ دار ٹھہرائے گی۔

چنانچہ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ ایک عورت جس کیلئے جہنم میں جانے کیلئے حکم ہو چکا ہوگا، اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے گی اور انصاف کی گذارش کرے گی کہ وہ جہنم میں جانے کی تنہا ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اس کو جہنم رسید بنانے میں اس کا باپ، اس کا بھائی، اس کا شوہر، اس کا بیٹا بھی ذمہ دار ہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گی کہ میں یکے بعد دیگرے ان چاروں کے ماتحت رہی ہوں، میں نے ان کو دل و جان سے چاہا اور ان کی خدمت کی، اگر ابتداء ہی میں میرے باپ نے میری تربیت کی ہوتی اور نیکیوں کا حکم دیا ہوتا اور برائیوں سے روکے ہوتا تو میں بے راہ رو نہیں ہوتی، باپ کے بعد میں نے بھائی کو چاہا، اگر وہ مجھے نیکیوں کا حکم کرتا اور برائیوں سے روکتا تو میں نیک بن جاتی، باپ اور بھائی سے جدا ہو کر میں اپنے شوہر کے پاس گئی اور اس پر سب کچھ فدا کر دیا، زندگی بھر اس کی مطیع اور فرمانبردار رہی، اگر وہ نیکیوں کا حکم کرتا اور برائیوں سے روکا ہوتا تو آج میں جہنم رسید نہ ہوتی، باپ بھائی اور شوہر کے بعد میں نے سب سے زیادہ اپنے آپ کو بیٹے پر فدا کیا اور اس کی ہر بات سنتی رہی، اگر وہ مجھے دین سمجھاتا اور بے راہ روی سے روکتا تو میں ضرور دین پر چلتی اور جہنم کی مستحق نہ ہوتی، ان چاروں نے میری زندگی کو دینی بنانے کیلئے کوئی محنت نہ کی اور نہ انہوں نے اپنے فریضہ کو ادا کیا، میرے جہنم میں جانے کے بنیادی طور پر یہ چاروں ذمہ دار ہیں، میں تو محض عورت تھی، اے اللہ! تو انصاف فرما اور ان چاروں کو میرے ساتھ جہنم رسید فرما۔

غور کیجئے کہ یہ چاروں ذمہ دار افراد اللہ کی بارگاہ میں کیا عذر پیش کریں گے؟ اس حدیث سے یہ بات صاف صاف معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ تربیت کے ذمہ دار ہوں گے، اگر وہ اپنا فریضہ انجام نہ دیں گے تو ان کے متعلقین ان پر اللہ کے سامنے مقدمہ دائر کر کے ان کو مجرم ٹھہرائیں گے، وہ یہ کہہ سکیں گے کہ اے اللہ! اگر یہ نماز پڑھتے اور ہم کو حکم دیتے تو ہم بھی نماز پڑھتے، یہ اگر دین کو پسند کرتے اور خود دین پر چلتے اور ہم کو حکم دیتے تو ہم بھی دین کو پسند کرتے اور دین پر چلتے، انہوں نے ہمارے جسم کی حفاظت کے لئے تو سب کچھ کیا مگر ہماری روحانیت کو صحت مند بنانے کیلئے کچھ بھی نہیں کیا۔

اس کے برعکس جو ماں باپ اولاد پر دین کی محنت کریں گے، اسکے باوجود اگر اولاد نافرمان نکلے تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں ماں باپ بری ہوں گے، کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں حجت تمام کر کے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کر دیا، اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسے ماں باپ کیلئے کوئی پکڑ نہیں بلکہ اللہ اولاد سے باز پرس کرے گا کہ تمہارے ماں باپ نے فلاں فلاں وقت تم کو مجھ سے ڈرایا اور میری طرف بلایا مگر تم نے سرکشی اختیار کی، جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے نے سرکشی اور معصیت کی راہ اختیار کی تھی۔

یہاں یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ حضرت نوحؑ نبی تھے؟ انہوں نے اپنی اولاد کی تربیت میں ظاہر ہے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، پھر ان کی اولاد نافرمان ہوگئی؟ لیکن یہ اشکال درست نہیں ہوگا، کیونکہ حضرت نوحؑ کی اولاد کا بگڑنا ایک استثنائی واقعہ ہے، کلی نہیں، عمومی بات یہی ہے کہ تربیت سے اولاد سنورتی ہے بگڑتی نہیں ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو ان الفاظ میں تاکید کی ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَاراً وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہونگے۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں آگاہ فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ: ''تم سب اپنی اپنی جگہ ذمہ دار ہو، ہر شخص کو اپنے اپنے متعلقین کے بارے میں اللہ کے سامنے جواب دینا پڑے گا، ہر ایک کی باز پرس ہوگی''۔ (متفق علیہ) بہت کم ایسا ہوتا

ہے کہ ماں باپ اچھے ہوں اور اولاد بگڑی ہوئی نکلے۔

مرنے کے ساتھ ہی جنت و دوزخ کا فیصلہ کیوں نہیں کر دیا جاتا

مرنے کے بعد دفن کرتے ہی فوراً جنت و دوزخ کا فیصلہ کیوں نہیں کر دیا جاتا؟ قیامت تک کے لئے کیوں روک دیا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم وعلیم ہے، اس کے علم میں کتنی مصلحتیں اور حکمتیں ہیں وہی بہتر جانتا ہے، مگر جو مصلحت قرآن اور حدیث کی روشنی میں ہماری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ اگر انسان کے مرنے کے ساتھ ہی جنت دوزخ کا فیصلہ کر دیا جاتا تو انصاف نامکمل ہوتا، اسلئے کہ اللہ نے انسانوں کے اچھے اعمال پر جزاء اور برے اعمال پر سزاء کا پورا پورا بدلہ دینے کیلئے قیامت تک اپنے فیصلہ کو روک رکھا ہے، جس دن پورے خیر اور پورے شر دنیا سے ختم ہو جائیں گے اسی دن نامہ اعمال کے اعتبار سے ان کی نیکیوں اور بدیوں کا پورا پورا حساب لیا جائیگا اور پھر جنت دوزخ کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ اس دنیا میں انسان کا تعلق انسان سے یعنی خود اس کی ذات سے بھی ہے اور اس کے اپنے بھائی بہن رشتہ داروں سے بھی، انسان کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے، کسی پر ظلم وزیادتی نہ کی جائے، مخلوق پر مخلوق کے جو حقوق ہیں ان سے واضح طور پر شریعت محمدیؐ میں انسانوں کو آگاہ فرما دیا گیا ہے، پھر یہ کہ انسان کے ذمہ نہ صرف مخلوق کے ہی حقوق ہیں بلکہ اللہ رب العزت کے بھی حقوق ہیں، ان کی بھی تفصیل بیان کر دی گئی ہے یعنی ایک حقوق اللہ اور دوسرا حقوق العباد۔

عمل بھی دو قسم کے ہوتے ہیں اور دو طرح کئے جاتے ہیں

عمل دو قسم کے ہوتے ہیں، نیک عمل اور برے عمل، ایک انسان بھی دو طرح کے عمل کرتا ہے، ایک وہ عمل جو کرتے ہی ختم ہو جاتا ہے اور اس کو کر لینے کے بعد انسان عذاب یا ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے، دوسرا وہ عمل جو وجود میں آتے ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کا اثر مسلسل جاری رہتا ہے، اس عمل کی وجہ سے اس عمل کا کرنے والا برابر زیادہ سے زیادہ ثواب یا عذاب کا مستحق ہوتا چلا جاتا ہے، مثلاً کسی انسان نے مسجد بنوائی، کنواں کھدوایا، سرائے بنایا یا

قرآن کریم کے علوم کو پھیلایا یا صدقہ جاریہ کیا یا نیک صالح اور دیندار اولاد چھوڑ گیا یا پھر دنیا میں گناہ کے کام پھیلائے، شرک و بت پرستی کو عام کیا، قتل، خون و غارت گری کا لوگوں کو طریقہ سکھایا اور اس کے اس راستہ پر چل کر ہر زمانہ میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد نسل در نسل ان کاموں کو کرتی رہی تو اسے بعد والوں کے عمل کا ثواب یا گناہ بھی ملتا رہے گا، مثلاً قابیل نے قتل کیا، اب قیامت تک جتنے بھی قتل ہوں گے ان کے گناہ قابیل کے نامہ اعمال میں بھی لکھے جاتے رہیں گے اور قابیل بھی ان کا ذمہ دار ہوگا، غرض کوئی ایسا کام کیے جس سے نیکی یا گناہ برابر جاری ہے تو بہرحال انسان کے نامہ اعمال میں یہ گناہ لکھے جاتے رہیں گے، انسان مر بھی جائے تب بھی اس کے اعمال نامہ میں نیکیاں یا گناہ بڑھتے ہی رہیں گے اور وہ اپنے اعمال کے پورے پورے بدلہ کا مستحق ہوتا رہے گا۔

اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ مرنے کے ساتھ ہی انسان کے لئے میدان عمل تو ختم ہو جاتا ہے مگر عمل کے اثرات کی وجہ سے نامہ اعمال قیامت تک کھلا رہتا ہے اور مرنے کے بعد اس میں اس کے اچھے یا برے اعمال کے نتائج کی وجہ سے نیکیوں یا برائیوں کا اضافہ ہوتا رہے گا۔

ظاہر ہے کہ اگر مرتے ہی جنت یا دوزخ کا فیصلہ کر دیا جائے تو پھر وہ فیصلہ نامکمل ہوگا اور پورا پورا بدلہ ادا نہ ہوگا یعنی وہ اعمال جو اس نے خود نہیں کیا ہو بلکہ اس کے کرنے کا سبب بن گیا ہو ان کا بدلہ کیسے دیا جائے گا؟ اور پھر حقوق العباد کے فیصلے بھی ہونا ضروری ہیں، چونکہ ایک انسان کے مرتے ہی تمام حقدار عالم برزخ میں موجود نہیں رہتے، کوئی دس سال بعد مرتا ہے، کوئی چالیس سال بعد مرتا ہے، عدل اور انصاف کا تقاضہ ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں موجود ہوں تب فیصلہ کیا جائے تاکہ غائبانہ فیصلہ کرنے پر کسی کو اعتراض بھی نہ ہو کہ میرا حق کم دلایا گیا اور حق تلفی کرنے والا یہ نہ کہے کہ میرے خلاف مقدمہ صحیح نہیں، اس وقت جس کا حق مارا گیا مدعی موجود نہیں، کیا بعید تھا کہ مدعی مجھے معاف کر دیتا۔

حکمت و مصلحت تو یہی سمجھ میں آتی ہے کہ جس دن تمام انسان جمع کئے جائیں گے اور انسانوں کے اعمال کا اثر بھی ختم ہو جائے گا تو ان کا پورا پورا بدلہ ادا کرنے کے لئے ایک دن مقرر کیا جائے اس دن کو قیامت کہتے ہیں، جس دن ہر قسم کے اعمال اور اعمال کے سلسلے ختم ہو جائیں

گے، تمام اولین وآخرین زندہ کر کے حاضر کئے جائیں گے، اس دن ہر ایک کو اپنی اپنی محنت کے مطابق جنت ودوزخ میں درجات اور سزائیں ملیں گی۔

اس تفصیل کو ذہن میں رکھ کر ہر مسلمان ماں باپ کو سوچنا چاہئے کہ وہ اولاد کے ذریعہ خیر پھیلا رہے ہیں یا شر؟ وہ اولاد کے ذریعہ اپنی زندگی میں نیکی، تقویٰ یا دین کو مضبوط کرنے والے پودے لگا رہے ہیں یا برائی کو پھیلانے والے یا بے دینی اور گمراہی اور دہریت کے پودے لگا کر اس دنیا سے جارہے ہیں؟ اگر انہوں نے اپنی اولاد کو اللہ کا باغی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان بنا کر چھوڑا ہے تو ان سے اسی قسم کے اثرات والے پودے پیدا ہوں گے اور نسل در نسل ماں باپ بھی گناہوں کے ذمہ دار ہوں گے اور ان کے نامہ اعمال میں ان تمام نسلوں کا گناہ بھی لکھا جاتا رہے گا۔

☆ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: کسی نفس کو ظلماً قتل نہیں کیا جاتا ہے مگر اس کا گناہ حضرت آدمؑ کے بیٹے کو ہوتا ہے، کیونکہ اس نے قتل کی بنیاد ڈالی ہے۔ (مشکوٰۃ)

☆ حضرت ابو مسعود انصاریؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی بھلے کام کی رہنمائی کرتا ہے تو اسکو وہی ثواب ملتا ہے جو بھلا کام کرنے والے کو ملے گا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت جریر بن عبداللہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں کہ: جو شخص اسلام میں کوئی بہتر طریقہ ایجاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بھی اور بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کا بھی ثواب عطا فرمائے گا اور ان کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کیجائے گی، اور جو شخص اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کرے گا تو اس کو اس کا بھی اور بعد میں عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور ان کے گناہ میں سے بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ)

اولاد یا تو ذریعۂ ثواب بنے گی یا وسیلۂ عذاب

مسلم کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک اور صالح اولاد سے ماں باپ کو ثواب پہنچتا رہتا ہے۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے جس کا مفہوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ مرنے کے بعد جو چیزیں مومن کو اس کی نیکیوں سے پہنچتی ہیں ان میں سے ایک وہ علم ہے جس کو اس نے پھیلایا ہو یا نیک وصالح اولاد چھوڑی ہو یا مسجد تعمیر کرایا ہو یا مسافر خانہ

بنایا ہو یا نہر جاری کر گیا ہو یا اپنی زندگی وتندرستی کی حالت میں اپنے مال میں سے کوئی صدقہ کر گیا ہو، اس کا ثواب مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہے گا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ایک شخص کے درجات بلند کردئے جائیں گے، وہ عرض کرے گا: اے رب! مجھے یہ ترقی کیوں کر ملی؟ فرمائیں گے: تمہاری اولاد کی تمہارے بعد تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرنے کی وجہ سے۔ (احمد، ابن ماجہ، بیہقی)

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: انسان جب مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہوجاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: (۱) صدقۂ جاریہ، یا (۲) ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، یا (۳) نیک وصالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔ (بخاری ومسلم)

ماں باپ جب اولاد کو دیندار بنانا چاہیں تو دولتمند رہکر بھی دیندار بنا سکتے اور بے دین بنانا چاہیں تو غربت میں بھی بے دین بنا دیں گے

افغانستان کے بادشاہوں میں امیر دوست محمد خان ایک بہت دیندار بادشاہ گذرے ہیں، ان کے دور حکومت میں کسی دوسرے بادشاہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا، اس کا مقابلہ کرنے امیر دوست محمد خان اپنے بیٹے کی سپہ سالاری میں ایک لشکر روانہ کیا، کچھ دنوں کے بعد امیر دوست محمد خان پریشان تھے اور چہرہ پر اداسی اور مایوسی اور غم کے آثار دیکھ کر ان کی بیگم نے ان سے اس حالت کی وجہ پوچھی، بادشاہ نے کہا کہ ان کا بیٹا شکست کھا کر، پیٹھ پلٹا کر واپس آرہا ہے، بیگم صاحبہ نے کہا کہ یہ خبر غلط ہے، آپ صحیح خبر معلوم کیجئے، یہ بالکل جھوٹی خبر ہے، بادشاہ نے اپنی بیگم کو احساس دلایا کہ یہ خبر جھوٹی نہیں، محکمہ سی آئی ڈی کی اطلاع ہے، مگر بیگم نے بادشاہ کی بات کے خلاف پھر کہا کہ آپ کا محکمہ غلط خبر دے رہا ہے، پھر سے معلومات حاصل کیجئے، بادشاہ نے کہا بیگم یہ اطلاع محکمہ کی طرف سے باقاعدہ سرکاری خبر ہے، آپ گھر بیٹھے بغیر دیکھے اور بغیر کچھ جانے یہ کیسے کہہ رہی ہو کہ یہ خبر جھوٹی ہے؟ وہ یہ سوچ کر خاموش ہوگیا کہ عورتیں کم عقل ہوتی ہیں، ان سے بحث کرنا بیکار رہے، وہ اپنے بیٹے کی محبت میں شاید اس طرح خبر کو غلط کہہ رہی ہے۔

مگر دوسرے دن پھر خوش خوش اندر آیا اور بیوی سے کہا کہ آپ نے بیٹے کے تعلق سے جو بات کہی وہ سچ ثابت ہوئی، وہ خبر حقیقت میں غلط تھی، میرا بیٹا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کامیابی حاصل

کر کے آ رہا ہے، میرا سر اونچا کر کے آ رہا ہے، پھر بادشاہ نے بیگم سے پوچھا آخر تم کو بغیر کسی ذریعہ کے یہ کیسے معلوم ہوا تھا کہ میرے محکمہ سی آئی ڈی کی خبر جھوٹی ہے؟ آخر کیا تمہیں کوئی الہام یا خواب ہوا تھا جو شاہی محل کے اندر رہتے ہوئے اتنے بھروسے اور یقین کے ساتھ سرکاری خبر کو غلط کہا؟ بیوی نے کہا الہام اور سچے خواب اللہ والوں اور بزرگوں کو آتے ہیں، میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک معمولی سی امتی ہوں، بادشاہ کا تعجب اور بڑھ گیا، بادشاہ نے بڑے تعجب سے پوچھا: پھر بھلا تم کو یہ کیسے یقین تھا کہ تمہارا بیٹا شکست نہیں کھایا ہے اور یہ خبر غلط ہے؟ اور حقیقت میں یہ خبر غلط ہی نکلی؟

بیگم نے کہا: اس کا ایک راز ہے جس کو میں نے آج تک کسی کے سامنے ظاہر نہیں کیا اور نہ اسے کھولنا چاہتی ہوں، بادشاہ نے کہا وہ راز کیا ہے؟ آخر ہم سے کیوں چھپایا جا رہا ہے؟ کونسا راز ہے جسے میں خاوند ہو کر بھی نہیں جان سکتا؟ بیگم نے کہا وہ راز یہ ہے کہ مجھے اس کا یقین تھا کہ شہزادہ فتح پا کر آئے گا یا شہید کر دیا جائے گا مگر شکست کھا کر، دشمن کو پیٹھ دکھا کر نہیں آ سکتا، غور کیجئے یہ میرا یقین کس بناء پر تھا:

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ میرے پیٹ میں تھا تو میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ ان نو مہینوں میں ایک مشتبہ لقمہ بھی اپنے پیٹ میں نہیں ڈالوں گی، رزق حلال کی کمائی میرے پیٹ میں جائے گی، اسلئے کہ ناپاک کمائی سے خون بھی ناپاک پیدا ہوتا ہے اور ناپاک خون سے اخلاق بھی گندے اور ناپاک پیدا ہوتے ہیں، تو میں نے عہد کیا اور پورے نو مہینے اس طرح گذارے کہ لقمۂ حرام تو الگ بات ہے میں نے کوئی مشتبہ لقمہ بھی پیٹ میں نہیں جانے دیا، اللہ کے فضل سے خالص حلال رزق سے پیٹ کو بھرا اور اپنے خیالات کو ہمیشہ گندگیوں اور ناپاکیوں سے پاک رکھا، ہمیشہ اللہ کا ذکر کرتی رہتی تھی۔

دوسری بات میں نے یہ کی کہ جب یہ پیدا ہو گیا تو ہزار دودھ پلانے والی ملازمائیں تھیں، میں نے اس کو انہیں نہیں دیا، اپنا ہی دودھ پلایا اور دودھ پلانے کا طریقہ یہ تھا کہ جب وہ دودھ کیلئے روتا تو میں پہلے وضو کرتی، دو رکعت نفل نماز پڑھتی پھر اس بچہ کے لئے دعائیں مانگتی اس کے بعد اسے دودھ پلاتی، ظاہر ہے اندر جو غذا دودھ کی شکل میں جا رہی تھی وہ پاک، پھر میں اللہ کی

طرف بار بار بچہ کیلئے متوجہ ہوتی رہتی تھی تو دودھ کے ساتھ خاص اللہ کا فضل ورحمت بھی شامل ہوتی جاتی تھی، غرض دودھ بھی پاک، اس سے پیدا ہونے والا خون بھی پاک اور پاک خون سے پیدا ہونے والے اخلاق بھی پاک، اسلئے میرے بیٹے میں بداخلاقی اور بزدلی ہرگز پیدا نہیں ہوسکتی، پشت دکھلا کر آنا اور بزدلی دکھانا یہ کمینے اخلاق ہیں، شجاعت اور بہادری پاکیزہ اخلاق میں سے ہیں، جب اس کا خون پاک تھا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ بزدل بن جائے، یہ تو ممکن تھا کہ قتل کردیا جائے اور شہید ہوجائے مگر یہ ممکن نہیں تھا کہ اپنی پشت پر زخم کھا کر بھاگ آئے اور بزدلی دکھائے، جب اس کے خون میں ناپاکی نہیں تو اس کے افعال میں ناپاکی کہاں سے آئے گی؟

یہی وجہ تھی جس کی بناء پر میں نے اللہ کے بھروسہ یہ دعویٰ کردیا تھا کہ یہ ناممکن ہے کہ وہ شکست کھا کر بھاگ آئے، ہاں اگر آپ یہ کہتے کہ وہ شہید ہوگیا ہے تو میں یقین کرلیتی کہ وہ قتل کردیا گیا ہوگا۔

غور کیجئے کہ یہ عورت امیر دوست محمد خان کی بیوی تھی، جو شاہی محل کے اندر رہنے والی تھی، اور جس کو ہر قسم کا عیش وآرام حاصل تھا، پھر بھی اس نے اولاد سے غفلت، سستی اور کاہلی نہیں برتی بلکہ پوری طرح چوکنا رہ کر اپنی اولاد کی تربیت کس انداز کی ہے؟

موجودہ زمانہ میں اکثر پیسے والوں کی اولاد بہت زیادہ بگڑی ہوئی اور دین سے دور ہوتی ہے، وہ لوگ اپنی اولاد کی ذرا سی دنیوی تکلیف برداشت نہیں کرسکتے مگر ان کی اولاد جہنم کے راستہ پر چلی جاتی ہے اس کی ان کو کوئی فکر ہی نہیں، ایک انسان اپنے بچہ کو دنیا کی آگ میں جاتا ہوا دیکھ کر دوڑتا اور بچالیتا ہے مگر وہی انسان اپنی اولاد کو جہنم کے راستہ پر چلتا ہوا دیکھ کر بھی اولاد سے دشمنی کرتا ہے اور ان کو جہنمی بنادیتا ہے، جبکہ ایسے لوگ اپنی اولاد کو دنیا کی ذرا سی دھوپ اور گرمی تک لگنے نہیں دیتے۔

انسان تربیت کرنے پر آتا ہے تو جنگلی جانوروں کی بھی تربیت کرتا ہے

انسان جب تربیت کرنے پر آتا ہے تو جنگلی جانوروں کو بھی انسان بنانے کی کوشش کرتا ہے اور اگر تربیت نہ کرنا چاہے تو انسانوں کو بھی جنگلی جانوروں سے گیا گذرا بنادیتا ہے، چنانچہ

سرکس (Circus) میں ایک انسان جس کو ہنٹر ماسٹر کہا جاتا ہے وہ صرف اپنے ہنٹر کے اشارہ سے شیر، چیتا، ببر جیسے درندے جانوروں کو اپنا فرمانبردار بنالیتا ہے اور کوئی کوئی آدمی تو اپنے گھروں میں بلی، کتا، طوطا وغیرہ پال کر ان کی محبت کے ساتھ دیکھ بھال اور پرورش کر کے ان کو اپنا فرمانبردار بناتا ہے۔

مگر افسوس ایک انسان قرآن کا حامل ہوتے ہوئے بھی اپنی اولاد کی جو اشرف المخلوقات میں سے ہے تربیت نہیں کرتا اور اس کو باغی اور نافرمان بنالیتا ہے، اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس نے اپنی اولاد کو بالکل جانوروں کی طرح یا کفار و مشرکین کی اولاد کی طرح غافل لاپرواہ بن کر صرف روٹی، کپڑا اور مکان اور صرف دنیاوی تعلیم دے کر پالتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس نے اولاد کا حق ادا کر دیا اور اب اولاد اس لائق ہو گئی ہے کہ میرا حق ادا کرے، وہ صرف اولاد کو دنیا کے قابل بنانے ہی کی محنت کرتا ہے۔

حالانکہ وہی انسان جب اپنے گھروں میں مرغی، بلی، کتا، طوطا وغیرہ کو پالتا ہے یا اپنے گھروں اور کھیتوں میں پودے لگاتا ہے تو ان کی پرورش و حفاظت کے پورے طور طریقوں، اصولوں اور ضابطوں سے واقف ہو کر اصولوں اور ضابطوں کے مطابق ان کی پوری پوری دیکھ بھال، حفاظت اور پرورش کرتا رہتا ہے، ان کی دیکھ بھال سے کبھی غافل نہیں ہوتا، ایک گھوڑا گاڑی چلانے والا انسان صرف چند پیسے حاصل کرنے کی خاطر اور ایک گائے بھینس پالنے والا انسان جس سے وہ ہر روز دودھ حاصل کرتا ہے ان جانوروں کی دیکھ بھال اور حفاظت ان ہی اصولوں اور ضابطوں پر کرتا رہتا ہے جو ان کے لئے ضروری ہوتے ہیں، اور ان کی پرورش و نگہداشت میں جس جس قسم کی حفاظت و نگرانی کے لئے جن جن چیزوں کی جیسے جیسے ضرورت پڑتی جاتی ہے مہیا کرتا جاتا ہے، نگہداشت کے سارے طریقوں کو اختیار کرتا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی غفلت نہیں برتتا۔

مگر افسوس ایک مسلمان باپ بن کر اولاد پیدا کر کے ان کے ساتھ یا تو تربیت کے پورے اصول ہی سے واقف نہیں رہتا یا تربیت کے پورے اصول اختیار نہیں کرتا اور غافل کا غافل بنا رہتا ہے یا پھر جانتے ہوئے بھی غیر انسانی اور غیر اسلامی انداز پر زہریلے باغی اور سرکش

ماحول میں تربیت کرتا ہے، حالانکہ وہی اولاد اس کو اس کے جانوروں اور پودوں سے کہیں زیادہ دنیا و آخرت میں فائدہ پہنچانے والی ہوتی ہے، مگر اس کو وہ ضائع کر دیتا ہے اور دین کو کمزور اور بدنام کر دیتا ہے اور ان کو جہنم کے ایندھن کے لئے تیار کرتا ہے۔

ایک کسان اپنے پودوں کیلئے کبھی جان بوجھ کر زہریلی کھاد، حد سے زیادہ پانی اور زہریلی دواؤں کا استعمال نہیں کرتا، چنانچہ اس کو یہ بھی معلوم رہتا ہے کہ پودوں کے اطراف کے ماحول میں جنگلی پودے اُگ جائیں تو ان کو اکھاڑ پھینکنا ہوگا، ورنہ اصلی پودے کی بھی صلاحیت ختم ہو جائے گی اور اس سے مجھے پھیکے بدمزہ مرجھائے ہوئے کیڑ کے پھل ملیں گے اور میں کوئی فائدہ ان پودوں سے نہیں اٹھا سکوں گا۔

غرض کسان پودے لگا کر رات دن ان کی دیکھ بھال کرتا ہے، مختلف جانوروں اور کیڑوں سے حفاظت کے لئے دواؤں کا چھڑکاؤ کر کے حفاظت کرتا ہے اور وقت پر جتنا پانی دینا ہے دیتے ہوئے اور جب پانی بند کرنا ہے بند کرتے ہوئے ان کی پرورش کرتا ہے، پھر ان پودوں سے بہتر پھل اور اناج کی توقع رکھتا ہے، کبھی جان بوجھ کر یا اپنی سستی و کاہلی سے یا ان کی حفاظت و پرورش کے طریقوں سے انجان رہ کر ان کو تباہ و برباد نہیں کرتا بلکہ ہر گھڑی ہر آن چوکنا رہتا ہے۔

مگر وہی انسان مسلمان ہونے کے باوجود، قرآن مجید پر ایمان رکھنے کے باوجود، جنت دوزخ سے واقف ہونے کے باوجود جب اولاد حاصل کرتا ہے اور بحیثیت ماں باپ کے ان انسانی پودوں کی پرورش کرتا ہے تو نباتاتی پودوں اور جانوروں کے مقابلہ میں ان انسانی پودوں کی پرورش و نگہداشت نہ اتنی احتیاط کے ساتھ اور نہ پوری آخرت کی تیاری کی فکر رکھ کر کرتا ہے بلکہ جان بوجھ کر برائی کو برا جانتے ہوئے، انسانی پودوں کی پرورش جنگلی اور زہریلے اور باغیانہ ماحول میں کرتا ہے اور اللہ کی نافرمانی کے ذریعہ انسانی پودوں کی روحانیت کو تباہ و برباد کر کے انہیں مردہ بنا دیتا ہے، پھر بڑے ہونے کے بعد ان سے خوشبودار پھل یعنی اسلام پر چلنے کی امید رکھتا ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ ایک مسلمان اپنی اولاد کو ۲۰ تا ۲۵ سال تک اپنے گھروں میں اپنے ساتھ اور اپنی نگرانی میں رکھ کر پالتا ہے، کھلاتا پلاتا ہے اور ہر قسم کا کنٹرول رکھتے ہوئے بھی وہ

انسان کو اللہ کا صحیح عبد اور بندہ نہیں بناتا، الٹا اللہ ہی کا نہیں خود اپنا بھی نافرمان بنالیتا ہے جبکہ ایک جانور، بلی، کتا، بکری وغیرہ کچھ دنوں ہی میں انسان کے فرمانبردار بن جاتے ہیں، حالانکہ انسانوں کے مقابلہ میں جانوروں کو کوئی عقل اور فہم نہیں ہوتی، جبکہ انسانوں کو عقل اور دماغ جیسی اعلیٰ چیزیں دی گئی ہیں، یہ سب انسان کی تڑپ، فکر، محنتوں اور کوششوں پر منحصر ہوتا ہے، وہ جانوروں اور پودوں پر تو محنت کرتا ہے مگر اولاد پر محنت نہیں کرتا۔

چنانچہ ایسے ماں باپ اپنی اولاد کو صحیح مسلمان بنانے کی محنت تو خود نہیں کرتے مگر اللہ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو نافرمان اولاد دی، آپ محنت اور کوشش کیجئے اور اپنی اولاد کا حق ادا کیجئے، انشاء اللہ آپ کی محنت کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ تو بے انتہاء مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، تربیت شروع کیجئے اور اسے پکارتے رہئے۔

پالنے اور پرورش کرنے کے کیا معنی ہیں؟

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَاراً ۔ (تحریم:۶)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر ہی نہیں بلکہ دوسری مخلوقات پر بھی اولاد کے پالنے اور پرورش کرنے کی ذمہ داری ڈالی ہے، ہر اولاد کیلئے جتنی اور جیسی جیسی ضرورتیں پیش آتی ہیں ان سب کا انہیں ذمہ دار بھی بنایا ہے، چنانچہ سوائے انسان کے باقی ساری مخلوقات اپنے اپنے دائرہ میں اپنے بچوں کی پوری پوری تربیت اور پرورش کرتی ہیں اور کامیاب زندگی گذارنے کے قابل بناتی ہیں، مثلاً پرندوں پر غور کیجئے کہ وہ نہ صرف اپنی اولاد کے لئے گھونسلے کا انتظام کرتے بلکہ وہ اپنے بچوں کو اڑنے اور شکار کرکے پیٹ بھرنے اور خطرات سے بچنے کی پوری تعلیم بھی دیتے ہیں اور اپنے جسم کی صاف صفائی کا طریقہ بھی سکھاتے ہیں، انسان اور خاص طور پر مسلمان ماں باپ اپنی اولاد کو جانوروں کی طرح روٹی، کپڑا اور مکان کا انتظام کریں اور کمانے کیلئے صرف دنیوی تعلیم دلائیں تو پھر وہ کونسا کمال کررہے ہیں؟ اتنا تو جانور بھی کرتا ہے، انسان کو اشرف المخلوقات روٹی، کپڑا، مکان اور دوکان کی بنیاد پر نہیں بنایا

گیا بلکہ سیرت و کردار کی وجہ سے اشرف المخلوقات بنایا گیا اور اللہ تعالیٰ انسان میں سیرت و کردار کا ہی حسن، اعمال صالحہ کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے، حسن سیرت اور حسن کردار یعنی اعمال صالحہ کی وجہ سے ہی انسان انسان بنکر انسانیت کی بلندیوں کو چھوتا ہے۔

مسلم ماں باپ کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ پرورش کا مطلب صرف بچہ کو پیٹ بھر کر دودھ پلا دینا یا عمدہ لباس پہنانا یا انگریزی اور دوسری زبانیں، فیشن کے ساتھ بات کرنا سکھلا دینا یا اپنی قابلیت سے ہزاروں روپے کمانے کا طریقہ سکھانا نہیں بلکہ تربیت اس سے بھی اعلیٰ اور اونچی چیز ہے، جس کے ذریعہ بچہ بڑا ہوکر من چاہی زندگی کے بجائے رب چاہی زندگی گذارتا ہے اور دنیا کو آخرت کی کھیتی جان کر دنیا سے آخرت کو کماتا اور جہنم سے بچ کر جنت میں ٹھکانہ بنالیتا ہے۔

اس تربیت کیلئے ماں باپ کو اپنی اولاد کے جسم اور روح دونوں کے تقاضوں کو پورا کرنا ہوگا، صرف جسمانی تقاضوں کو پورا کردینے سے تربیت حاصل نہیں ہوتی، انسانوں کے رب نے بھی جسم و جان کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے ان کی علاحدہ علاحدہ غذا رکھی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے جسمانی تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے زمین سے مختلف چیزیں نکال کر جسم کی تربیت کا سامان مہیا کیا اور آسمان سے وحی الٰہی کو نازل کرکے روحانی تربیت کا انتظام فرمایا تاکہ انسان کا جسم اور روح دونوں زندہ رہیں اور تربیت پائیں۔

اب اگر مسلمان ماں باپ اپنی اولاد کے صرف جسمانی تقاضوں کو پورا کریں گے تو اولاد کا جسم تو زندہ رہیگا لیکن روح مردہ ہوجائیگی اور وہ چلتی پھرتی مردہ لاشوں کی مانند رہیں گے، اس سے مسلم ماں باپ کی تربیت اور غیر مسلم ماں باپ کی تربیت میں کوئی فرق باقی نہیں رہیگا، کیونکہ غیر مسلم ماں باپ بھی اپنی اولاد کے صرف جسمانی تقاضوں کو پورا کرکے تربیت کے پورا ہونے کا احساس رکھتے ہیں۔

چنانچہ آج کے دور میں مسلم ماں باپ کے پاس صرف جسمانی تقاضوں کو پورا کردینے کا نام ہی تربیت کا تصور ہے، جس کی وجہ سے اکثر مسلمان ماں باپ کی اولاد کا جسم زندہ اور روح مردہ بن چکی ہے، وہ زندگی کے تقریباً تمام شعبوں میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کے خلاف اور رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے منہ موڑ کر دین بیزار، گھاٹے اور خسارے کی زندگی گذار رہی ہے اور اکثر ماں باپ اللہ تعالیٰ کی اس تاکید کو بالکل بھولے ہوئے ہیں کہ: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

جن ماں باپ کو اللہ تعالیٰ کی یہ تاکید یاد رہتی ہے وہ اس کو اپنے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہیں اور اولاد کو خدا کی امانت اور اپنی آزمائش کا ذریعہ جانتے ہیں، وہ اولاد کی پرورش وتربیت میں جسمانی وروحانی دونوں طرح کے تقاضوں کو اسلامی نقطۂ نظر سے پورا کرتے ہوئے اپنے اس فریضہ سے غفلت نہیں برتتے اور اپنے آپ کو اولاد کی تربیت میں اسلامی احکام وہدایات کا سختی سے پابند بنانے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ وہ تربیتِ اولاد کا صحیح اور مکمل تصور رکھتے ہیں تاکہ وہ اور ان کی اولاد جہنم سے بچ جائیں، ان کو یہ بات خوب اچھی طرح معلوم رہتی ہے کہ روحانی تعلیم کے بغیر ان کی اولاد صحیح معنی میں انسان نہیں بن سکتی اور نہ اللہ تعالیٰ کی عبدیت وبندگی کرسکتی ہے۔

متفرق ہدایات

❁ غیر مسلموں کی اولاد میں اور مسلمان کی اولاد میں ظاہری فرق بھی ہونا چاہئے، اس لئے ان کی ایسی تربیت کیجئے کہ وہ بظاہر مسلمانوں کی اولاد نظر آئے اور ان کو دیکھنے سے اللہ یاد آجائے، مگر موجودہ معاشرہ میں اولاد کو دینی تربیت کے نہ ملنے کی وجہ سے غیر مسلموں کی اولاد اور اکثر مسلمانوں کی اولاد میں فرق ہی محسوس نہیں ہو رہا ہے اور ان کا نام پوچھ کر پہچاننا پڑتا ہے، ان کی صورت شکل، وضع قطع، لباس سب کچھ غیر مسلموں جیسا ہی ہوتا جارہا ہے۔

مسلم اور غیر مسلم ماں باپ کی تربیت کا فرق

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَهْلِیْکُمْ نَاراً وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۔(تحریم)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

دنیا میں عورت اور مرد کے ملاپ سے انسانی نسل بڑھتی ہے اور برابر بڑھ رہی ہے، ان دونوں کے مستقل تعلق سے ہی خاندان کی بنیاد پڑتی ہے، پھر مختلف قسم کے رشتے ناطے کنبے اور قبیلے اور برادریاں وجود میں آتی ہیں، پھر ان کنبوں، قبیلوں اور برادریوں کے آپسی تعلقات مل

جل کر رہنے، ایک دوسرے کے ساتھ مدد اور تعاون کی زندگی گذارنے سے انسانی معاشرہ بنتا ہے،لیکن آپ غور فرمائیں گے تو آپ کو یہ انسانی معاشرہ دو طرح کا نظر آئے گا ایک صحیح معاشرہ ،دوسرا غلط معاشرہ۔

صحیح معاشرہ صحیح انسانی معاشرہ وہ ہوگا جو اسلامی عقائد پر ایمان رکھتا ہو اور خدا کی توحید اور آخرت پر یقین رکھتا ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا آخری رسول مانتا ہو، جس کے تمام رشتوں میں ، خانگی تعلقات، ملنے جلنے، رہنے سہنے کے طریقوں میں، برتاؤ سلوک، فرائض وحقوق میں، غرض زندگی کے تمام امور میں اسلامی عقائد ونظریات کارفرما ہوں، اس کو صحیح معاشرہ یعنی اسلامی معاشرہ کہیں گے۔

غلط معاشرہ اور غلط و گمراہ انسانی معاشرہ وہ ہے جو خدا کا انکار کرے یا خدا سے غافل بنا رہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول نہ مانے یا صرف زبانی اقرار کرے یا ان کی جان بوجھ کر نافرمانی کرے، جس کے تمام رشتوں ناطوں اور خانگی تعلقات، رہنے سہنے کے طریقوں، برتاؤ اور سلوک، فرائض وحقوق میں غیر اسلامی عقائد ونظریات کارفرما ہوں اور جو من چاہی زندگی گذار رہا ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو چھوڑ کر یہود ونصاریٰ کی تہذیب وتمدن کو پسند کر رہا ہو تو وہ غیر اسلامی معاشرہ کہلائے گا۔

اسی طرح ان دونوں معاشروں میں نمایاں فرق ہوتا ہے، اسی فرق کی وجہ سے باہم نباہ کرنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ دونوں کا خیال وعمل متضاد سمتوں میں ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک مسلم خاتون کا نکاح ایک غیر مسلم مرد سے نہیں ہوسکتا اور ایک غیر مسلم خدا کا انکار کرنے والی خاتون مسلم گھرانے کی زینت نہیں بن سکتی، اسی طرح ایک مسلم باپ کا بیٹا اگر ان عقائد سے انکار کردے تو پھر وہ مسلم گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود اسلامی معاشرہ کا فرد نہیں رہ سکتا اور اسی طرح اگر ایک کافر باپ کا بیٹا ان عقائد کو مان لے تو وہ غیر مسلم گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود اسلامی معاشرہ میں قبول کرلیا جاتا ہے، اسی طرح ایک دیندار لڑکی کا نباہ ایک بے دین اور دین بیزار کے ساتھ اور ایک دیندار لڑکے کا نباہ ایک بے دین اور دین بیزار لڑکی کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔

خالق کائنات نے رب العالمین ہونے کے ناطے ہر ماں باپ کو اولاد کی پرورش کے

لئے زبردست مامتا اور محبت عطا فرمایا، مگر واقعہ یہ ہے کہ ماں باپ مسلم اور غیر مسلم معاشرہ کے افراد ہونے کی وجہ سے دونوں کی پرورش کے الگ الگ اثرات اور نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔

مسلم ماں باپ کی فکر ایمان و اسلام کی وجہ سے مسلم ماں باپ اپنے بچوں کی تربیت میں مامتا سے بھی آگے بڑھ کر اللہ کے واسطے محبت کرتے ہوئے ان کی پرورش کرتے ہیں، وہ اولاد کو اللہ کی امانت اور آزمائش کا ذریعہ سمجھتے اور یہ جانتے ہیں کہ اللہ نے ان کے جسم اور روح دونوں کی پرورش کی ذمہ داری ان پر رکھی ہے، ان کی نگاہ چونکہ آخرت پر ہوتی ہے اس لئے وہ اپنی اولاد کی پرورش مرنے کے بعد والی زندگی کو نگاہ میں رکھ کر کرتے ہیں اور وہ اولاد کو محض اپنا نہیں اپنے رب کا فرمانبردار بنانا چاہتے ہیں اور ان کے ذریعہ اللہ کا قرب زیادہ سے زیادہ لوٹنا چاہتے ہیں، وہ اپنی اولاد کی آخرت بنا کر اپنے لئے سامان مغفرت تیار کرنا چاہتے ہیں، وہ اپنی اولاد کی دنیوی زندگی ایسی بنانا چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد ہر منٹ اور سیکنڈ دنیا سے فائدہ اٹھا کر آخرت میں اپنی پونجی تیار کر سکے، غرض وہ اپنی اولاد کی دنیوی زندگی کو آخرت کے سانچے میں ڈھال کر سکون حاصل کرتے ہیں، اس فریضہ میں کوتاہی پر وہ اپنے آپ کو اللہ کا مجرم تصور کرتے ہیں۔

غیر مسلم ماں باپ کی فکر اسلام سے ناواقف اور دور ہونے کی وجہ سے غیر مسلم ماں باپ بچہ کی پرورش سے متعلق جو کچھ سوچتے ہیں یا سوچ سکتے ہیں وہ صرف اس دنیا تک ہی محدود ہوتا ہے، موت کے بعد والی زندگی پر ان کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی، وہ اولاد کو نہ اللہ کی امانت اور آزمائش سمجھتے ہیں اور نہ وہ اللہ کی خاطر ان سے محبت کرتے ہیں، صرف اپنے نفس اور مامتا کی محبت میں اندھے بنے ہوئے ہوتے ہیں، چنانچہ وہ ساری کوششیں اور محنتیں صرف اپنی اولاد کی دنیا بنانے اور ان سے نام روشن کرنے اور ان کو اپنا سہارا بنانے کیلئے کرتے ہیں تا کہ ان کی اولاد دنیا کے لحاظ سے ایک کامیاب انسان بن جائے، ان کو اپنی اولاد کے صرف جسمانی تقاضوں کو پورا کرنے ہی کی فکر لگی رہتی ہے، اولاد کی روحانی تقاضوں کے بگڑنے اور تباہ و برباد ہونے کا احساس ہی نہیں رہتا، وہ اپنی اولاد کو سیرت سے آراستہ کرنے کے بجائے مال و دولت، نام ونمود اور دنیا کی محبت سے آراستہ کرتے ہیں۔

چنانچہ مسلم اور غیر مسلم ماں باپ کی فکر میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے، اس لئے

ایک نیک صالح تربیت یافتہ اولاد چھوڑ کر جاتا ہے تو دوسرا غیر تربیت یافتہ نافرمان باغی اولاد چھوڑ جاتا ہے، مگر موجودہ مسلم معاشرہ کا جائزہ لینے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج کل کے اکثر ماں باپ اپنی اولاد کی تربیت بالکل غیر مسلم ماں باپ ہی کی طرح کر رہے ہیں اور ان کی اولاد مسلم ہونے کے باوجود زمین کی پیٹھ پر بوجھ بن کر جی رہے ہیں اور ان کی اولاد سے خیر پھیلنے کے بجائے شر پھیل رہا ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے ایمان لانے والوں کی دو طرح کی درجہ بندی کی ہے، مسلمانوں کا ایک گروپ متقی پرہیز گار ہوگا اور دوسرا ایمان رکھنے کے باوجود جان بوجھ کر اسلامی احکام کے خلاف چلے تو فاسق و فاجر ہوگا، چنانچہ قیامت تک یہ دو طرح کے انسان مسلمانوں میں رہیں گے، ظاہر بات ہے کہ فاسق و فاجر اور متقی و پرہیز گار دونوں انسانوں کی تربیت کا مزاج و انداز الگ الگ ہوگا، چنانچہ متقی پرہیز گار مسلمان اپنی اولاد کی تربیت تقوی اور پرہیز گاری، حرام و حلال کے اصولوں پر کریں گے اور ان کے نزدیک آخرت اصل ہوگی، اس کے برعکس فاسق و فاجر مسلمان اپنی اولاد کی پرورش دنیا کو سامنے رکھ کر غیر مسلموں کے انداز پر کریں گے، ان کے پاس اسلام کی تہذیب و تمدن کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی، وہ غیر مسلموں کی تہذیب و تمدن کے عاشق ہوں گے اور ان کے نزدیک آخرت سے زیادہ دنیا ہی قیمتی شئی ہوگی بس یہی کچھ انداز مسلم معاشرہ میں چل رہا ہے۔

افسوس مسلم معاشرہ کے وہ ماں باپ کتنے بڑے ظالم ہیں جو اولاد تو پیدا کرتے ہیں اور اپنی زندگی کی راحت، بقاء اور ارتقاء کیلئے آل و اولاد سے ہر طرح کی مدد، خدمات اور مراعات بھی ضرور حاصل کر لیتے ہیں مگر خود اپنی ذمہ داریاں اور حقوق ادا نہیں کرتے، اس طرح خاندان معاشرہ اور ملک میں اپنی غیر تربیت یافتہ اولاد سے مختلف جرائم کا ارتکاب کراتے ہیں اور دین کو بدنام کر کے اپنی اولاد کے ذریعہ دوسروں کو اسلام کے سمجھنے میں رکاوٹ کھڑی کر دیتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اولاد شجر انسانیت کے وہ بہترین پھل اور پھول ہیں جن سے ماں باپ کا نام دنیا میں باقی رہتا ہے اور اسلام کے پھیلنے پھولنے میں مدد ملتی ہے، مگر اسی اولاد سے جب دنیا میں فساد برپا ہو اور شر پھیلے اور قرآن کی خلاف ورزی ہو، تو ماں باپ کا نام دنیا میں روشن ہونے کے بجائے الٹا بدنام ہو جائے گا اور لوگ بھی اولاد کی برائی پر ماں باپ کو بھی لعنت

اور برائی کے ساتھ یاد کریں گے اور آنے والی نسلیں بھی والدین کو برے ناموں سے ہی یاد رکھیں گی اور اسلام صرف کتاب اور مسجد کی حد تک رہ جائے گا، اس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ ہم آئے دن اپنے معاشرہ میں اکثر یہ جملہ سنتے رہتے ہیں کہ فلاں لڑکی نے ماں باپ اور خاندان کی ناک کٹوادی اور فلاں لڑکے نے ماں باپ کا نام ڈوبا دیا یا فلاں لڑکے نے ماں باپ کا نام روشن کر دیا یا فلاں سے ایسی بری اولاد نے جنم لیا یا فلاں فلاں لوگ اسلام کی غلط شکل پیش کر کے اسلام کا غلط تصور پیش کر رہے ہیں اور اسلام کی امیج خراب کر رہے ہیں۔

اگر والدین اولاد کو دین سے ناآشنا رکھے اور صحیح معنوں میں مسلمان نہیں بنائے تو قیامت تک لعنت وعذاب ان کے حصہ میں بھی آئے گا اور آخرت کی زندگی میں وہ بھی مجرم ٹھہریں گے۔

مسلمان بنانا اور نہیں بنانا ماں باپ کے اختیار میں ہے

جب مسلمانوں سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو صحیح معنی میں مسلمان بنائیں تو انہیں غصہ آجاتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ کیا ہماری اولاد مسلمان نہیں؟ یہاں دراصل ایسے مسلمانوں کو ایک غلط فہمی اور غلط تصور ان کے ذہنوں میں بیٹھ گیا ہے، وہ دنیا میں دیکھتے ہیں کہ آم کی گٹھلی سے آم کا درخت، انار کے بیج سے انار کا درخت، جام سے جام کا درخت پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ مرغی سے انڈا اور انڈے سے مرغی، بکری سے بکری، گائے سے گائے، بھینس سے بھینس پیدا ہوتی ہے تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ جیسے ان تمام چیزوں سے ان کی اپنی اپنی جنس پیدا ہو رہی ہے تو اسی طرح مسلمان کے پیٹ سے مسلمان، غیر مسلم کے پیٹ سے غیر مسلم پیدا ہو رہا ہے، یہ تصور غلط ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **"ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں"**۔ (بخاری و مسلم) اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اب اس کے ماں باپ اس کو یا تو مسلمان بنا دیتے یا غیر مسلم بنا دیتے ہیں، مسلمانوں کو یہ بات سمجھنی چاہئے کہ جس طرح آم سے آم، جام سے جام اور جانور سے جانور پیدا ہوتا ہے اسی طرح مسلم یا غیر مسلم چونکہ انسان ہیں اس لئے انسان سے انسان پیدا ہوتے ہیں۔

کوئی بھی انسان پیدائشی طور پر حقیقی مسلم یا غیر مسلم بن کر پیدا نہیں ہوتا، اللہ تعالی تمام

انسانوں کی اولاد کو صحیح فطرت پر پیدا فرماتا ہے، مسلم اور غیر مسلم دونوں بچوں کی فطرت صحیح رکھتا ہے، اب ان کے ماں باپ ان کی فطرت کو یا تو بگاڑتے یا بناتے ہیں، اس لئے مسلمان بنانا اور نہیں بنانا ماں باپ کے ذمہ ہے، صرف مسلمان ماں باپ کے پیٹ میں پیدا ہوجانے سے انسان مسلمان نہیں بنتا، مسلمان ماں باپ کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ صرف مسلمان ماں باپ کے پیٹ خاندان اور گھرانے میں کوئی پیدا ہوجائے تو وہ مسلمان نہیں بن جاتا ، اس پر محنت کرکے اس کو مسلمان بنانا پڑتا ہے، جس طرح ایک ڈاکٹر کے گھر میں کوئی بچہ پیدا ہوجائے تو وہ پیدائشی ڈاکٹر نہیں ہوتا اور لوگ اس بچہ کو ڈاکٹر صاحب کہہ کر نہیں پکارتے ، اگر کوئی بچہ کو باپ کی طرح ڈاکٹر سمجھے اور ڈاکٹر پکارے تو وہ بیوقوف کہلائے گا، بچہ کو تو باقاعدہ علم حاصل کرنا ہوگا، تھیوری اور پریکٹیکل کی مشق کرنا ہوگا اور اس لائن کی خاص تعلیم حاصل کرنا ہوگا تب ہی وہ ڈاکٹر کہلائے جانے کے قابل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سورۂ نساء میں ایمان والوں کو یہ تعلیم دے رہا ہے:

''يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا۔ اے ایمان والو! ایمان لاؤ''۔

ذرا سوچئے! اللہ تعالیٰ خود کہہ رہا ہے کہ اے ایمان والو! ایمان لاؤ، آخر ایمان والوں ہی کو ایمان لانے کی تاکید کیوں کی جارہی ہے؟ مطلب یہ کہ: اے وہ لوگو جو مسلم ماحول معاشرہ اور خاندان میں پیدا ہوئے یا جنہوں نے دکھاوے اور ظاہر داری میں ایمان قبول کیا! ان کو چاہئے کہ وہ پورے شعور، سمجھ اور دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل کرکے ایمان لائیں، الحمدللہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان مانیے کہ اس نے ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اپنی پسند سے پیدا فرمایا اور مسلمان بنایا، ایسی صورت میں ایک انسان کو تقلیدی، خاندانی، روایتی اور قانونی ایمان تو ہے مگر یہ بے شعوری والا ایمان ہوگا، اس لئے ہم کو اور ہماری اولاد کو اپنی پسند اور چاہت سے مسلمان بننا ہوگا، اسی لئے اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی پسند اور چاہت سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو حقیقی مسلمان بنا کر بتلائیں اور حقیقی اور شعوری ایمان پیدا کریں۔

صرف جسموں کا نام مسلمان رکھنے سے انسان مسلمان نہیں بن جاتا

ایک بزرگ اپنے علاقہ میں مسلمانوں کو غفلت سے جگانے کے لئے ایک ڈبے پر ماروتی کار لکھ کر موٹر کا نمبر لگادیا، لوگوں کے پوچھنے پر بتلایا کہ یہ ماروتی کار ہے، لوگوں نے کہا

کہ حضرت صرف موٹر کا نمبر لکھ دینے یا ڈبے کو ماروتی کار کا نام دینے سے وہ ماروتی کار کیسے بن جائے گی؟ اس میں تو وہ تمام پُرزے اور مشین ہونے چاہیئے تب ہی یہ ڈبہ کار بن سکتا ہے، تو بزرگ نے کہا کہ اچھا تو پھر یہ بتاؤ: تم کون ہو؟ لوگوں نے کہا ہم مسلمان ہیں! تو بزرگ نے کہا: صرف جسموں کا نام مسلمان جیسا رکھ لینے سے کیا آپ لوگ مسلمان بن جائیں گے؟ جب ڈبے میں کار جیسے پُرزے اور مشین ہوں تب ہی ڈبہ کار بن سکتا ہے صرف نام اور نمبر لکھنے سے موٹر نہیں بن سکتا تو آپ لوگوں میں مسلمان جیسے صفات اور مسلمان جیسے عقائد و اعمال اگر نہ ہوں گے تو آپ کیسے مسلمان کہلائیں گے؟ بزرگ نے کہا: یاد رکھو! حکومت کے رجسٹروں میں ، راشن کارڈ اور اسکول کے سرٹیفیکیٹ اور دفتروں میں اپنا نام مسلمانوں کے خانوں میں لکھوانے سے آپ اپنے آپ کو مسلمان کیسے سمجھ رہے ہیں؟ صحابہؓ جیسا ایمان وعمل پیدا کرو تو اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکتے ہو، اس لئے تمام مسلم ماں باپ کو اپنی اولاد کی پرورش کے لئے یہ باتیں ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ آیا وہ اپنی اولاد کو مسلم بنا رہے ہیں یا غیر مسلم بنا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کو کسی سے نہ ہمدردی ہے اور نہ دشمنی کہ وہ کسی کو بھی زبردستی مسلم بنادے اور زبردستی جنت میں بھیج دے یا کسی کو زبردستی غیر مسلم بنادے اور زبردستی دوزخ میں ڈالدے، وہ انسانوں کا امتحان لینے کے لئے کسی کو مسلم ماحول اور کسی کو غیر مسلم ماحول عطا فرمایا، پھر ایک مرتبہ یاد رکھئے جس طرح آم سے آم، جام سے جام اور جانور سے جانور پیدا ہوتے ہیں اسی طرح انسان سے انسان ہی پیدا ہوتے ہیں، مسلم اور غیر مسلم پیدا نہیں ہوتے۔

اولاد کی تربیت کی تعلیم ماں باپ بننے سے پہلے ہی دی جائے

اسلام نے زندگی کے ہر ضروری شعبہ کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض رکھا ہے اور ایک مسلمان کو اس دنیا میں ماں باپ، بیوی، شوہر، بچوں، رشتہ داروں اور دوسرے انسانوں کے ساتھ نوکری یا تجارت کرتے ہوئے زندگی گذارنا پڑتا ہے، یعنی انسان کی زندگی کے مختلف شعبے ہیں جن سے اس کو ہر روز سابقہ اور واسطہ پڑتا رہتا ہے مگر ہمارے معاشرہ کی تربیت کا یہ سب سے بڑا نقص ہے کہ مسلمانوں کو اپنی زندگی گذارنے کے شعبوں کے احکام سے واقف ہی نہیں

کرایا جاتا اور نہ کسی شعبہ کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے جس کی وجہ سے بیشتر مسلمان نوکری اور تجارت یا تو اپنے ذہن سے یا بازار اور دفتر میں غیر مسلموں کے طرز کو دیکھتے ہوئے کرتے ہیں، چونکہ ان کو قطعی نوکری اور تجارت کے اسلامی آداب ہی معلوم نہیں اس لئے وہ سنت کے مطابق تجارت نہیں کر پا رہے ہیں۔

اسی طرح شادی کے بعد ایک مسلمان لڑکی اپنے خاندان کی دوسری عورتوں کی نقل کرتی ہوئی اور ایک مسلمان لڑکا اپنے خاندان کے دوسرے مردوں کو دیکھ کر میاں بیوی کی طرح زندگی گذارتے ہیں، ان کو قطعی اسلامی آداب معلوم نہیں رہتے کہ بیوی پر شوہر کے کیا حقوق عائد ہوتے ہیں اور شوہر پر بیوی کے کیا حقوق عائد ہوتے ہیں۔

بالکل اسی طرح ماں باپ کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ اولاد کی تربیت کیسے کریں؟ وہ اپنے محلّہ اور ماحول میں دوسرے انسانوں کو جس طرح اپنی اولاد کی پرورش کرتا ہوا دیکھتے ہیں بالکل اسی طرح نقالی کرتے ہوئے اپنی اولاد کی تربیت کرتے ہیں، چنانچہ آج مسلمانوں کی بڑی تعداد اولاد کی تربیت غیر مسلم ماں باپ کی طرح کر رہی ہے۔

اولاد کی تربیت کا یہ سبق اتنا زیادہ بھولا ہوا ہے کہ مختلف ملکوں میں نسلوں کی نسلیں محض ماں باپ کے تربیت نہ کرنے کی وجہ سے اسلام سے دور اور اللہ تعالیٰ سے باغیانہ زندگی گذار رہی ہیں، اس تباہی و بربادی کے باوجود پھر بھی یہ نکتہ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آج دنیا میں اتنی زیادہ بے دینی ہی بے دینی کیوں اور کہاں سے پھیل رہی ہے؟ حالانکہ بات صاف ہے اور وہ یہ کہ موجودہ زمانہ کے تقریباً سارے ماں باپ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت بالکل ویسے ہی کر رہے ہیں جیسے غیر مسلم اپنی اولاد کی تربیت کر کے ان کو اللہ تعالیٰ کا باغی اور دنیا دار بناتے ہیں۔

آج ہمارے معاشرہ میں میاں بیوی کی لڑائیاں، طلاق کے جھگڑے یا ایک دوسرے پر ظلم محض اس لئے ہو رہا ہے کہ کسی بھی لڑکے یا لڑکی کو شادی سے پہلے شادی کے بعد والی زندگی کی تربیت ہی نہیں دی جاتی اور نہ ان کو یہ سمجھایا جاتا ہے کہ شادی سے اللہ تعالیٰ کا مقصد کیا ہے؟ اور شادی کے بعد ان پر اسلام کیا ذمہ داریاں ڈالتا ہے؟

پس اولاد کی تربیت کے لئے بھی ہر مسلمان کو ماں باپ بننے سے پہلے یا ماں باپ بننے

کے فوراً بعد باقاعدہ تعلیم دی جائے یا کم سے کم اس عنوان پر یہ کتاب پڑھائی جائے تاکہ وہ اپنی ذمہ داریاں اسلامی انداز سے ادا کرتے ہوئے اپنی نسلوں کو بے دینی اور گمراہی سے بچائیں اور اسلام سے صحیح واقف کرائیں۔

اگر ماں باپ اپنی اولاد کی تربیت نہیں کرتے تو اس سے عموماً اولاد کی آخرت تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور وہ جہنم کے قابل بن جاتی ہے اور اولاد کا گناہ ماں باپ کے بھی نامۂ اعمال میں درج ہوتا جاتا ہے۔

نیک اور صالح اولاد حاصل کرنے کیلئے دیندار عورت کا انتخاب کرنا ہوگا

نیک صالح اور دیندار اولاد حاصل کرنے کیلئے دیندار عورت کا انتخاب کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ بچہ باپ سے پہلے ماں کا اثر قبول کرتا ہے اور باپ سے زیادہ ماں کے قریب ہی رہتا ہے، ہمارے آقا ﷺ نے خاص طور پر نیک اور دیندار عورتوں سے شادی کرنے کی ترغیب دی ہے۔

☆ بخاری شریف کی ایک حدیث کا مفہوم ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عام طور پر چار بنیادوں پر لوگ عورتوں سے نکاح کرتے ہیں یا تو حسب نسب کی وجہ سے یا خوبصورتی کی بنیاد پر یا مالداری کی وجہ سے یا پھر دینداری کی بنیاد پر، پس تم ان تینوں بنیادوں سے ہٹ کر دینداری کی بنیاد پر نکاح کیا کرو، ایک اور روایت میں ہے: گوری خوبصورت دنیادار عورت کے مقابلہ میں کالی موٹے ہونٹ والی حبشی دیندار عورت ہو تو اسی کو ترجیح دو''۔

☆ مسلم کی ایک اور حدیث کا مفہوم ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: دنیا کی بہترین متاع نیک بخت عورت ہے۔

☆ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے جس کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے بعد جو چیز سب سے بہتر اپنے لئے انتخاب کرتا ہے وہ نیک بخت عورت ہے، جس کو وہ کسی بات کا حکم دے تو وہ فوراً اس پر عمل کرے، اس کی طرف دیکھے تو اس کا دل خوش کر دے، اگر وہ گھر کے باہر رہے تو اپنی عصمت اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔ (ابن ماجہ)

☆ حضرت انسؓ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی عورت سے اس کی وجاہت کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اور ذلیل کر دیتے ہیں

اور جو اس سے مال کی خاطر شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے فقر کو اور بڑھا دیتے ہیں، اور جو اس کے حسب ونسب کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اور زیادہ ذلیل ورسواء کردیتے ہیں اور جو شخص کسی عورت سے اس لئے شادی کرتا ہے کہ اپنی نگاہ کو حرام سے بچاسکے اور عزت وآبرو کی حفاظت کرسکے یا صلۂ رحمی کرسکے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے اس عورت میں برکت دیدیتے ہیں اور عورت کیلئے مرد کو مبارک بنادیتے ہیں۔ (طبرانی)

☆ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم گندگی کے سبزے سے بچو، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! گندگی کا سبزہ سے کیا مراد ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ حسین وجمیل عورت جو گندے اور رذیل خاندان میں پیدا ہوئی ہو۔

لوگ عام طور پر خوبصورتی اور حسن کے دیوانے بن کر ایسے خاندان جہاں کے لوگ شرابی، جواری یا عورتیں طوائف، ناچنے، گانے والیاں یا زنا وغیرہ کی عادی ہوتی ہیں ان خاندانوں کی لڑکیوں کو خوبصورت اور حسین پاکر شادی کرلیتے ہیں حالانکہ ایسے خاندان کی لڑکیوں سے شادی نہیں کرنا چاہئے۔

☆ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے اپنی اولاد کو اپنے آقا ﷺ کی ہدایات کی روشنی میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے بیٹو! نکاح کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے بیج بونے والا، اسلئے انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کہاں بیج ڈال رہا ہے، بری ذات ونسل کی عورت بہت کم شریف، صالح اور نیک صفات والا بچہ جنتی ہے، اس لئے شریف النسل لڑکی کا انتخاب کرو، چاہے اس میں کچھ وقت کیوں نہ لگے (تاکہ اولاد گندے اور برے خاندان کی لڑکیوں سے بچے)۔

اسی انتخاب اور اعلیٰ اخلاق کی حامل عورت سے نکاح کرنے کو سمجھانے کے لئے حضرت عمرؓ نے اپنے ایک بیٹے کے اس سوال کے جواب میں کہ بچہ کا باپ پر کیا حق ہے؟ فرمایا: اس کی ماں کے انتخاب میں سوچ سمجھ سے کام لے۔

غرض یہ کہ دیندار عورت سے نکاح افضل ہے، مگر موجودہ معاشرہ میں اکثر مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف لڑکی کو پسند کرنے کا معیار خوبصورتی، دولت اور خاندان کو ہی بنالیا ہے اور دنیادار تو دنیادار دیندار لوگ بھی دینداری کا

دعویٰ کرتے ہوئے تقویٰ و پرہیزگاری کو چھوڑ کر خوبصورتی کی بنیاد پر دنیادار خوبصورت لڑکیوں کو ہی پسند کرتے ہیں اور موجودہ زمانہ کی اکثر شادیاں خوبصورتی، دولت اور خاندان کی بنیاد پر بے نمازی، دنیادار، بے حیاء، بے شرم، دین سے ناواقف، دین بیزار لڑکیوں سے ہی کی جارہی ہیں اور بہت کم لوگ دینداری کو ترجیح دیتے ہیں۔

چنانچہ ایسی عورتوں سے جو بھی اولاد حاصل ہورہی ہے ان میں زیادہ تر ماں ہی کی پوری صفات ظاہر ہورہی ہیں، جو ماں خود ایمان سے ناواقف ہو، نماز کی پابند نہ ہو، اسلامی تہذیب کے مقابلہ میں مغربی کلچر کو پسند کرتی ہو اور جس کے لباس، رہنے سہنے میں بے حیائی اور بے شرمی ہو اور جو دین سے بیزار ہو وہ اپنی اولاد کو کہاں سے دین پر چلائے گی؟ وہ خود اللہ کی نافرمان اور باغی ہو تو اولاد کو بھی اللہ کا باغی اور نافرمان بنائے گی، جس طرح بنجر اور پتھریلی زمین پر بیج اور پودا پھل پھول نہیں سکتا اسی طرح دنیادار اور بے دین عورت جو مومن کے لئے زمین کی حیثیت رکھتی ہے اس کی گود میں ایمانی حرارت والا صحیح فطرت کا پودا پھل پھول نہیں سکتا۔

تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کے پیچھے ان کی ماؤں ہی کا ہاتھ رہا اور اسلامی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ بزرگان دین کی سیرت کو بنانے میں ان کی ماؤں کا بہت بڑا دخل رہا ہے اور بڑے بڑے اولیاء اللہ کی تربیت ان کی ماؤں نے ہی کی ہے، مثلاً امام بخاریؒ کے پیچھے ان کی ماں کی تربیت کا بہت بڑا ہاتھ ہے، حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے کردار کو بنانے میں ماں کا بہت بڑا دخل ہے، اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی بنیادی تعلیم میں ماں ہی کا بہت بڑا اثر ہے۔ انگریزی مقولہ ہے: **"A Great Man has a Great Mother"**۔

زمانہ، تاریخ اور انسانی زندگی اس بات پر گواہ ہیں کہ جب ماں درست ہوتی ہے، ماں دیندار ہوتی ہے تو اس کی گود میں قطب، ولی اور ابدال، دین کی محنت کرنے والے، نمازی پرہیزگار اور مجاہد، سخی، ایماندار اور امانت دار انسان پیدا ہوتے ہیں اور اگر ماں خود غیر تربیت یافتہ، فاسد مزاج، اسلامی زندگی سے دور، دین سے ناآشنا، دنیادار اور آخرت سے غافل ہو تو اس کی گود میں جو اولاد پلتی ہے وہ اللہ کی باغی، چور، ڈاکو، لٹیرے، بے نمازی، بے ایمان، دین بیزار، دریہ ذہنیت کی، بدکردار، فیشن پرست، غرض یہ کہ ہر طرح سے اولاد نکمی ہوتی ہے۔

دیندار عورت کیلئے دیندار مرد ہی کا انتخاب کیا جانا بھی ضروری ہے

اس تشریح سے یہ نہ سمجھئے کہ نیک اور صالح اولاد حاصل کرنے کے لئے صرف یکطرفہ طور پر دیندار عورت ہی کا انتخاب کیا جائے بلکہ یہ بات اعتدال کے خلاف ہوگی، عورت انسانوں کے لئے زمین کی مثال ہے، زمین جتنی زیادہ زرخیز اور نرم ہوگی پودا اس پر اتنا ہی پھلتا پھولتا ہے ،مگر اس سے بھی آگے مرد کی مثال کسان کی طرح ہے جو ہر طرح سے زمین اور پودے کی دیکھ بھال کرتا ہے اور اس کی ہر ضرورت کو پورا کرتا ہے۔

اگر کسان کھیتی نہ کرے اور زمین پر ہل نہ جوتے اور وقت پر پانی اور کھاد اور بیج نہ ڈالے یعنی زمین کو زرخیز کرنے کی فکر نہ کرے اور الٹا کھیت کو جانوروں سے روندوائے اور مختلف جراثیم ، کیڑوں ،مکوڑوں سے زمین اور پودوں کی حفاظت نہ کرے تو زمین زرخیز ہونے کے باوجود پودوں کی نشو نما نہیں ہوسکتی ،اس لئے ضروری ہے کہ دیندار عورت کیلئے دیندار مرد کا ہی انتخاب کیا جائے۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے جو حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب (تمہاری لڑکیوں کیلئے) تمہیں وہ شخص پیام بھیجے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے تم نکاح کردو، اگر تم ایسا نہ کروگے (اور لڑکیوں کو مال د ولت کے لالچ میں بٹھائے رکھوگے) تو دنیا میں فتنہ برپا ہوگا۔

چنانچہ آج کل مسلمانوں کی اکثریت اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر عمل نہیں کررہی ہے، ان کے نزدیک ترجیح کی چیز صرف مال و دولت ، جائیداد اور دنیا بن گئی ہے، حالانکہ نیک اور صالح اولاد حاصل کرنے کے لئے لڑکے اور لڑکی کا انتخاب اسلامی احکام کی روشنی میں ہونا چاہئے ،مگر ماں باپ کی دین بیزاری اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے انحراف کی وجہ سے موجودہ معاشرہ میں انتخاب کا معیار لڑکی والوں کے نزدیک عہدہ اور مال اور لڑکے والوں کے نزدیک دولت ،حسن وخوبصورتی بنا ہوا ہے اور معاشرہ میں یہ رواج عام ہوگیا ہے کہ والدین جو بھی رشتہ طئے کردیں لڑکا اور لڑکی اس کو اپنی زندگی کا شریک حیات بنالیں اور لڑکی خاص طور پر مجبوراً چارو نا چار وہی رشتہ قبول کرلیتی ہے جو ماں باپ نے طے کردیا ہو اور شادی کے بعد بہت ساری تکالیف و پریشانیوں کو محض ماں باپ کے فیصلہ کی وجہ سے برداشت

کرنا پڑتا ہے اور وہ زندگی بھر مصیبتوں اور پریشانیوں کا شکار رہتی ہے اور ماں باپ کی حماقت اور جہالت کا نتیجہ لڑکی کو بھگتنا پڑتا ہے۔

چنانچہ ماں باپ ڈاکٹر انجینئر اور دولت کے لالچ میں بدصورت، بداخلاق، عمر رسیدہ، رشوت خور، زانی، شرابی، بے حیاء، بے نمازی، ملحد، دہرئے اور دین سے ناواقف مرد سے اپنی لڑکی محض دنیاوی خوشحالی کی خاطر بیاہ دیتے ہیں، نہ لڑکی کی مرضی معلوم کرتے ہیں اور نہ اس کے دینی مستقبل کے بارے میں کچھ سوچتے ہیں، کل قیامت کے دن یہ لڑکیاں اپنے ماں باپ پر مقدمہ دائر کریں گی کہ ہم اپنے ماں باپ کی تابع تھیں، انہوں نے ہماری شادی جہاں پر طے کیا، ہم نے مجبوراً اسے قبول کرلیا اور اس انسان نے ہمیں دین سے دور، اللہ کا باغی اور سرکش بنادیا اس لئے ہماری بے دینی کے ذمہ دار ہمارے ماں باپ بھی ہیں جس کی وجہ سے ماں باپ مجرم اور گنہگار ٹھہریں گے۔

موجودہ مسلم معاشرہ کی تباہی و بربادی کا یہ بھی ایک بہت بڑا راز ہے کہ مومنہ دیندار اور صالح پاکیزہ لڑکیوں کو ایسے مردوں کے ساتھ نکاح میں باندھا جارہا ہے جو آزاد خیال، دین سے ناواقف، ملحد، دین بیزار، مشرک و بدعتی ہوتے ہیں، جنہیں نہ رشتہ کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ وہ عہد و پیماں کے پابند ہوتے ہیں، صرف رسمی انداز سے ہزاروں روپے مہر میں قبول کرلیتے ہیں مگر ادا کرنے کی کوئی نیت نہیں رکھتے۔

ایک نیک شریف کنواری دیندار لڑکی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوسکتا ہے کہ اسے نکاح کے دوسرے ہی دن پردے سے بے پردہ کردیا جائے اور نیم عریاں لباس پہنا کر بازاروں میں تھیٹروں میں گھمایا جائے اور اسے زبردستی مجبور کیا جائے کہ دین و مذہب، اخلاق و شرافت کا دامن فوراً چھوڑ کر مغربی کلچر کو اختیار کرتے ہوئے پوری بے حیائی اور آزادی کے ساتھ سڑکوں، بازاروں اور نامحرموں کے سامنے گھومتی پھرتی رہے، نیز اسلامی شکل وصورت کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کی شکل وصورت اختیار کرے۔

کتنی ہی ایسی دیندار شریف النفس لڑکیاں ہیں جن کا حسن و کردار اور تقویٰ ضرب المثل تھا لیکن وہ اپنے ماں باپ کی غلطی اور غیر اسلامی انتخاب کی وجہ سے آزاد خیال گھرانوں اور مغربی

تہذیب کے دیوانوں کے حوالے کردی گئیں، پھر شادی کے بعد وہ بدکردار، بے حیاء، بے شرم، دین بیزار عورتیں بن گئیں، جن کی نظر میں اسلامی تہذیب، شرافت وحیاء کی کوئی قیمت باقی نہیں رہی اور یہ بات بالکل یقینی ہے کہ بچے جب ایسے آزاد خیال گندے، بے حیاء، بے دین، یہود و نصاریٰ کے دیوانوں کے گھروں میں نشو ونما پائیں گے تو لامحالہ ان میں بھی وہی جراثیم پیدا ہوجائیں گے جو ماں باپ میں ہیں۔

اس لئے دین واخلاق کے معیار اور اس کی بنیاد پر رشتہ کا انتخاب کرنا ایک ایسی اہم چیز ہے جو مومن کو عورت کیلئے سکون واطمینان اور بچوں کیلئے اسلامی تربیت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

بہو اور داماد کے انتخاب کی مثالیں حضرت عمرؓ فاروق کا مشہور واقعہ ہے کہ انہوں نے امیر المؤمنین ہونے کے باوجود اپنی بہو کا انتخاب خوبصورتی خاندان اور دولت کی بنیاد پر نہیں بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری اور ایمان کی بنیاد پر کیا، ایک رات آپ تنہائی میں رعایا کے حالات جاننے کے لئے ایک مقام سے گذر رہے تھے تو آپؓ نے ایک مکان میں یہ گفتگو سنی کہ ایک ماں اپنی بیٹی کو یہ ترغیب دے رہی ہے کہ صبح دن نکلنے سے پہلے ہی دودھ میں پانی ملادو، لڑکی بولی کہ ماں امیر المؤمنین کو اس کی خبر ہوجائے تو اچھی بات نہیں، امیر المؤمنین نے منع کیا ہے، ماں نے کہا امیر المؤمنین کہاں دیکھنے کو آرہے ہیں؟ تو بیٹی نے کہا کہ ماں! امیر المؤمنین نہیں دیکھ رہے ہیں تو کیا ہوا، خدا تو دیکھ رہا ہے، یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اس گھر پر نشان لگایا اور واپس چلے گئے، صبح میں ماں کو بلوا بھیجا اور پھر اس لڑکی کو اپنے بیٹے حضرت عاصم کا رشتہ دیا اور بہو بنایا جس کی نسل میں آگے چل کر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جیسی شخصیت پیدا ہوئی جن کو عمر ثانی کہا جاتا ہے، حضرت عمرؓ نے بہو کی پسند کا معیار اس کے تقویٰ اور ایمانداری کو بنایا، نہ آپؓ نے رنگ وروپ دیکھا، نہ خاندان حسب نسب کو اور نہ مال ومتاع کی تفصیل معلوم کی۔

اسی طرح حضرت سعید ابن مسیّبؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ وہ مدینہ کے رہنے والے ایک بہت بڑے عالم اور متقی انسان تھے، ان کی غیرت اور نیکی بہت مشہور تھی، ان کی ایک لڑکی تھی، انتہائی خوبصورت پڑھی لکھی اور سلیقہ شعار، خلیفہ عبد الملک نے جب ان کی لڑکی کی تعریف سنی تو اپنے لڑکے ولید کا پیغام بھیجا، حضرت سعیدؒ چونکہ عالم اور متقی انسان ہونے کے ناطے اپنی لڑکی کے لئے دیندار لڑکا چاہتے تھے اس لئے صاف انکار کردیا، خلیفہ کو یہ بات سخت ناگوار گذری، اس نے حضرت

سعید ابن المسیبؒ پر طرح طرح کی سختیاں کیں لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے اور پرواہ نہ کی اور صاف صاف کہہ دیا کہ میں اپنے جگر کے گوشہ کی دنیا بنا کر آخرت کو برباد نہیں کرنا چاہتا۔

ان کے مکان پر ایک دینی درسگاہ تھی جس میں بہت سے نوجوان دین کا علم سیکھنے کے لئے آتے تھے، ان نوجوانوں میں ایک غریب دیندار قابل مگر معمولی حیثیت کے آدمی ابو واعدؒ بھی تھے، بڑی پابندی سے درس میں شریک ہوا کرتے تھے، ان کی نیکی، تقویٰ اور علم دین کے جذبہ سے حضرت سعیدؒ بہت متاثر تھے، ایک مرتبہ چندروز تک ابو واعدؒ غیر حاضر رہے، کئی دنوں کے بعد ابو واعدؒ آئے، جیسے ہی ابو واعدؒ حاضر ہوئے، حضرت سعیدؒ نے غیر حاضری کی وجہ دریافت کی تو عرض کیا، حضرت میری بیوی کا انتقال ہو گیا تھا اس وجہ سے میں کافی پریشان رہا، پھر گھر کا کام کاج اور بچوں کی دیکھ بھال خود مجھے ہی کرنی پڑ رہی ہے، سعیدؒ نے کہا اچھا تمہاری بیوی کا انتقال ہو گیا، تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ کی؟ کم از کم میں بھی تجہیز وتکفین میں شریک ہو جاتا؟ ابو واعدؒ نے کہا: حضرت میں نے سوچا آپ کو کیا زحمت دوں، بحمد للہ سارے کام بخیر وخوبی انجام پا گئے۔

تھوڑی دیر میں تمام طلبہ رخصت ہو گئے، ابو واعدؒ نے بھی اجازت چاہی، حضرت سعیدؒ نے انہیں اپنے پاس بلایا پھر پوچھا: کہو تم نے دوسری شادی کی بھی فکر کی ہے یا نہیں؟ ابو واعدؒ نے کہا: حضرت میں نے قریش کا ایک ایک خاندان چھان مارا مگر مجھے کوئی اپنی فرزندی میں لینے کے لئے تیار نہیں کیونکہ میرے پاس نہ جائیداد ہے اور نہ مال و دولت، میں ایک غریب نادار فاقہ کش انسان ہوں، خدا کی محبت اور خوف کے سوا میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، حضرت سعیدؒ نے فرمایا: اللہ اکبر تمہیں لوگ اس بناء پر قبول نہیں کرتے کہ تم نادار، مفلس ہو، خدا کی قسم تم معمولی آدمی نہیں ہو، تمہارے پاس تقویٰ کی دولت ہے، دین کا علم ہے اور ایک سرد آہ بھر کر خاموش ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد ابو واعدؒ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے: بیٹے! تم تیار ہو تو میں تمہیں اپنی فرزندگی میں لینا چاہتا ہوں، ابو واعدؒ خلاف امید یہ خوشخبری سن کر حیران ہو گئے، کہنے لگے: بخدا اس سے زیادہ خوش قسمتی اور کیا ہوگی۔

حضرت سعید ابن المسیبؒ اسی وقت چند لوگوں کو بلوایا اور ان کی موجودگی میں چند درہم پر ابو واعدؒ سے اپنی پیاری لڑکی کا نکاح پڑھا دیا، اس لڑکی کا نکاح جس کے لئے انہوں نے شہزادہ ولید کا رشتہ ٹھکرا دیا تھا اور خلیفہ عبدالملک کے ظلم وستم سہے مگر کسی طرح تیار نہ ہوئے تھے۔

نکاح ہو جانے کے بعد ابو واعدؒ خوشی خوشی اپنے گھر اکیلے واپس چلے گئے لیکن انہیں یہ فکر تھی کہ اب وہ رخصتی کا ضروری سامان کہاں سے مہیا کریں؟ روزہ افطار کر کے اس فکر میں بیٹھے تھے کہ

دروازہ پر کھٹکھٹانے کی آواز آئی، پوچھا کون: جواب آیا میں سعید ہوں، ابو واعدؒ نے آواز پہچان لی مگر حیران تھے کہ حضرت سعید اپنے گھر اور مسجد مدرسہ کے سواء کہیں نہیں جاتے، یہاں کیسے؟ حیرت کے ساتھ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت کھڑے مسکرا رہے ہیں۔

حضرت سعیدؒ نے سلام کیا، ابو واعدؒ نے جواب دیا اور فرمایا حضرت مجھے ہی بلوالیا ہوتا، آپ نے کیوں زحمت فرمائی؟ حضرت سعیدؒ نے کہا نہیں بیٹے کوئی حرج نہیں میں نے سوچا کہ تمہاری بیوی موجود ہے، تم تنہا کیوں رہتے ہو، تمہاری بیوی کو لیکر آیا ہوں، لڑکی جو پردہ میں ساتھ کھڑی تھی، شوہر کے حوالہ کر دیا اور واپس چلے گئے۔

ایک وہ مبارک دور تھا جب ہمارے بزرگ صرف دین ہی کو لڑکی اور لڑکے کے لئے انتخاب کا معیار اور بنیاد بناتے تھے اور سنت کی پیروی کے نتیجہ میں ان کی زندگیاں قابل رشک اور ان کا معاشرہ جنت کا نمونہ ہوتا تھا اور ایسے انسانوں سے ہی دیندار اولاد پیدا ہوتی تھی۔

ساری بحث کا خلاصہ مرد اور عورت کے انتخاب میں اسلام نے جن قواعد اور ضوابط کو پیش کیا ہے اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں جو رہنمائی ملتی ہے وہ یہ کہ شریک حیات کا انتخاب ایسے خاندان میں ہونا چاہئے جو اچھے حسب نسب والا، دیندار خاندان ہو اور اخلاق و تقویٰ و نیکی میں معروف ہو، خاندانی لحاظ سے بہتر ہو یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی لڑکیوں اور لڑکوں کا انتخاب کیا جائے جو نیک صالح ماحول میں پرورش پائے ہوں اور جن کے گھر شرافت اور پاکدامنی کا گہوارہ ہوں اور وہ ایسے والدین کی اولاد ہوں جو خاندانی لحاظ سے شریف النفس آباء و اجداد کے لحاظ سے مکرم و محترم ہوں، اس انتخاب میں سب سے بڑا راز یہ ہے کہ انسان شادی کرے تو اس کی اولاد ایسی ہو جن کی گھٹی میں عزت و شرافت پڑی ہوئی ہو اور جو طبعاً عمدہ خصلتوں کے مالک، نرم مزاج اور نیکی کو پسند کرنے والی طبیعت لیکر پیدا ہو، اس لئے شریک حیات کا معیار خاندانی شرافت، تقویٰ و پرہیزگاری کی بنیاد پر ہو۔

حکماء نے لکھا ہے کہ بچہ اپنے ماں باپ کے اخلاقی، جسمانی اور عقلی صفات کا پیدائشی طور پر وارث ہوتا ہے، لہٰذا اگر لڑکے اور لڑکی کا انتخاب خاندانی شرافت، تقویٰ و پرہیزگاری کی بنیاد پر کیا جائے گا تو پھر بلا شبہ اولاد بھی نیک، صالح، شرافت اور اچھے اوصاف کی مالک اور دیندار مزاج کی پیدا ہوگی اور جب بچے میں پیدائشی طور پر اچھے اوصاف و اثرات اور نیک طبیعت

موجود رہے گی تو اس کو دین کی طرف ڈھالنا آسان ہو جائے گا اور جب اس کو اسلامی انداز پر تربیت ملے گی تو ظاہر بات ہے کہ وہ دینی و اخلاقی لحاظ سے آہستہ آہستہ کمال کو پہنچ کر تقوی اور پرہیزگاری میں ضرب المثل بن جائے گا۔

اسلام کی حکیمانہ ترغیبات میں یہ بھی ایک ہدایت ہے کہ اچھے حسب نسب دیندار خاندان کے غیر رشتہ دار لڑکا اور لڑکی کو اپنے قریبی رشتہ دار لڑکا لڑکی پر ترجیح دی جائے، اس میں سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ تعلقات و خاندان کا دائرہ وسیع ہوگا، معاشرتی روابط مضبوط ہوں گے اور میاں بیوی میں محبت بڑھے گی۔

حکماء نے مزید لکھا ہے کہ غیر خاندان کی عورتوں اور مردوں سے شادی کرنے پر جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ تندرست، صحت مند جسم کی مالک، متعدی امراض اور خاندانی بیماریوں سے محفوظ، میاں بیوی کی صحت میں تندرستی رہے گی اور اپنے خاندان کی عورت سے شادی کرنے سے اولاد جسمانی طور پر کمزور، عقل و سمجھ کے لحاظ سے ضعیف ہوگی اور میاں بیوی میں محبت کی کمی بھی ہوگی۔

زیادہ بچے پیدا کرنے کے بعد ان کے حقوق کو ادا نہ کرنا اور ان کو جنگلی بنا کر زمین میں فساد پھیلانا یہ ماں باپ کے لئے گناہ اور ان کے دوزخ میں جانے کا ذریعہ بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ماں باپ کو اولاد کے بارے میں جواب دینا پڑے گا۔

اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بہترین امت قرار دیا، اس لئے اس امت کے ماں باپ کو یہ نیت ذہن میں رکھنا چاہئے کہ زیادہ اولاد پیدا کر کے وہ دنیا کے سامنے قرآن کے عملی نمونے پیش کریں گے۔

لڑکے اور لڑکی کو چاہئے کہ شادی سے پہلے اللہ تعالیٰ سے نیک، صالح شریک حیات ملنے کے لئے کثرت سے دعاء کرتے رہیں تاکہ ان کے ماں باپ کا رخ صحیح انتخاب کی طرف چلا جائے، لڑکا اور لڑکی کے انتخاب کے وقت والدین کو اللہ کی یہ تاکید اچھی طرح یاد رکھنی ہوگی:

یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ اَھۡلِیۡکُمۡ نَارًا (تحریم)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اسلام کی ہدایت ہے کہ ماں باپ صالح اولاد کیلئے اللہ سے دعاء کریں

☆حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باپ کی دعاء اولاد کے حق میں ایسی ہی ہے جیسی نبی کی دعاء امت کے حق میں۔ (کنز العمال)

☆اسی طرح ایک حدیث میں تین آدمیوں کی دعاء قبول ہونے کی بشارت دی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین دعائیں ایسی ہیں جن کے قبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں، (۱) مظلوم کی دعاء۔ (۲) مسافر کی دعاء۔ (۳) اولاد کے حق میں ماں باپ کی دعاء۔ (بخاری و مسلم، ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نیک اور صالح اولاد حاصل کرنے اور ان کی اسلامی انداز پر تربیت کرنے کیلئے بعض مواقع پر خاص خاص قسم کی دعائیں بتا کر امت محمدیہ کے تمام والدین کی تربیت فرمائی تاکہ وہ اپنی دعاؤں میں خاص طور پر اولاد کے لئے اسی طرح کی دعاؤں کا اہتمام کرتے رہیں اور اولاد کے لئے جو چیز سب سے زیادہ قیمتی ہے اسی کو مانگتے رہیں۔

☆اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کوئی شئے اللہ کے نزدیک دعاء سے زیادہ بزرگ نہیں۔ (ترمذی)

☆ایک اور حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دعاء مومن کا ہتھیار ہے“۔

اس لئے مسلمان ماں باپ اپنی اولاد کو شیطانی زندگی سے بچانے کے لئے اس ہتھیار کو زیادہ سے زیادہ استعمال کرتے رہیں، اولاد پیدا ہونے سے پہلے اور اولاد پیدا ہونے کے بعد ایک مسلمان کو باقاعدہ اللہ تعالیٰ سے اپنی اولاد کے لئے برابر دعاء مانگتے رہنا چاہئے۔

اولاد کی تربیت کی سب سے پہلی سیڑھی اللہ تعالیٰ سے ان کے حق میں دعاء مانگتے رہنا ہے، مگر عجیب بات ہے کہ اولاد کو جب کوئی جسمانی تکلیف پیدا ہوتی ہے تو ماں باپ تڑپ تڑپ کر ان کی صحتمندی اور عمر درازی کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں مگر ان کو روحانی بگاڑ اور روحانی بیماریوں سے بچانے کیلئے کوئی دعاء نہیں کرتے، ان کی مادی و دنیوی ترقی کیلئے تو خوب دعائیں کرتے ہیں مگر ان کی آخرت کے سنوارنے اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کی کوئی دعاء نہیں کرتے۔

غرض موجودہ زمانہ کے ماں باپ کے سامنے اولاد کی صرف دنیا ہی دنیا ہے اور وہ اپنی اولاد کی آخرت سے بالکل غافل ہیں، چونکہ وہ خود دنیا دار بنے ہوئے ہیں اور دنیا ہی کو پسند کرتے ہیں اس لئے وہ اپنی اولاد کیلئے بھی صرف دنیا ہی مانگتے رہتے ہیں اور ان کو اللہ کی بالکل تاکید یاد نہیں ہے۔

ماں باپ کی دین بیزاری اور غفلت کا عالم عام طور پر موجودہ معاشرہ کا جائزہ لینے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکثر ماں باپ دین بیزار بے شعور یا دین سے بالکل غافل ہیں۔

بے شعور ماں باپ کی پہلی قسم بے شعور ماں باپ کی ایک قسم وہ ہے جن کے ساتھ اولاد اگر ناانصافی کرے، حق تلفی کرے، خدمت و اطاعت نہ کرے، تو یہ ماں باپ کنبے اور خاندان میں اپنی اولاد کی نافرمانیوں کا ذکر کرتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ’’ہماری اولاد نافرمان و نالائق ہے، ہمارا خیال نہیں کرتی، ایسی اولاد ہونا نہ ہونے کے برابر ہے‘‘۔

بے شعور ماں باپ کی دوسری قسم بے شعور ماں باپ کی دوسری قسم یہ ہے کہ اگر ان کی اولاد ان کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتی، ان کا حق برابر ادا کرتی ہے، ان کی خدمت و اطاعت کرتی ہے، ان کو عمدہ سے عمدہ غذائیں کھلاتی ہے اور اچھا کپڑا پہناتی ہے، ہر قسم کے آرام کا سامان فراہم کرتی ہے مگر وہ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ دین کو پسند کرتی ہے بلکہ اپنے ہر عمل اور ہر قدم پر اسلام کی خلاف ورزیاں کرتی ہے، فسق و فجور میں زندگی گذارتی ہے تو یہاں ماں باپ اپنی اس اولاد کے تعلق سے اپنے کنبے اور معاشرہ میں کبھی اولاد کے نافرمان اور نالائق ہونے کا مطلقاً نہ کوئی تصور کرتے ہیں اور نہ شکایت کرتے ہیں اور خاندان و کنبہ والوں سے ان کی کوئی خرابی تک سننا نہیں چاہتے، بس تعریف ہی تعریف کے پُل باندھتے ہیں اور بار بار آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر یہ دعاء مانگتے ہیں کہ ’’اللہ! ان کو خوش رکھے، خوب دولت دے‘‘۔

یہ دونوں قسم کے بیوقوف ماں باپ کا تقابل کرنے کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے؟

پہلی قسم کے ماں باپ کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے ساتھ ذاتی نافرمانی اور اپنی حق تلفی اور اپنی ناقدری پر برہم ہو کر اپنی اولاد کو نافرمان اور نالائق کا لقب دیتے ہیں، ان کو اولاد کی دینداری و

بے دینی کا کوئی احساس وخیال ہی نہیں، وہ صرف اپنا عیش چاہتے ہیں۔

دوسری قسم کے ماں باپ کا یہ عالم ہے کہ اپنے ساتھ ذاتی فرمانبرداری وخدمت اور حرام وحلال کے ذریعہ اپنے حق کی ادائیگی اور اپنے ذاتی عیش وآرام کے ملتے رہنے سے خوش رہتے ہیں مگر اللہ کے ساتھ اولاد کا باغیانہ عمل اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں سے منہ موڑنے کے باوجود اپنی اولاد کا نافرمان اور نالائق ہونا ان کی سمجھ میں نہیں آتا، الٹا وہ اپنی اولاد سے راضی اور خوش رہتے ہیں کہ ان کی اولاد فرمانبردار، اطاعت گذار ہے، اس لئے ان کو خوب دولت ملنے کی بار بار دعائیں بھی دیتے رہتے ہیں، اس قسم کے ماں باپ اپنی اولاد کو باقاعدہ حرام طریقوں سے دولت کمانے اور ظلم وزیادتی سے سسرال والوں سے مال لوٹنے اور نام ونمود کے ساتھ زندگی گذارنے کی ترغیب دیتے ہیں، ان کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور نافرمانی کا کوئی پیمانہ ہی نہیں ہوتا، وہ صرف دنیا کے ملنے اور نا ملنے کو کامیابی اور ناکامی سمجھتے ہیں اور دنیا کے عیش وعشرت ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔

اگر ماں باپ کے نزدیک کامیابی اور ناکامی، فرمانبرداری اور نافرمانی کا بس یہی پیمانہ رہا تو پھر وہ اپنی اولاد کے لئے کیسے ان دعاؤں کا اہتمام کریں گے جن کو پیغمبروں نے اپنی اولاد کے لئے اللہ سے مانگا تھا، اور جن کے ذریعہ قرآن ماں باپ کی تربیت کر رہا ہے، افسوس قرآن اور پیغمبروں کے نزدیک فرمانبرداری اور نافرمانی، کامیابی اور ناکامی کا پیمانہ کچھ اور ہے اور موجودہ دور کے ماں باپ کے نزدیک کامیابی اور ناکامی کا پیمانہ کچھ اور ہے، سوچئے ماں باپ کی اگر یہی حالت رہی تو وہ کہاں سے اپنی اولاد کی آخرت بنانے کے لئے دعائیں کریں گے، ان کے نزدیک تو صرف دنیا ہی دنیا مطلوب ہوتی ہے۔

عقلمند، سمجھدار اور باشعور دیندار ماں باپ کا طرز عمل

دنیا میں بہت کم ماں باپ ایسے نظر آتے ہیں جن کے نزدیک اپنی ذاتی فرمانبرداری، ذاتی خدمت واطاعت اور اپنے حق کی ادائیگی بعد کی چیز ہوتی ہے، پہلے وہ اپنی اولاد میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری اور دینداری کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

ایسے ماں باپ کو حرام مال سے اولاد کی کمائی ہوئی گرم گرم گھی لگی روٹیاں، ان کے آرام

دہ سامان اور ان کے بے نمازی رہ کر خدمت کرنا اور قرآن سے دور زندگی گذارنا ان کو بالکل برداشت نہیں ہوتا، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی صورت میں ہرگز اپنی اطاعت کرانا نہیں چاہتے، ان کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پہلے اور ان کی اطاعت بعد کی چیز ہوتی ہے، وہ اپنی اولاد کی ہر خدمت اور ہر عطیہ کو پہلے دین کی کسوٹی پر پرکھتے اور پھر قبول کرتے ہیں۔

ایسے ہی ماں باپ کو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں عزت عطا فرماتا ہے اور ایسے ہی ماں باپ اپنی اولاد کو رات دن دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے بار بار اللہ سے دعاؤں کا اہتمام کرکے اپنی اولاد کی آخرت سنوارنا چاہتے ہیں اور اسی انداز پر دعائیں کرتے ہیں، جیسے پیغمبروں نے اللہ سے کی ہیں، وہ اپنی اولاد کا ایک وقت کی نماز چھوڑنا خود اپنے اوپر بھی اللہ کی لعنت کا برسنا تصور کرتے ہیں۔

بے شعور، بیوقوف اور بے دین ماں باپ کا طرزِ عمل

دنیا دار، بے شعور، بیوقوف اور بے دین ماں باپ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اگر ان کی اولاد دین سے متاثر ہوکر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر کچھ عمل کرنے لگے، مثلاً داڑھی رکھ لے یا پردہ اختیار کرلے یا نماز باجماعت اور تہجد کا اہتمام شروع کردے یا پھر گھر میں معروف کی ترغیب اور منکر سے روکنا شروع کردے یا دینی مجلسوں میں بیٹھنا شروع کردے تو یہ ماں باپ ان کو ترغیب دیتے ہیں کہ ابھی تمہاری عمر نہیں ہے، پہلے پڑھو لکھو، بڑے ہونے کے بعد یہ سب کچھ کرنا، یہ تمہاری عمر کے کام نہیں ہیں، ان کے پردہ کو توڑتے اور ان کی داڑھی کو یہ کہہ کر منڈوا دیتے ہیں کہ بوڑھے اور بڑی عمر کے نظر آرہے ہیں، بچوں کے دیندار دوست جب نماز کے لئے اٹھاتے ہیں تو ان کے یہ ماں باپ ان کے دوستوں کو ٹال دیتے ہیں کہ وہ رات میں اسٹڈی کرکے دیر سے سویا ہے، اس لئے نیند پوری نہیں ہوگی، پھر اپنی اولاد کے دوستوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے بچے میں مذہبی شدّت بہت پیدا ہورہی ہے، اس کو اس عمر میں اتنا زیادہ مذہبی نہیں ہونا چاہئے، وہ بہت بنیاد پرست ہوتا جارہا ہے، دین میں اتنی شدت نہیں ہے۔

غور کیجئے کہ ایسے ماں باپ اپنی اولاد کیلئے کیا خاک دعائیں کریں گے؟ وہ اگر دعائیں کریں گے بھی تو صرف مادّیت ہی کی دعا کریں گے، اس کے برعکس اگر ان کی یہی اولاد دین پسند بننے کے بجائے دنیا پسند بنے تو ماں باپ کو کوئی خرابی نظر نہیں آتی، اسی لئے وہ ان کی ہر طرح مدد کرتے ہیں، ایسے ماں باپ کو برائی اچھائی کی شکل میں اور اچھائی برائی کی شکل میں نظر آتی ہے۔

غرض موجودہ زمانہ کے اکثر ماں باپ کو صرف اپنی ذاتی نافرمانیوں کی شکایت ہے، مگر کسی ماں باپ کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغاوت کی شکایت نہیں۔

اکثر بے شعور ماں باپ دعاء سے زیادہ بددعاء دیتے ہیں

بعض ماں باپ کا تکیہ کلام صرف بددعاء ہی بددعاء ہوتا ہے اور وہ بس بے شعوری کے ساتھ دن بھر بددعا ہی کے کلمات اپنی زبان پر لاتے رہتے ہیں یا پھر بچہ کی خلاف ورزیوں اور نافرمانیوں پر فوراً بددعائی کلمات اپنی زبان سے ادا کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً:

''بات بات پر: خدا تجھے غارت کرے، خدا تجھے کبھی سکون نہ دے، خدا تیری اولاد کے ساتھ برا کرے، خدا تیرے اوپر قہر نازل کرے، خدا تجھے معاف نہ کرے تو برباد ہوجائے، تیری اولاد برباد ہوجائے، تجھے مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو، تجھے قئے دست لگے، وغیرہ وغیرہ''۔

یاد رکھئے کوئی گھڑی اگر دعاء کے قبول ہونے کی ہو اور یہ بددعا لگ جائے تو بچے پریشان ہوجائیں گے اور آپ ہی کی اولاد پریشانی میں مبتلاء ہوجائے گی، اگر آپ دعاء نہیں دے سکتے تو بددعا بھی نہ دیجئے، کیونکہ ماں باپ اپنی اولاد سے کبھی کبھی ناراض بھی ہوتے ہیں اور اکثر سب کچھ بھول کر خوش بھی ہوجاتے ہیں اور یہی اولاد بھلی بری جیسی بھی ہو آپ کے کام آنے والی ہوتی ہے، اس لئے ہر روز اپنی نمازوں کے بعد جو بھی آپ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں ان میں خاص طور پر اولاد کا بھی حصہ رکھئے اور ان کی صرف دنیا ہی نہیں بلکہ دنیا اور آخرت کے سنوارنے کی دعا مانگتے رہئے، اللہ کے پاس کوئی کمی نہیں ہے۔

ان کیلئے ایسا علم مانگئے جو نفع دینے والا ہو خاص طور پر ان کیلئے قرآن کا فہم اور سمجھ مانگتے رہئے اور ان کو بہترین قرآن پڑھنے سمجھنے، عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی خاص دعاء مانگتے رہئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت اللہ کے حضور میں یہ عرض کرے: ''بِسۡمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبۡنَا الشَّيۡطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيۡطَانَ مَا رَزَقۡتَنَا ۔ بسم اللہ! اے اللہ تو شیطان کے شر سے ہم کو بچا اور ہم کو جو اولاد دے اس کو بھی بچا'' تو اگر اس مباشرت کے نتیجہ میں ان کیلئے بچہ مقدر ہوگا تو شیطان کبھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور وہ ہمیشہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔ (بخاری و مسلم) (یہ دعاء پلنگ کے کنارے لکھ کر لگائے رکھئے)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کے مفہوم میں یہ عارفانہ نکتہ بیان کرتے ہیں کہ اگر مباشرت کے وقت اللہ سے اس طرح کی دعا نہ کی اور خدا سے غافل رہ کر شہوت اور نفس کے تقاضوں کو پورا کرلیا تو اس مباشرت سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ شیطان کے شر سے محفوظ نہیں رہے گی''۔ اس کے آگے حضرت شیخ عبدالحقؒ فرماتے ہیں کہ: اس زمانہ میں پیدا ہونے والی اولاد کے احوال، اخلاق وعادات جو عام طور پر خراب و برباد نظر آتے ہیں اس کی خاص بنیاد یہی ہے کہ آج کل کے مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہدایات کو نظر انداز کرتے ہوئے مباشرت کرتے ہیں، بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ اگر انسان بسم اللہ کا اہتمام کئے بغیر مباشرت شروع کردے تو اس مباشرت میں شیطان بھی شریک ہوجاتا ہے۔ غور کیجئے کہ اگر نیک وصالح اولاد حاصل کرنا ہو تو ماں باپ کو کہاں سے احتیاط برتنا ہوگا اور کیسے چوکنّا رہنا ہوگا، اگر بیج بوتے وقت ہی غافل رہیں گے تو زندگی بھر بیج پر شیطان کا قبضہ رہے گا۔

ماں باپ کی دعاؤں کا اثر

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں اندھے ہوگئے تھے ان کی ماں بیٹے کے اندھے ہوجانے سے بہت پریشان رہتی تھیں اور دن رات اللہ جل اللہ شانہٗ سے دعائیں مانگتی رہتی تھیں کہ خدایا میں تیری رحمت سے ناامید نہیں ہوں، تو میرے بیٹے کی آنکھوں میں روشنی دیدے۔ ایک رات انہوں نے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کو مخاطب کرکے وہ فرما رہے ہیں تجھ کو خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے بیٹے کی بینائی واپس مرحمت فرمادی۔ فوراً بیٹے کو بیدار کیا پوچھا بیٹا تجھے نظر آرہا ہے؟ بیٹے نے کہا ہاں ماں! مجھے نظر آرہا ہے۔

غور کیجئے بچہ اندھا ہوگیا تھا لیکن ماں اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوئی، برابر محتاج فقیر کی طرح اللہ سے دعائیں کرتی رہی اور شائد اس ماں نے اپنے بیٹے کے لئے صرف آنکھوں کی روشنی ہی نہیں مانگی تھی بلکہ یہ بھی مانگا تھا کہ آپ بخارا کے امام بنیں، چنانچہ اتنے بڑے امام بنے کے آج دنیا قرآن کے بعد بخاری کو ہی مانتی ہے۔آپ کو اللہ نے غیر معمولی حافظہ عطا فرمایا تھا۔

غور کیجئے کہ جب ایک اندھے بچے کو آنکھیں ماں اپنی دعاؤں سے دلا سکتی ہے تو کیا آپ اولاد کی دینی بگاڑ اوران کی بے دینی کو دور کرنے ان میں اعمال صالحہ پیدا ہونے کے لئے خوب دعائیں نہیں کر سکتے ؟ اللہ تو بے انتہاء رحم فرمانے والا ہے آپ اگر اپنی اولاد میں دینداری چاہیں گے تو وہ اپنی رحمت سے ضرور آپ کی اولاد کو دیندار بنائے گا۔

ماں کی دعاؤں کا اثر دیکھئے وہ بچہ ساری دنیا کا امام بھی بن گیا۔حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک الگ ہے۔امام مالک کا مسلک الگ ہے امام شافعیؒ کا مسلک الگ ہے۔امام احمد بن حنبل کا مسلک الگ ہے لیکن اس بچے کو جن کا نام محمد بن اسمٰعیل ہے اور وہ امام بخاری کے نام سے مشہور ہیں سب مسلک والوں نے امام مان لیا۔یہ ماں کی دعاؤں کا اثر تھا۔

☆ ایک اور واقعہ ذہن نشین کر لیجئے مشکوٰۃ شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اصحاب صُفّہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ایک عورت اپنے ساتھ اپنا ایک بیٹا لیکر حاضر ہوئی اور اسلام قبول کیا، وہ بچہ بالغ ہو چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو مستورات کا مہمان بنادیا اور اس کے بیٹے کو مردوں کی مہمانی میں دیدیا، کچھ دنوں کے بعد مدینہ طیبہ میں اس کو ایک وبائی بیماری لگ گئی تو کچھ دن وہ لڑکا بیمار پڑا رہا اس کے بعد اس کا انتقال ہوگیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دستِ مبارک سے اس کی آنکھیں بند کیں اور اس کی تجہیز وتکفین کا حکم فرمایا، جب اس کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس! اس کی والدہ کے پاس جاؤ اوران کو مطلع کردو۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس کی والدہ کو وفات کی خبر دی، وہ آئی یہاں تک کہ اس کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی اور غم میں اس کے پیر پکڑ کر روتے ہوئے کہنے لگی: ''الٰہی! میں دل سے تجھ پر ایمان رکھتی ہوں اور بتوں سے نفرت کرتے ہوئے ان کو چھوڑ دیا اور تیری محبت میں تیرے لئے ہجرت

بھی کی، الٰہی! اب تو مجھ پر بت پرستوں کو ہنسی اڑانے کا موقع نہ دے، ورنہ وہ کہیں گے کہ بتوں کی ناراضگی کی وجہ سے بیٹا مر گیا، ایسی مصیبت مجھ پر نہ ڈال جس کے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہ ہو"۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ کچھ دیر نہ لگی کہ اس لڑکے نے اپنے پیروں کو حرکت دی، اپنے منہ سے کپڑا ہٹا کر منہ کھول دیا، پھر بڑی مدت تک زندہ سلامت رہا یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور اس کی ماں کا بھی انتقال ہوگیا۔

اس واقعہ کو امام بیہقیؒ نے بھی حضرت ابو سعید خدریؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے، اس میں اتنا اضافہ اور ہے کہ وہ ام سائبؓ تھیں جو ایک ایک نابینا بوڑھی عورت تھیں۔

غور فرمایئے کہ ایک ماں تڑپ تڑپ کر دل کی گہرائیوں کے ساتھ جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا کو قبول کر لی اور مردہ بیٹے کو زندہ کر دیا، تو کیا آپ اپنی اولاد کی روحانیت کو زندہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے دل کی گہرائیوں کے ساتھ تڑپ تڑپ کر دعا نہیں مانگ سکتے؟ ضرور مانگ سکتے ہیں مگر کب جبکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی یہ تاکید یاد رہے: ''اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے''۔

متفرق ہدایات

❁ بچہ کے ہر کام پر دعائیہ کلمات استعمال کرتے رہیے، مثلاً بچہ اپنا ہوم ورک کر لے یا سبق یاد کر کے سنائے تو اکثر لوگ ''شاباش'' کہتے ہیں، ایسا کہنے کے بجائے ان کے سامنے کہئے: ماشاء اللہ اور پھر ان کو یوں دعاء دیجیے اللہ تم کو دنیا و آخرت کا نفع دینے والا علم عطا فرمائے۔

❁ بچہ کھانا کھالے تو شاباش مت کہئے بلکہ یوں کہئے: اللہ تم کو رزق کریم عطا فرمائے اور حرام روزی سے بچائے اور اس رزق سے اللہ تعالیٰ تم کو اپنی عبدیت و بندگی کی قوت عطا فرمائے۔

❁ بچہ نماز پڑھے یا تلاوت کرے تو یوں مت کہئے کہ شاباش بیٹا شاباش بلکہ یوں دعاء دیجئے کہ: اللہ تعالیٰ تم زیادہ سے زیادہ دین کا پابند بنادے اور حضور اکرم ﷺ کی اتباع کرنے والا بنائے۔

اولاد کیلئے درگاہوں اور مزاروں پر منت مراد مانگنا مشرکانہ عمل ہے

موجودہ زمانہ کے بعض والدین قرآنی علوم سے واقف نہ ہونے اور عقائد کے صحیح نہ

ہونے کی وجہ سے اولاد کے نہ ہونے یا لڑکی کے بجائے لڑکے کے خواہشمند ہونے کی صورت میں اپنے پیرومرشد کی گمراہ اور غلط ترغیبات پر درگاہوں، مزاروں، جھنڈوں اور چھلّوں کے پاس جا کر منت مراد مانگتے ہیں، یہ اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے، عقیدہ توحید سے دوری ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک کہتے ہیں (شرک فی الصفات)۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی کہ وہ جوتے کا تسمہ اور نمک کی ڈلی کی بھی ضرورت محسوس کریں تو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگیں، قرآن نے باقاعدہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت یحییٰؑ کے واقعات کو پیش کر کے یہ تعلیم دی ہے کہ جب ان کو اولاد نہیں ہوئی تو وہ اللہ تعالیٰ ہی سے رجوع ہوئے اور اللہ تعالیٰ ہی سے اولاد مانگے، کسی بھی پیغمبر نے کسی درگاہ اور مزار پر جا کر کوئی منت مراد نہیں مانگی، قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو باقاعدہ یہ تعلیم دی گئی کہ اولاد کا ہونا یا نہ ہونا صرف اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے، اگر انسان صرف اسی ایک معاملہ پر غور کرے گا تو اس حقیقت کو پالیگا کہ کائنات میں صرف ایک ہی خدا کا حکم چل رہا ہے اور اس کی قدرت میں کوئی دوسرا شریک نہیں، اولاد کے معاملہ میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت کام کرتی ہے، نہ تعویذ گنڈے، نہ حکیمی وڈاکٹری تدبیریں، نہ درگاہوں، نہ قبروں اور نہ جھنڈوں کی منتیں مرادیں، دوسروں کو اولاد دلانا یا لڑکی کے بجائے لڑکا پیدا کرانا تو درکنار خود کوئی بڑے سے بڑا روحانی پیشوا بھی اپنے گھر میں اپنی خواہش کے مطابق اولاد پیدا نہیں کر سکتا، ان کو اللہ تعالیٰ نے اگر اولاد سے محروم رکھا ہو تو یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اپنی ذاتی کوششوں سے ایک بچہ پیدا کرلیں۔

والدین کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ وہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھ کر اللہ کے سامنے ہر روز کیا عہد کر رہے ہیں؟ اور کس بات کا اقرار کر رہے ہیں؟ سوچئے کہ جب آپ اپنی زبان سے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہتے ہوئے یہ اقرار کر رہے ہیں کہ اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، تو پھر کیوں درگاہوں اور مزاروں پر جا کر دعائیں مانگ رہے ہیں؟ اگر آپ کا یہی عمل رہا تو پھر قول اور فعل میں بہت بڑا فرق ہوگا اور جو آپ اپنی زبان سے اقرار کر رہے ہیں اس کے خلاف عمل ہوگا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

ہر چیز مسبب سبب سے مانگو منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو؟ بندے ہو اگر رب کے تو رب سے مانگو

بچوں کے سر پر بڑے بڑے بال نہ رکھنا چاہئے، زیادہ اچھا تو یہ ہے کہ سر کے بال منڈوادئے جائیں، اسی طرح بچہ کے سر پر خواجہ کی چوٹی یا منت کے بال چھوڑنا یا بال درگاہوں پر بھینٹ چڑھانا جہالت حرام، گناہ اور مشرکانہ عمل ہے، اسلام کا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

غیروں سے مدد مانگنی گر تجھ کو چاہئے ایاك نستعین زباں پر نہ لایئے

ماں باپ اپنے پیغمبر کی اتباع میں ویسے ہی اولاد کیلئے تڑپیں جیسے پیغمبر اپنی امت کے سدھار کیلئے تڑپتے ہیں

ہر مسلمان ماں باپ اپنی اولاد کے سدھار کیلئے ویسے ہی تڑپیں اور ویسی ہی ذمہ داری محسوس کریں جیسے پیغمبر کو اپنی امت کیلئے تڑپ اور ذمہ داری کا احساس تھا۔

ماں باپ اگر صحیح معنیٰ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والے ہیں تو پھر وہ تصور کریں گے کہ جیسے پیغمبر اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہ کرتے تو ان کو اللہ تعالیٰ کے پاس جواب دینا پڑتا ویسے ہی وہ بھی اپنی اولاد کے تعلق سے اپنی ذمہ داریاں ادا نہ کریں گے تو اللہ کے پاس جوابدہ رہیں گے اور پکڑ ہوگی۔

ایسے ماں باپ کو یہ بات خوب اچھی طرح یاد رہنی چاہئے کہ اب قیامت تک کوئی پیغمبر آنے والا نہیں اور ختم نبوت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر امتی اپنی اپنی جگہ ذمہ دار ہے اور داعی ہے، اس لئے داعی ہونے کے ناطے ان پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ بن کر سب سے پہلے اپنی اولاد کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات سے آگاہ کریں اور ان کو اسلام پر چلانے اور اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بنانے کے لئے وہ پہلے ذمہ دار ہیں۔

وہ یہ سمجھیں کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو اپنی امت کے سدھار کے لئے جو جو ہدایات دی ہیں، قریب قریب وہی ہدایات ان کے لئے ان کے اولاد کے حق میں بھی ہیں اور ان کو بھی اولاد

کے حق میں ویسی ہی محنت کرنی پڑے گی جیسے پیغمبر کو اپنی قوم کے لئے کرنی پڑتی ہے۔

وہ یہ بات بھی خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ جیسے پیغمبر کو پہلے اپنے آپ کو عمل کر کے نمونہ بننے کی اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور صبر، نرمی، محبت اور حکمت کے ساتھ امت کی تربیت کرتے رہنے کا حکم دیا ہے، بالکل اسی طرح انہیں اپنے آپ کو وحی الٰہی پر عمل کر کے نمونہ بنانا ہوگا اور صبر، نرمی، محبت اور حکمت کے ساتھ اپنی اولاد کی تربیت کرنی ہوگی۔

جیسے پیغمبر کو یہ ہدایت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں سے اپنی ذات کی خاطر انتقام، بدلہ، نفع کا امیدوار نہ بنے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے دوستی اور اللہ تعالیٰ کے واسطے دشمنی کا کردار ادا کرے، ویسے ہی مسلمان ماں باپ کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے دوستی اور اللہ ہی کے واسطے دشمنی کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اپنی اولاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لائق بنائے اور اولاد میں اپنی محبت سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرائیں، اپنی ان محنتوں اور کوششوں کے اجر وثواب کی امید اللہ سے لینے کی رکھیں۔

الغرض دیندار ماں باپ اپنی اولاد کی تربیت کرنا اپنے پیغمبر کی اتباع کرنا اور اپنے پیغمبر کی طرف سے ذمہ داریوں کو ادا کرنا تصور کرتے ہیں اور وہ تمام ہدایات جو پیغمبر کو اپنی امت کے سدھار اور تربیت کے لئے دی گئی ہیں وہ تمام احکام و ہدایات کو اپنے لئے بھی تصور کرتے ہیں اور ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت معلم ومربی دیکھ کر اپنی اولاد کی تربیت کرنا آسان ہوجاتا ہے اور وہ بھی اپنی اولاد کے حق میں ویسی ہی دعائیں کرتے ہیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے حق میں دعاء کئے، وہ بھی ان کی ہدایت کے لئے ویسے ہی تڑپتے ہیں جیسے پیغمبر تڑپتے ہیں اور وہ بھی ان کی بداعمالیوں پر ویسے ہی نگاہ رکھتے ہیں جیسے پیغمبر امت کی بد اعمالیوں پر نظر رکھتے ہیں اور وہ بھی اپنی اولاد پر ویسے ہی حجت تمام کرتے ہیں جیسے پیغمبر اپنی امت پر حجت تمام کرتے تھے۔

مگر افسوس موجودہ زمانہ کے اکثر ماں باپ کو نہ اپنا مقام یاد ہے اور نہ ذمہ داریوں کی جوابدہی کا احساس ہے، اس لئے وہ اپنی اولاد سے غافل ہی غافل بنے ہوئے ہیں، خود بھی جہنم کی طرف جارہے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی جہنم کی طرف ہانک رہے ہیں، ان کو قطعی یہ احساس ہی

نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے بچوں کی شکل میں انہیں ان انسانوں کو کیوں عطا فرمایا ہے؟ وہ اپنی غفلت اور لاپرواہی سے سونے کو لوہا بنا رہے ہیں،۔

بچے میں خوبی ہو یا خامی ہر حال میں اسے ماں باپ ہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، پھل کو جیسے درخت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ویسے ہی اولاد کو ماں باپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، ہر درخت اپنے پھلوں ہی سے پہچانا جاتا ہے، اگر درخت طاقتور اور تندرست ہو تو پھل بھی میٹھے، مزے دار اور خوبرو ہوتے ہیں اور اگر درخت کمزور ہوں تو پھل پھیکے بدمزہ اور مرجھائے ہوئے ہوتے ہیں۔

بس اسی طرح اولاد شجر انسانیت کے بہترین پھل اور پھول ہیں، ماں باپ کی لاپرواہی سے یہ پھل اور پھول بے رونق، بے مزہ اور مرجھائے ہوئے ہو جاتے ہیں، اگر ماں باپ روحانی طور پر طاقتور، تندرست ہوں تو اولاد بھی روحانی طور پر طاقتور اور تندرست ہوگی اور اگر ماں باپ کمزور رہوں تو اولاد بھی کمزور ہوگی، دین میں پھل پھول نہیں سکتی۔

اس کو دوسرے الفاظ میں سمجھئے کہ عموماً ماں باپ کے بگڑنے پر اولاد بگڑ جاتی ہے اور ماں باپ کے سدھرنے پر اولاد بھی سدھر جاتی ہے، یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ کام ایسا نہیں ہے کہ گھر پر ایک استاد کو رکھ کر یہ سمجھ لیں کہ تربیت ہو جائے گی یا کسی بورڈنگ اسکول میں داخل کر کے سمجھ لیں کہ تربیت ہو جائے گی، نہیں بلکہ دن رات ماں باپ کو اپنی اولاد کے حق میں وہی رول اور ذمہ داری ادا کرنا ہوگا جو پیغمبر کو امت کے سدھار اور تربیت کے لئے کرنا پڑتا ہے، دانا حکیم کی طرح اپنے بچوں کی تربیت کا یہ کام طویل مدت تک انجام دینا پڑے گا اور اس تربیت کے نتیجہ میں قیامت تک یا تو نیکیوں کو یا برائیوں کو اپنے نامۂ اعمال میں جمع کرتے رہنا ہوگا اور اپنی اولاد کی اطاعت وفرمانبرداری یا دین بیزاری، نافرمانی اور بغاوت پر اللہ کے دربار میں جزاء اور سزاء ماں باپ کو بھی بھگتنا پڑے گا، اسی لئے ماں باپ کو اپنی اولاد سے پوری طرح چوکنّا اور ہوشیار رہنا ہوگا اور ان کی قدر کرتے ہوئے صحیح اور مکمل تربیت کرنی ہوگی۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَاراً وَّ قُوْدُھَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَۃُ ۔(تحریم)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

☆ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سب اپنی اپنی جگہ ذمہ دار ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی، خلیفہ (بادشاہ) سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائیگا، مرد سے اس کے اہل وعیال کے بارے میں پوچھا جائے گا، ہر عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے لہٰذا اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا، غلام اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

اولاد کو نیک بنانے کیلئے حلال و پاکیزہ مال سے پرورش کرنا ضروری ہے

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ o (سورۃ المنافقون)

اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کریں وہ زبردست گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔

اولاد کو نیک اور صالح بنانے کے لئے حلال اور پاکیزہ مال سے پرورش کرنا بے حد ضروری ہے، حلال اور پاکیزہ رزق کھلانے سے اولاد میں اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں، ورنہ حرام اور ناپاک کمائی کھلانے سے اولاد میں اخلاق رذیلہ پیدا ہوتے ہیں، اولاد کی اسلامی انداز پر تربیت کرنے کے لئے یہ چیز انتہائی اہم اور ضروری ہے، اس نکتہ کو نظر انداز کر کے صالح اور نیک اولاد کی امید رکھنا بیکار ہے۔

دوسروں کا خون چوس کر دوسروں کی بددعائیں لیکر اور دوسروں پر ظلم وزیادتی کر کے اپنی اولاد کو نیک اور صالح نہیں بنایا جاسکتا، تاریخ گواہ ہے کہ جنہوں نے بھی اپنی اولاد کو حرام مال کھلا کر پالا ان کی بعد کی نسلوں میں لوگ در در کے محتاج اور بھکاری بنے اور ان کی اولاد کوئی نیک نامی پیدا نہیں کرسکی، اکثر ان کی اولاد میں زانی، شرابی، جواری، ظالم، بدمعاش، بدکردار لوگ نکلے، حرام مال زیادہ تر ڈونیشنوں میں، فضول خرچیوں میں اور بیماریوں میں خرچ ہوتا رہتا ہے، گھر میں برکت نہیں رہتی، جس راستہ سے آتا ہے اسی راستہ سے نکل جاتا ہے۔

موجودہ زمانہ کے اکثر مسلمان ماں باپ اس نکتہ سے بالکل غافل یا انجان بنے ہوئے ہیں اور غیر مسلموں کی طرح وہ اپنی اولاد کی پرورش یا تو حرام وحلال کے تصور سے دور رہ کر یا

جان بوجھ کر حرام مال سے کر رہے ہیں اور اپنی اولاد کے اخلاق و کردار کو بگاڑ رہے ہیں، ایسے لوگوں کو ہر وقت اپنے رب کی تاکید یاد رکھنی چاہیئے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَاراً وَّ قُوْدُھَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَۃُ ۔(تحریم)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

☆ ایک حدیث کا مفہوم ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو اس کی پرواہ نہ ہوگی کہ جو وہ کما رہا ہے یا حاصل کر رہا ہے حلال ہے یا حرام، جائز ہے یا ناجائز؟ (بخاری)

☆ اسی طرح ایک اور حدیث کا مفہوم ہے جو حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: وہ گوشت اور جسم جنت میں نہ جاسکے گا جس کی نشو ونما حرام مال سے ہوئی ہو اور ہر ایسا گوشت اور جسم جو حرام مال سے پلا بڑھا ہے دوزخ اس کا زیادہ مستحق ہے۔(مسند احمد، بیہقی)

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو شخص حرام کمائی کی غذا سے پلا بڑھا ہوگا وہ جنت میں داخلہ سے محروم رہے گا اور دوزخ ہی اس کا ٹھکانہ ہوگا، شارحین حدیث نے قرآن و حدیث کے دوسرے اشاروں کی روشنی میں اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ ایسا آدمی حرام خوری کی سزا پائے بغیر جنت میں نہ جاسکے گا، مومن ہونے کی وجہ سے حرام کھانے کا عذاب بھگتنے کے بعد جنت میں جاسکے گا۔

ان آیات اور احادیث کی روشنی میں ماں باپ کو چوکنا اور ہوشیار رہنا چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ وہ جس کمائی اور مال سے اپنی اولاد کی پرورش کر رہے ہیں وہ کس قسم کی کمائی ہے، کہیں وہ اللہ تعالیٰ سے غافل بن کر اپنے اور اپنی اولاد کے جسم کو جہنم کے لئے تو تیار نہیں کر رہے ہیں؟ اولاد کے ہر لقمہ پر نظر رکھنی ہوگی کہ وہ کہیں سے حرام مال تو استعمال نہیں کر رہے ہیں۔

حرام مال کمانے کی بڑی وجہ

انسان کا اللہ کے ذکر سے غافل ہونے اور حرام کمائی کمانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ شادی کے بعد اپنے لئے نہیں بلکہ اپنی اولاد کے لئے زندہ رہتا ہے، اگر اس کی نظر اللہ کی ربوبیت پر کمزور ہو اور اپنی تمام ضرورتوں کو اللہ سے پورا ہونے کا یقین نہ رکھتا ہو تو وہ بھی کافر اور مشرک اور فاسق انسانوں کی دنیوی چمک دمک اور ان کی دنیوی ترقی اور عیش وآرام کو دیکھ کر اپنے بچوں کی دنیوی ترقی اور عیش وآرام اور دنیا میں ان کو

اونچا مقام دلانے کیلئے رات دن جائز وناجائز طریقہ سے مال کمانے کی دھن سوار کرلیتا ہے، اس میں اس کی بیوی بھی اس کا پورا پورا ساتھ دے کر اس کو دنیا کی طرف ہی مائل کر کے دنیا کا شوقین بناتی ہے، چنانچہ اس فکر اور خواہش کی وجہ سے اکثر ماں باپ کافر مشرک اور فاسق انسانوں کی طرح جائز اور ناجائز کا تصور چھوڑ کر جھوٹ، فریب، دھوکہ بازی، رشوت، سود، چوری، ڈاکہ، گھوڑے جوڑے کی رقموں وغیرہ جیسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر کے اپنی اولاد کی دنیا بنانے کی رات دن کوشش کر رہے ہیں اور زیادہ سے زیادہ حرام مال کما کما کر اپنی اولاد کو ڈاکٹر و انجینئر بناتے یا لڑکیوں کو بڑے عہدے والوں سے بیاہتے ہیں، ان کے نزدیک دنیا اور دنیا کی ڈگریاں دنیا کے عیش اور راحت کا سامان ہی اصل عزت، آرام اور کامیابی کی علامت بن جاتا ہے تاکہ وہ اور ان کی اولاد خاندان اور معاشرہ میں نام ونمود کے ساتھ شان کی زندگی گذاریں اور لوگ ان کو اور ان کی اولاد کو ڈاکٹر یا ڈاکٹر صاحب کے والد کے نام سے پکاریں، نیز سوسائٹی میں ان کے اولاد کی قابلیت کی وجہ سے ان کو عزت ملے اور ان کے نفس کو مزہ آئے، ان کی اولاد دو چار ہزار نہیں بلکہ ہر روز دس بیس ہزار مال کمانے والی بن جائے، غور کیجئے کہ جب آپ دوسرے انسان کا خون چوس چوس کر اور ان کو ستا ستا کر اور ان کی بد دعائیں لیکر حرام مال سے اپنی اولاد کی تربیت کریں گے اور اپنی آمدنی کے حصول میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ملحوظ نہ رکھیں گے تو آپ کی اولاد کے جسم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کہاں سے نکلیں گے؟ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی ظاہر ہونے کے بجائے شیطانی اخلاق یعنی اخلاق رذیلہ ہی ظاہر ہوں گے، ایسی اولاد دنیا وآخرت میں قلبی سکون اور حقیقی کامیابی سے محروم رہے گی، صرف چندروز کے لئے ان کی دنیا کافر اور مشرک انسانوں کی طرح جنت بن جائے گی اور وہ حرام کمائی کھا کر نماز کی طرف قدم اٹھانا چاہیں گے تو ہرگز نہیں اٹھا سکیں گے، یا پھر نماز پڑھیں گے تو ان کی نمازیں حرام کمائی کھانے کی وجہ سے ان لوگوں کو دیدی جائے گی جن کا مال کھایا گیا ہوگا۔

ایسے ماں باپ اپنے اور اپنی اولاد کے جسم کو جہنم کے لئے تیار کر رہے ہیں، ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکہ اور فریب میں ڈال رکھا ہے، وہ خود بھی اور ان کی اولاد بھی گھاٹے اور خسارے کی زندگی گذار رہے ہیں، ان کو قطعی اس بات کا احساس نہیں کہ وہ جس اولاد کی محبت

میں ان کی دنیوی عیش اور ترقی کی خاطر حرام مال کمانے کے لئے جو تکالیف اٹھا رہے ہیں، خون پسینہ ایک کر رہے ہیں اور دن کا چین اور رات کا سکون برباد کر رہے ہیں وہی اولاد کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے الٹا اپنے ماں باپ پر ہی مقدمہ دائر کرے گی اور کہے گی کہ اے اللہ! ہم تو ان کے ماتحت تھے، انہوں نے ہمیں جو کچھ کھلایا ہم نے کھالیا، چونکہ پرورش کی ذمہ داری تو نے ان پر رکھی تھی اس لئے ہم مجبور ومحتاج تھے اور ہم بے قصور ہیں، اے اللہ! تو ہم کو چھوڑ دے اور ان کو پکڑ لے، یہی اصل ذمہ دار ہیں، دنیا میں تو اولاد ماں باپ پر جان چھڑکتی ہے مگر آخرت میں پھنسائے گی۔

ایسے ماں باپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم اور تاکید ہر وقت یاد رکھنی چاہئے کہ: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔ (سورۃ التحریم)

اس لئے مومن ماں باپ اپنی اولاد کی پرورش میں چوکنا اور ہوشیار رہیں اور پورے شعور و دیانت داری کے ساتھ حلال کمائی کما کر اپنی اولاد پر خرچ کریں، غیر مسلموں کی طرح بے شعوری کے ساتھ حرام وحلال کی پرواہ کئے بغیر مسلمان ماں باپ اپنی اولاد کی تربیت کریں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اولاد سے پہلے خود مجرم ٹھہریں گے۔

دنیا میں ایک انسان کو آخرت سے، جنت سے، دوزخ سے، حساب و کتاب کے دن سے غافل کرنے والی عموماً دو ہی چیزیں ہیں، ایک مال دوسری اولاد اور موجودہ زمانہ میں اکثر ماں باپ ان ہی دو چیزوں کی وجہ سے اپنے آپ کو اللہ کا نافرمان بندہ بنائے ہوئے ہیں، مرد تو مرد عورتیں بھی اپنی اولاد کی دنیا کو چمکانے کے لئے جوڑے گھوڑے کی رقمیں لینے پر مجبور کر کے حرام مال کھا کر خود کو، اپنے شوہر کو اور اپنی اولاد کو جہنم میں جانے کے قابل بنا رہی ہیں۔

حرام مال کھانے کے اثرات

غرض یہ کہ موجودہ زمانہ میں ماں باپ اپنی اولاد کی دنیا بنانے اور ان کو اونچی ڈگریاں دلانے کے لئے کثرت سے حرام مال کما کر اپنی اولاد کی پرورش کر رہے ہیں، مگر ایسے ماں باپ کے حرام مال کھلانے سے اولاد میں کیا کیا بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور اس کے کتنے بڑے بڑے نقصانات ہوتے ہیں ان کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ وہ کس طرح اپنی اولاد کا نقصان کر رہے ہیں۔ حرام مال سے اولاد کی پرورش کی جاتی ہے تو:

(۱) حرام مال کے خبیث اثرات روح پر بھی پڑتے ہیں اور روح مردہ ہو جاتی ہے۔

(۲) حرام مال سے ایمان کا نور بجھ جاتا ہے اور بے ایمانی کی طرف رغبت بڑھ جاتی ہے۔

(۳) حرام مال سے دل سخت اور ناپاک ہو جاتا ہے۔

(۴) حرام مال کھانے اور کھلانے سے دل سیاہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

(۵) حرام مال کھانے سے حق بات دل میں نہیں اترتی، اثر ختم ہو جاتا ہے۔

(۶) حرام مال سے زبان کا اثر کم ہو جاتا ہے، نماز اور تلاوت میں دل نہیں لگتا۔

(۷) مزاج اتنا بگڑ جاتا ہے کہ نیکیوں سے دل گھبراتا ہے اور برائیوں میں مزہ آتا ہے۔

(۸) حرام مال کھلا کر اولاد کی تربیت کرنے والوں کی اکثر اولاد بیمار اور پریشان رہتی ہے۔

(۹) حرام مال کھلانے سے اولاد شرابی، جواری، زانی، بدمعاش، غنڈے اور آوارہ اور فضول خرچ بنتی ہے اور اخلاق رذیلہ کا شکار ہو جاتی ہے۔ (۱۰) دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

اس کے برخلاف حلال رزق سے اولاد کی تربیت کرنے کی وجہ سے اللہ کی محبت اور خشیت پیدا ہوتی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا شوق ابھرتا ہے، دل میں ایمان کا نور بڑھتا ہے اور زبان میں اثر پیدا ہوتا ہے، اور حق بات فوراً دل میں اتر جاتی ہے، طبیعت برائی سے گھبراتی ہے اور نیکیوں سے خوش ہوتی ہے، نماز اور تلاوت میں دل لگتا ہے اور زیادہ سے زیادہ اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

حرام کھانے والوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں جو ماں باپ حرام طریقہ سے مال کماتے ہیں وہ اپنی اولاد کی سدھار کے لئے لاکھ دعائیں مانگتے رہیں وہ قبول نہیں ہوتیں اور نہ ان کی اولاد ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہی بنتی ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جس کا مفہوم ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے، وہ صرف پاک ہی کو قبول کرتا ہے، اس نے اس کے بارے میں جو حکم پیغمبروں کو دیا ہے وہی اپنے سب مومن بندوں کو دیا ہے، پیغمبروں کیلئے اس کا حکم ہے کہ ''اے رسولو! تم پاک اور حلال غذا کھاؤ اور اعمال صالحہ اختیار کرو'' اور اہل ایمان کو مخاطب کر کے اس نے فرمایا: ''اے ایمان والو! تم ہمارے دئے ہوئے رزق میں سے حلال اور طیب کھاؤ اور حرام سے بچو''۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کر کے

(کسی مقدس مقام پر) ایسی حالت میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں اور جسم اور کپڑوں پر گرد وغبار ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے ''اے میرے رب! اے میرے پروردگار!'' اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام غذا سے اس کی نشوونما ہوئی ہے، تو اس آدمی کی دعاء کیسے قبول ہوگی؟ (مسلم)

اللہ پر بھروسہ کرنے کی تاکید ☆ حضرت عمر ابن الخطابؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ: اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرلو، ایسا بھروسہ جیسا کہ بھروسہ کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح کا رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے، وہ صبح کو خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر اپنے گھونسلوں میں واپس آجاتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

☆ چنانچہ اولاد کی پرورش میں ہر ماں باپ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد رکھنی ہوگی کہ: تم سب اپنی اپنی جگہ ذمہ دار ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی، خلیفہ (بادشاہ) سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائیگا، مرد سے اس کے اہل وعیال کے بارے میں پوچھا جائے گا، ہر عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے، لہٰذا اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا، غلام اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

اولاد کی تربیت کیلئے ماں ایک اہم شخصیت ہوتی ہے

☆ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے، تم سب (اپنی اپنی حیثیت میں) نگران ہو اور تم سب سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھ ہوگی جو اس کی نگرانی میں دیئے گئے ہیں۔ (متفق علیہ)

اس میں شک نہیں کہ باپ بھی اپنی اولاد کا نگران کار ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ ماں کی ذمہ داری کچھ زیادہ ہی ہے، باپ روزی کے لئے دوڑ دھوپ کرنے کی وجہ سے اکثر اوقات گھر سے باہر رہتا ہے، گھر میں ہر وقت ماں ہی بچوں کے ساتھ ہوتی ہے اور بچے بھی ماں سے کچھ زیادہ مانوس اور قریب ہی رہتے ہیں اور بچوں پر توجہ دینے کے لئے قدرتی طور پر ماں کو زیادہ موقع اور وقت ملتا ہے، بچے بھی ماں کا اثر کچھ زیادہ ہی قبول کرتے ہیں، چنانچہ اکثر گھروں میں

ماں ہی کی وجہ سے بچے بگڑتے اور ماں ہی کی وجہ سے سدھرتے ہیں۔

بچوں کی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دینے اور ان کے حقوق کو ادا کرنے کے لئے جن اعلیٰ اخلاقی اوصاف و جذبات کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کو یہ صفات اور جذبات زیادہ عطا فرمایا ہے، خاص طور پر عورتوں کو صبر و تحمل، ایثار وقربانی، رحم، دلسوزی، نرمی ومحبت کی بنیادی خوبیاں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ دی گئی ہیں تاکہ عورت پر اللہ تعالیٰ نے جو ذمہ داریاں ڈالی ہیں ان کو بہ حسن وخوبی ادا کرتی رہے، ایک عورت ایک فرد نہیں ایک قوم ہوتی ہے اسلئے عورت میں دینداری کا ہونا بہت ضروری ہے۔

اگر عورت میں دینداری آجائے تو پورے خاندان میں تبدیلی آسکتی ہے، اگر ماں کی گود میں قرآنی علم ہے تو سمجھئے کہ بچہ بھی صحیح معنی میں مسلمان بنے گا، اگر ماں قرآن سے قریب رہ کر عقل وفہم حاصل کرتی رہے اور باشعور بنے تو سمجھئے کہ بچہ بھی سمجھدار اور باشعور انسان بنے گا، اگر ماں کے دل ودماغ پر اللہ کی محبت کا غلبہ ہو اور زبان اللہ کے تذکرہ اور بڑائی سے لبریز ہو اور جسم رسول اقدس ﷺ کی اتباع کا عادی ہو تو یقیناً بچہ بھی ماں ہی کی نقل کرتا ہوا پرورش پائے گا۔

اس کے برعکس اگر ماں قرآنی علوم سے دور ہو، گمراہی و جہالت کا شکار ہو اور شرک و بدعات میں مبتلا ہو، توہم پرستی، قبر پرستی، آبا و اجداد پرستی، نفس پرستی وغیرہ جیسی روحانی بیماریوں کا شکار ہو، بے شعور و بدعقیدہ ہو، دنیوی تعلیم کے باوجود قرآنی علم سے محروم ہو، جاہل، دنیادار، بے نمازی ہو، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ کے بجائے بے کار بکواس، غیبت یا سینما بینی، لڑائی جھگڑوں اور گالیوں کی عادی ہو تو اولاد بھی انہی صفات کی حامل بنے گی، اس لئے عورتوں کو اپنی نسلوں کی حفاظت کی خاطر خود بھی بدلنے کی سخت ضرورت ہے، ایمان والیوں کی صفات اختیار کرنے اور اپنے آپ کو علم سے متصف کرنے کیلئے زیادہ سے زیادہ قرآنی تعلیمات حاصل کرنا ہوگا، موجودہ دور میں مسلمان مردوں اور عورتوں کی بڑی تعداد دیندار ہو کر بھی بے شعور اس لئے ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات سے دور ہیں، انسان میں عقل وفہم اور شعور یعنی Wisdom قرآن سمجھے بغیر پیدا نہیں ہوتا، اس لئے عورتوں کو عقلمند باشعور بنانا ہو تو قرآنی تعلیمات سے آراستہ کیجئے۔

عام طور پر اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی گھر میں باشعور دیندار لڑکی بیاہ کر لائی گئی تو خاوند میں تبدیلی آجاتی ہے اور عورت اس کو دیندار بنا دیتی ہے، اس لئے عورت اگر اپنے اثرات کو صحیح طور پر استعمال کرے تو وہ اپنی اور اپنے خاوند ہی کی نہیں بلکہ اولاد کی بھی دین و دنیا بنا سکتی ہے، غرضیکہ اولاد کا سب سے بڑا مربی اور تربیت کرنے والا تو گھر ہی کے اندر موجود ہے، ماں بچے سے رات دن قریب ہی رہتی ہے، بڑے بڑے اللہ والوں کی تربیت ان کی ماؤں نے ہی کی ہے، مگر چونکہ موجودہ معاشرہ کی اکثر عورتیں دین سے دور، دنیادار، جاہل، بے عمل اور غیر تربیت یافتہ ہیں اس لئے ان کی اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی باغی اور نافرمان نکل رہی ہے، عورتوں کی بے دینی کا عالم یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اگر ان کے مرد داڑھی اور سنت کی پابندی کرتے ہوں تو وہ شادی کے بعد ان کی ڈاڑھی اور سنت والی زندگی کو بھی ختم کرا دیتی ہے، اکثر گھروں میں انہی کا راج ہے اور مرد ان کے فرمانبردار بنے ہوئے ہیں، اس لئے گھروں میں جہالت، بے دینی اور گمراہی کا ماحول بنا ہوا ہے اور اولاد کی تربیت اسلامی طریقہ پر نہیں ہو پا رہی ہے۔

بچہ کی تربیت ماں کے پیٹ سے شروع ہو جاتی ہے

بچہ کی تربیت ماں کے پیٹ سے ہی شروع ہو جاتی ہے، اگر بچہ کے پیدا ہونے سے پہلے والدین اپنی حالت کو درست کر لیں تو بچہ نیک ہی پیدا ہوگا، کیونکہ بچہ کی پیدائش سے پہلے جو بھی افعال و احوال والدین پر گذرتے ہیں ان کا بھی اثر بچہ میں آتا ہے، چنانچہ حالت حمل میں جس قسم کے خیالات ماں کے ہوں گے وہی خیالات لیکر بچہ دنیا میں آتا ہے۔

دنیا کے بڑے بڑے حکماء کا کہنا ہے کہ حاملہ عورت حالت حمل میں عام طور پر جس چیز کو زیادہ دیکھتی، جس چیز کو زیادہ سوچتی ہے اس کا عکس پیٹ میں بچہ پر پڑتا ہے، چنانچہ بہت سے غیر مسلم تو اپنی بیویوں کے سامنے خوبصورت بچہ کا فوٹو یا خوبصورت حسین مناظر بھی لگائے رکھتے ہیں مگر مؤمنہ عورت کو چاہئے کہ وہ حالت حمل میں زیادہ سے زیادہ دینداری، ذکر، تلاوت قرآن وعبادت، اور دعاؤں میں لگی رہے اور آفاق و انفس میں غور و فکر کرتی ہوئی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، رحمت، مالکیت اور خالقیت و حاکمیت کو سوچتی رہے اور اپنے آپ کو خاص طور پر لڑائی جھگڑے،

غصہ، ٹی وی پر فحش مناظر دیکھنے، گانوں کے سننے اور عریاں تصاویر دیکھنے، عشق و عاشقی اور سیکس کی ناولیں پڑھنے سے بچائے رکھے، اور تقاریر، وعظ و نصیحت اور قرآن مجید کے دروس سنتی رہے تاکہ ہر وقت دل و دماغ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کا جذبہ اور اسلام کی پابندی کی دھن سوار رہے اور آخرت کی جوابدہی کا احساس رہے اور ہر کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے جذبہ سے کرتی رہے، نیز ان ایام میں حلال و پاکیزہ غذا اپنے پیٹ میں اتارے، انشاء اللہ تعالیٰ پیٹ میں بچہ پر بھی ان پاکیزہ اور اچھے خیالات کا اثر پڑے گا، اسی لئے بڑے بڑے حکماء کا قول ہے کہ بچہ جس وقت ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس وقت بھی ماں کے خیالات و اعمال کا اثر اس پر پڑتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ حالت حمل میں ماں نہایت تقویٰ وطہارت سے رہے۔

بہت سے مرد تجارت میں دھوکہ دے کر حرام مال کماتے ہیں یا پھر رشوت کے ذریعہ مال حاصل کرتے اور اپنی بیوی کو ان ایام میں طاقت وقوت پہنچانے کے لئے اسی مال سے دوائیں اور میوے خرید کر لاتے یا پھر مختلف قسم کے حرام مال کی کمائی والی دعوتوں میں اپنی حاملہ عورتوں کو شریک کرتے ہیں، سوچئے اس غفلت اور بغاوت کی موجودگی میں کہاں سے نیک اور صالح اولاد حاصل ہوگی؟ بہت سی عورتیں بے شعوری کی وجہ سے نفس کی خواہش پر پڑوس کے امرود، بیری اور انار وغیرہ خاموشی سے توڑ کر کھا لیتی ہیں، اس طرح کے عمل سے بھی پرہیز کی جانی چاہئے، یہ بھی چوری ہی میں شمار ہے اور اس سے ناپاک خون بن کر بچہ میں بھی جائے گا اور یہ بھی حرام رزق کھانے میں شمار ہوگا، مردوں کو بھی چاہئے کہ اگر وہ نیک اور صالح اولاد چاہتے ہوں تو ان ایام میں خاص طور پر پوری احتیاط کے ساتھ اپنی عورتوں کو حلال اور پاکیزہ رزق کھلائیں، مگر موجودہ زمانہ میں ماں باپ کو چونکہ حرام و حلال کی کوئی تمیز ہی نہیں اس لئے وہ حالت حمل میں حرام رزق کھا کھا کر اپنے خون کو گندہ اور ناپاک بناتے اور اولاد کو پیٹ میں پلاتے ہیں۔

اکثر عورتیں ان ایام میں کام نہیں کرتیں، گانے سنتی اور پکچر دیکھ کر غیر مسلموں کی طرح وقت گذارتی ہیں اور کمزوری کا بہانہ کر کے نہ نماز پڑھتی اور نہ روزہ رکھتی اور نہ قرآن پڑھتی ہیں؟ تو کہاں نیک اور صالح اولاد ہوگی، چونکہ انسانیت کے بیج بونے کے وقت ہی میں

غلطیاں ہورہی ہیں اس لئے اولاد کثرت سے نافرمان نکل رہی ہے،غرض یہ کہ ان ایام میں ماں پر جیسے حالات پیش ہوں گے ان کا پورا اثر بچہ پر بھی پڑے گا، اگر باپ ان ایام میں عورت کی پٹائی کرتا ہے،اس پر ماں کو غصہ اور بی پی بڑھ جاتا ہے تو بچہ کی طبیعت میں غصہ پیدا ہوگا اور غصہ کی فطرت بنے گی اور اگر ان ایام میں ماں رحم دلی کرے تو بچہ میں رحمدلی پیدا ہوگی ، اگر ماں باپ نرم مزاج بنے رہیں گے تو بچہ میں بھی نرم مزاجی پیدا ہوگی ، چنانچہ بہت ساری فطری عادتیں بچہ کو اپنے والدین سے وراثت میں ملتی ہیں۔

ماں کی گود بچہ کے لئے سب سے پہلا مدرسہ ہے

ماں کی گود بچہ کیلئے سب سے پہلا مدرسہ ہے، اس کی سب سے پہلی تربیت گاہ ہے، وہاں آنکھیں کھولتے ہی اس کی تربیت شروع ہوجاتی ہے اور ماں کی گود میں ملی ہوئی تعلیم کا رنگ بچوں کی طبیعت اور فطرت میں اس طرح رچ بس جاتا ہے کہ اگر اسے کھرچ کر الگ کیا جائے تو بھی الگ نہیں کیا جاسکتا ، بڑے ہونے کے بعد اس رنگ کی جھلک اس کے طور طریقوں سے نمایاں ہوتی رہتی ہے۔

ابتدائی چند سال تعلیم وتربیت کے لئے انتہائی اہم ہوتے ہیں مگر ماں باپ یہی ابتدائی ایام لاپرواہی میں ضائع کردیتے ہیں،سوائے لاڈ پیار کے کچھ نہیں کرتے ، بچہ عمر کے ان ابتدائی ایام میں ماں کی گود میں ہاتھ پاؤں مارتا ہوا پڑے رہتا ہے، کچھ بول نہیں سکتا لیکن محسوس کرتا ہے،غرض بچہ کا پہلا اور بنیادی مدرسہ ماں کی گود ہے جہاں اس کی فطرت کو یا تو سنوارا جاسکتا ہے یا مسخ کر کے بگاڑا جاسکتا ہے، یعنی ابتدائی ایام میں اس کی اصلاح اور اس کا بگاڑ ماں کے اختیار میں ہوتا ہے، اگر گھر کا یہ مدرسہ ٹھیک سے کام نہ کرے تو اس مدرسہ کے تیار کردہ افراد اپنی آئندہ زندگی میں معاشرہ میں فساد اور دین کو کمزور کریں گے۔

پودا جب تک نرم رہے اس کو جدھر چاہے موڑلیا جاسکتا ہے

ایک ماہر اطفال حکیم سے کسی عورت نے پوچھا کہ بچہ کی تربیت کس عمر سے شروع کرنی

چاہیئے؟ حکیم نے اس عورت سے پوچھا: تمہیں بچہ پیدا ہونے میں ابھی کتنے دن ہیں؟ عورت نے تعجب سے کہا کہ آپ دن پوچھ رہے ہیں وہ تو چھ سال کا ہو چکا ہے، تب حکیم نے کہا تو پھر آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟ تم نے پہلے ہی چھ سال تربیت کے ضائع کر دئے ہیں فوراً چلی جاؤ اور تربیت شروع کر دو، اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے کی مثال نرم و نازک نوخیز پودے کی ہوتی ہے، اس کو جس طرح چاہے موڑ لیا جا سکتا ہے، ایک پودا جب تک پودا ہوتا ہے اس کی ڈالیوں کو جس طرف چاہے موڑ لیا جا سکتا ہے، مگر جب وہ درخت بن جاتا ہے تو اس کی ڈالیوں کو موڑنا بہت مشکل ہو جاتا ہے، یہی حال انسانی بچہ کا ہے، بچپن میں اسے جس ماحول میں ڈھالا جائے ڈھل جاتا ہے، جس قسم کی ذہنی و عملی تربیت کرائی جائے وہ اسی رنگ کو اختیار کر کے آئندہ زندگی کا باقی سفر اسی طرح پورا کرتا ہے، چنانچہ فرنگی مشنریاں پوری دنیا میں انسانوں کی اس بنیادی حقیقت کو جان کر زیادہ سے زیادہ انسانیت کے چھوٹے چھوٹے پودوں کو پکڑ کر ان ہی پر محنت کر رہی ہیں، ان کو درختوں سے زیادہ پودے ہی چاہیئے، اس لئے بچپن کی تعلیم و تربیت پتھر کی لکیر کی مانند ہوتی ہے اور اسی سے بچے کے ذہن کو جس سانچہ میں چاہے ڈھال لیا جا سکتا ہے۔

اگر عمارت کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دی جائی تو اخیر تک عمارت ٹیڑھی ہوتی چلی جاتی ہے، شروع کی اینٹ اگر سیدھی رکھی جائے تو اخیر تک عمارت سیدھی بنے گی، جس چیز کا آغاز اور ابتداء درست ہو تو اس کی انتہاء بھی درست ہو جاتی ہے، اس قسم کی بات بہت سے لوگوں کی سمجھ میں آتی ہی نہیں، وہ یہ سوچتے ہیں کہ ایک چھوٹا بچہ جو بے شعور ہوتا ہے، نہ صحیح سن سکتا ہے اور نہ صحیح دیکھ سکتا ہے وہ کیسے تربیت حاصل کرے گا؟ اس میں سمجھ اور عقل ہی کہاں کہ وہ اچھے برے کو سمجھے؟ وہ سمجھتے ہیں کہ بچہ جب شعور کی عمر کو پہنچے گا تو خود بخود اس میں اچھے برے کا شعور بیدار ہو جائے گا اور وہ سنبھل جائے گا، اس طرح سوچ کر مناسب تربیت کی ضرورت نہیں سمجھتے اور بچہ کی طرف سے لاپرواہی برتتے ہیں، حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہوتا ہے۔

دنیا کے بڑے بڑے حکماء کا خیال ہے کہ بچہ جب دودھ پیتا ہے اور بات کرنے کے قابل بھی نہیں رہتا اسی وقت سے اس کے دماغ میں اخذ کرنے کا مادہ ہوتا ہے، اسی وقت سے اس کا دماغ دوسروں کی باتوں اور حرکتوں کو کانوں اور آنکھوں کے ذریعہ اخذ کرنا شروع کر دیتا

ہے یعنی بات کا اثر اور عکس قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے گرچہ وہ زبان سے کچھ نہیں کہہ پاتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے فوٹو گرافر کے کیمرہ کی، ہم جو کچھ کرتے ہیں وہ سب کیمرہ کی ریل میں محفوظ و منقش ہو جاتا ہے، گو اس وقت آواز اور حرکت نہیں نکلتی لیکن جب ان نقوش پر سوئی چلتی ہے تو وہ سب باتیں اور حرکتیں ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

حکماء نے لکھا ہے کہ بچہ کا دماغ پریس کے مانند ہوتا ہے جو چیز اس کے سامنے آتی ہے وہ اس کے دماغ میں منقش ہو جاتی ہے اور بچہ اس کو اخذ کر کے محفوظ کر لیتا ہے، پھر جب اس کو ہوش آتا ہے تو وہی نقوش اس کے سامنے آجاتے ہیں اور وہ ویسے ہی کاموں کی طرف لپکتا ہے جو اس کے دماغ میں پہلے ہی سے منقش ہوتے ہیں۔

پیدا ہوتے ہی اذان واقامت کیوں کہی جاتی ہے؟ کائنات کے خالق کو جو سب سے زیادہ جاننے والا اور حکیموں کا حکیم ہے، کیا اس کو یہ بات نہیں معلوم کہ پیدا ہونے والا بچہ نہ سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے، پھر کیوں اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ حکم دیا کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اسکے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہو؟ حالانکہ وہ انسانوں کا خالق ہے اس کو تو ہر چیز کا علم ہے۔

بے شک اس راز کو انسان کا خالق ہی اچھی طرح جانتا ہے، اس نے اس کو سب سے پہلے اہمیت دی کہ بچہ ابھی پیدا ہوا ہے، ابھی نہ روٹی کا بندوبست ہے اور نہ دودھ کا، پھر بھی ظاہری آلودگی سے پاک کرتے ہی غسل کے فوراً بعد اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے، غور کیجئے کہ یہ آخر کس کو سنایا جا رہا ہے؟ ظاہر میں بچہ تو بالکل بے شعور ہے، ابھی آنکھیں تک پوری نہیں کھولتا، مگر خالق کائنات کو انسانی جسم کے پرزوں سے پوری واقفیت ہے، وہ ان کی پوری کیفیت اور صلاحیت سے واقف ہے اسی وجہ سے اس حکیم نے یہ تجویز رکھی، ظاہر میں یہ عمل ایک غیر ایمان والے کو ایسا لگے گا جیسے دیوار سے بات کی جا رہی ہو، لیکن حکیموں کے حکیم کو یہ بات معلوم ہے کہ بچہ کو تو خبر نہیں ہے مگر کان کے راستہ کلمہ اندر پہنچایا جا رہا ہے، جب یہ کلمہ کان کے راستہ سے اندر پہنچے گا تو دل پر ایمان کی چھاپ لگ جائے گی اور دل میں سب سے پہلے ایمان واسلام کا بیج بو دیا جائے گا، آئندہ ماں باپ بچہ کی تربیت کرتے

ہوئے اس بیج کو پانی اور کھاد دیں گے تو وہ آسانی سے ایمان واسلام کی شاہراہ پر دوڑنا شروع کردے گا اور اس کی زندگی میں ایمان اور عمل صالح نظر آئے گا، اگر ماں باپ محنت نہ کریں گے تو یہ بیج جو پیدا ہوتے ہی ڈالا گیا تھا پھل پھول نہ سکے گا، وہیں جل کر ختم ہو جائے گا، جس طرح نباتات کا بیج زمین میں ڈال کر پانی، کھاد نہ دیا جائے، دھوپ نہ پہنچائی جائے تو بیج وہیں جل کر ختم ہو جاتا ہے۔

بس پیدا ہوتے ہی توحید ورسالت کا بیج اذان واقامت کے ذریعہ ڈالا جاتا ہے تاکہ ماں باپ محنت کرکے آئندہ تربیت کریں، اسلئے ماں باپ تربیت میں جتنی پاکیزگی برتیں گے اتنی ہی پاکیزگی بچہ کے قلب میں پیدا ہوگی بچہ کی بنیادی تربیت کا جو اصلی زمانہ ہوتا ہے وہ تقریباً دس برس تک ہی ہوتا ہے، اس لئے ماں باپ کو چاہئے کہ اس عمر میں پوری طرح چوکنا رہیں۔

امام غزالیؒ اور دین کے دوسرے بڑے بڑے حکماء فرماتے ہیں کہ پیدائش کے ساتھ ہی بچہ تربیت کا محتاج ہو جاتا ہے، اسلئے پیدا ہوتے ہی اس کی تربیت شروع کردینی چاہئے، بچہ ابھی مہینہ بھر کا ہے، اسے ظاہر میں کوئی عقل وشعور اور تمیز نہیں لیکن اس کے سامنے کوئی برا کلمہ مت کہو، کوئی بری ہیئت مت اختیار کرو اور نہ اس کے سامنے بے شرمی وبے حیائی کی حرکت کرو، اس لئے کہ اسے ہوش تو نہیں ہوتا مگر اس کا قلب ایسا ہوتا ہے جیسے عکس کا مشین، آنکھوں اور کانوں کے راستہ جو ہیئت اور آواز جائے گی وہ اس کے قلب کے اوپر جاکر چھپ جائے گی، ماں باپ برا کلمہ کہیں یا گالی گلوج کریں، وہ کان کے راستہ جاکر اس کے دماغ پر چھپ جائے گا یا اس کے سامنے ناچیں، لڑیں یا بے حیائی وبے شرمی کی ہیئت اختیار کریں وہ آنکھوں کے راستہ دماغ پر چھپ جائے گا، غرض سب کچھ نقش ہوتا چلا جائے گا، وہ جب ہوش سنبھالے گا تو انہی باتوں کی طرف رغبت اختیار کرے گا، اس وقت اس کی فطرت یا تو سنوری ہوگی یا مسخ ہو چکی ہوگی۔

حکماء نے لکھا ہے کہ پیدائش کے کچھ عرصہ بعد تک بچے صرف اپنے حواس سے کام لینا اور حرکت کرنا ہی سیکھتے ہیں، اس عمر میں وہ تنہا ء کھیلنا ہی پسند کرتے ہیں، وہ اپنے اردگرد کی نئی نئی چیزوں پر ہاتھ ڈالنے کی مشق کرتے ہیں، کسی حرکت کو بار بار کرنے میں انہیں بڑا لطف محسوس ہوتا ہے، ابتداء میں یہ حرکتیں بے تکی ہوتی ہیں اور وہ اپنے گردوپیش کے لوگوں اور چیزوں کو بہت

دیر دیر تک تکتے رہتے ہیں، دودھ پینے کے لئے شور مچاتے، ہاتھ پیر مارتے اور ماں کو آتی دیکھ کر یا آواز سن کر خاموش ہو جاتے ہیں، ذرا ذرا سی آواز پر ان کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں، غرض یہ کہ ان ابتدائی ایام میں بچہ بول تو نہیں سکتا لیکن محسوس کرتا اور آوازوں سے اثر لیتا ہے اور ماں کے انداز و اطوار سے بہت کچھ سیکھتا ہے، اس لئے ان ایام میں بچہ کے سامنے کوئی ناشائستہ بات اور نازیبا حرکت نہ کی جائے، اچھی آوازوں اور اچھے بولوں سے اسے مانوس کیا جائے، اس کے پاس قرآن کی تلاوت یا اللہ تعالیٰ کے نام کا ورد کیا جائے، چنانچہ اکثر بچے قرآن کی تلاوت پر خاموش ہو جاتے ہیں، یا اللہ اللہ کے ذکر پر ہلتے رہتے ہیں۔

چنانچہ غیر مسلم لوگ اسلام کی اس اذان و اقامت کی حکمت کو جان کر وہ اپنے خاص دواخانوں میں بچہ پیدا ہوتے ہی صاف صفائی کے بہانے اسے ایک کمرہ میں لے جاتے ہیں اور اس کمرہ میں کسی کو داخلہ کی اجازت نہیں ہوتی، اس کمرہ کے ذمہ داران کی ایک مذہبی عورت ہوتی ہے، وہ بچہ کے کانوں میں سب سے پہلے اپنے مذہب کی دعوت رکھتی ہے پھر وہ بچہ کو آپ کے حوالہ اذان کے لئے کر دیدیتے ہیں اور بیوقوف ماں باپ ان کے دواخانوں میں اپنی عورتوں کی زچگیاں کروا کر مطمئن رہتے ہیں۔

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ پیدائش کے ساتھ ہی تربیت شروع کر دینی چاہئے، جس راہ پر ماں باپ ڈالیں گے وہ پڑ جائے گا، بعض حکماء نے لکھا ہے کہ دس برس کے بعد بچہ اصلاح اور درستگی کے لائق نہیں رہتا، اس عمر میں اچھے ماحول کے اثرات بچہ پر ڈالے جائیں تو وہ اسی کا اثر قبول کر کے پختہ ہو جاتا ہے اور اس کی طبیعت میں زیادہ نیکی قبول کرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، برائی سے شرماتا ہے، غرض ماں باپ جس زمانہ کو ناسمجھی کا زمانہ خیال کرتے ہیں، دراصل وہی وقت بچہ کی بنیادی تربیت کا زمانہ ہوتا ہے اس لئے ماں باپ کو بچہ کی تربیت سے غفلت نہیں برتنی چاہئے اور یوں نہ کہنا چاہئے کہ ہمارا بچہ تو ابھی بچہ ہے، بے شعور ہے، بھلا برا کیا جانے، حالانکہ جو عادت بچپن میں پختہ ہو جاتی ہے وہ آخر تک باقی رہتی ہے۔ مثلاً:

بچہ اگر بچپن میں اندھیرے سے اور اکیلے پن سے ڈرتا ہے تو تقریباً زندگی بھر اندھیرے اور اکیلے پن سے ڈرے گا۔

ماں باپ انگریزی، ہندی اور تلگو جس زبان میں بات کرتے ہیں بچہ بھی بغیر سکھائے وہی زبان بولنے لگتا ہے، بڑے ہونے کے بعد اس کو مادری زبان کے علاوہ کوئی دوسری زبان سکھائی جائے تو اسے بے انتہاء محنت کرنی پڑتی ہے، مگر پھر بھی یہ نئی زبان ویسی نہیں بول سکتا جیسی وہ اپنی بچپن کی سیکھی ہوئی مادری زبان بولتا ہے۔

چھوٹے بچے بچپن میں جن کی گود میں کھیلتے اور جن کا دودھ پیتے ہیں انہی کو ماں باپ سمجھتے ہیں، بعد میں ان کو کہا جائے کہ یہ تمہارے ماں باپ نہیں تو وہ ہرگز یقین نہیں کرتے، بچپن میں شیطان سے ڈر پیدا کرایا جائے تو زندگی بھر شیطان سے ڈرتا رہے گا۔

بچوں کو قرآن کا حفظ بھی بچپن ہی میں کرایا جاتا ہے اور جو قرآن بچپن میں حفظ ہوتا ہے وہ انتہائی پکا اور گہرا یاد ہوتا ہے۔

اکثر عورتیں بچپن میں بچوں کو بلی، شیر یا کتے سے ڈراتی ہیں اسلئے اکثر لوگ بوڑھے ہونے تک کسی نہ کسی چیز سے ڈرتے ہی رہتے ہیں، بچوں کو بچپن میں زبان درازی، فضول خرچی، گالی گلوج اور چلانے اور چیخنے اور چوری، جوا اور بھیک مانگنے کی عادت پڑ جائے تو وہ زندگی بھر نہیں نکلتی۔

چنانچہ بچہ کی تربیت کا سب سے پہلا اور بنیادی مدرسہ اس کی ماں ہے وہ ماں کو جیسا جیسا کرتے ہوئے دیکھتا ہے وہ بھی ایسا ہی کرتا ہے، اگر ماں اس کو اللہ اللہ کہنا سکھاتی ہے تو وہ بھی ہل ہل کر اللہ اللہ کہتا ہے یا گود میں پڑے پڑے اللہ اللہ کہتا ہے، اگر ماں نماز کے لئے سجدہ و رکوع کرتی ہے تو وہ بھی ماں کے ساتھ سجدہ و رکوع کرتا ہوا اوندھا لیٹ جاتا ہے یا پھر ماں کو اور بھائی بہنوں کو قرآن پڑھتا ہوا دیکھتا ہے تو وہ بھی کوئی کاپی اور کتاب لیکر آوازیں نکالتے ہوئے بیٹھا رہتا ہے، گھر میں بڑوں کو سلام کرتا ہوا دیکھ کر وہ زبان سے تو الفاظ ادا نہیں کر سکتا مگر ہاتھ اٹھا اٹھا کر سلام کی نقل کرتا ہے، ماں باپ کو خیر خیرات کرتا ہوا دیکھ کر وہ بھی فقیر کے آنے پر ماں سے پیسے لیکر فقیر کو دینا چاہتا ہے، ماں بھائی بہنوں کو ناچتے گانا گاتے دیکھ کر وہ بھی ناچنے اور گانے لگ جاتا ہے، ماں نیم برہنہ رہے گی تو بچہ بھی اسی قسم کا لباس پسند کرے گا۔

غرض بچہ کو بچپن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے دور رکھ کر یہود و نصاریٰ کی

تہذیب کا عادی بنائیں گے تو وہ زندگی بھر اسی تہذیب کو پسند کرنے والا بن جائے گا اور بچپن میں دین واسلام کا شیدائی بنائیں گے تو وہ زندگی بھر دین واسلام کا شیدائی بنا رہے گا۔

عام طور سے بچے پر ماں کی ہیبت بھی طاری نہیں ہوتی، ماں کی غیر معمولی نرم مزاجی تحمل، پیار ومحبت کی وجہ سے بچہ ماں سے زیادہ بے خوف اور مانوس ہوتا ہے اور بڑی بے خوفی اور آزادی کے ساتھ ماں کے سامنے اپنے ہر طرح کے مطالبے، احتجاج اور شرارتیں کرتا رہتا ہے اور اس کی ان تمام حرکتوں سے اور اس کے اچھے برے تمام اعمال سے ماں واقف رہتی ہے اور سلیقہ ہو تو نہایت آسان طریقہ سے اس کی اصلاح بھی کرسکتی ہے اور اس کے ذہن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف موڑ سکتی ہے۔

اس لئے بچوں کو اچھی تربیت دینے کے لئے ماں کو خود دیندار تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے، جو بچوں کو اچھی تربیت اسلامی ذہن کے ساتھ دینے کے طریقے جانتی ہو اور ہر کام کی اچھائی، برائی سمجھتی ہو، ان پڑھ، بے دین، بدتمیز، بدسلیقہ مائیں جب وہ خود کچھ نہیں جانتیں تو بچوں کو کیا سکھائیں گی؟ اس لئے لڑکیوں کو موجودہ زمانہ میں دینداری کے ساتھ کم سے کم میٹرک تک تعلیم تو دلانی چاہئے، بہت سے لوگ تو کسی طرح کی تعلیم ہی نہیں دلاتے، جو لوگ دلاتے ہیں ان میں سے بیشتر لوگ صرف عصری اور دنیوی تعلیم دلاتے ہیں، دین کی تعلیم بہت ہی کم لوگ دلاتے ہیں، حالانکہ یہ ضروری ہے کہ عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بقدر ضرورت کم ازکم دلائی جائے، آج کل ایسے ادارے الحمد للہ چل رہے ہیں جہاں بچوں کے لئے عصری اور دینی تعلیم کا بہترین انتظام کیا جارہا ہے، یہ کب ہوگا جب ہر ماں کو اپنی اولاد کی حفاظت کے لئے اللہ کی یہ تاکید یاد رہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَاراً وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۔(تحریم)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: تم سب اپنی اپنی جگہ ذمہ دار ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی، خلیفہ (بادشاہ) سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائیگا، مرد سے اس کے اہل وعیال کے بارے میں پوچھا جائے گا، ہر عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے، لہٰذا اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا، غلام اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اس سے اس

کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

دنیا میں کوئی برائی ہورہی ہو تو اس برائی میں ماں بھی بالواسطہ شریک ہے

دنیا میں اگر کوئی قتل و غارت گری، کوئی چوری، کوئی فساد ہورہا ہے تو اس خونریزی، قتل و غارت گری میں ماں بھی بالواسطہ شریک اور ذمہ دار ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک عورت نے اپنے بچہ پر محنت کی ہوتی تو وہ خونریزی، قتل اور چوری وفساد نہ کرتا ہوتا، اس لئے ایک قاتل کے قاتل بننے اور ایک چور کے چور بننے کا ذریعہ ماں بھی بنتی ہے، اگر وہ اپنی اولاد کو بچپن ہی میں انسانیت کا ادب واحترام اور قدر کرنا سکھاتی اور چوری سے، جھوٹ سے نفرت پیدا کراتی اور اس کی تعلیم وتربیت کر کے اعمالِ صالحہ کا حامل بناتی تو وہ چوری اور قتل وفساد نہ کرتا۔

بچہ کے ابتدائی پانچ چھ سال کی تربیت کا سارا بوجھ ماں کے ذمہ ہوتا ہے، اس لئے کہ بچہ اس عمر میں ماں کے زیر اثر زیادہ رہتا ہے اور یہی عمر خاص احتیاط اور بنیادی تربیت کی ہوتی ہے، اس عمر میں اکثر مائیں غفلت کا رویہ اختیار کرتے ہوئے بچہ کی تمام بری باتوں کو بچہ سمجھ کر اور یہ سوچ کر نظر انداز کر دیتی ہیں کہ یہ سب عادتیں بڑے ہونے کے بعد خود بخود ٹھیک ہو جائیں گی، ماؤں کی یہ سوچ اور غفلت دنیا میں بہت بڑا فساد برپا کر دیتی ہے، جس عمارت کی بنیاد ہی مضبوط نہ ہو تو اس کی پختگی کی امید فضول ہے، بچپن میں پڑی ہوئی عادتیں اور صفات عمر بھر پیچھا نہیں چھوڑتیں، اسی لئے شروع عمر ہی سے احتیاط ضروری ہوتی ہے۔

ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک عورت کا ایک لڑکا جسے وہ بہت چاہتی تھی اسکول جانے لگا، اسکول سے دوسرے لڑکوں کے قلم، پنسل، نوٹ بک چرا کر لانے لگا، یہ سب دیکھتے ہوئے بھی ماں نے اس کو نہیں روکا اور نہ ٹوکا، بلکہ یہ سمجھا کہ جب بڑا ہو جائے گا تو خود بخود درست ہو جائے گا، اس نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ یہ سب چیزیں تم کہاں سے لا رہے ہو؟ بچہ کی ہمت آہستہ آہستہ بڑھتی گئی، پھر وہ باپ کی جیب سے بھی روپیہ دو روپیہ چرانے لگا، ماں اسے بھی جانتے ہوئے خاموش ہوگئی کہ بچہ ہے اس کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھلانا پڑتا ہے، کوئی بات نہیں بڑا ہونے کے بعد اچھے برے کی سمجھ آجائے گی، خاموش ہی رہی، مگر بچہ میں چوری کرنے کی عادت

مضبوط ہوتی گئی پھر تو وہ بڑی بڑی چیزیں چرانے لگا اور جب جوان ہوا تو ایک بڑا ڈاکو بن گیا، ایک روز اس نے اپنے دوستوں کے ساتھ ایک گاؤں میں ڈاکہ ڈالا اور اس ڈاکہ میں کسی کا قتل بھی کرڈالا، پولیس نے اس کو گرفتار کرلیا، عدالت میں مقدمہ چلنے کے بعد اس کو قتل کے الزام میں پھانسی کی سزا ملی۔

جب اس چور اور قاتل کو پھانسی کے تختہ کے قریب لایا گیا تو اس نے کہا کہ میں اپنی ماں سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں، اس کو عدالت کی طرف سے اجازت دی گئی، ماں کو لایا گیا، جس کی حالت روتے روتے بے حال بن گئی تھی، تو ڈاکو نے ماں کے قریب آکر کہا کہ آج تیری وجہ سے میرا یہ حشر ہورہا ہے، لوگوں نے اس کو برا بھلا کہا کہ آخری وقت تو یہ کیا کہہ رہا؟ تو اس ڈاکو نے کہا کہ اسی ماں کی وجہ سے آج مجھے پھانسی کی سزا مل رہی ہے کیونکہ جب میں چھوٹا تھا، اسکول سے پنسل اور قلم وغیرہ چرا کر لاتا تھا اس وقت میں اپنی اسی ماں کی تربیت میں تھا لیکن اس نے مجھے کیوں نہیں روکا، اگر ابتداء ہی میں مجھے روکتی، اس حرکت پر مجھے سزا دیتی، قباحت بتلاتی اور سیدھا راستہ سمجھاتی تو میں اس عادت کو اسی وقت چھوڑ دیتا اور آج یہ وقت نہ آتا، اس لئے مجھے پھانسی کے تختہ پر چڑھانے کی یہ بھی ذمہ دار ہے۔

ہر مسلمان ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ سلوک کرتے وقت خاص طور پر اللہ کی یہ تاکید ذہن میں رکھنا ہوگا:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَاراً وَّ قُوْدُھَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَۃُ ۔(تحریم)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

☆ جریر ابن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی بھی قوم میں کوئی آدمی گناہ کررہا ہو اور لوگوں کو اسے روک دینے کی قوت ہو پھر بھی نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر ان کی موت سے پہلے اس گناہ کا عذاب نازل کرے گا۔ (مشکوۃ:۴۳۷)

ماں کا دودھ بچہ کا حق ہے

ماں کا دودھ بچہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور بچہ کو اپنا دودھ پلانا ماں پر بچہ کا حق ہے، بچہ ماں اور باپ دونوں کی اولاد ہوتا ہے اس لئے دونوں کو اس کی پرورش کی اپنی اپنی

ذمہ داریاں ادا کرنا ہوگا، جو عورتیں بچوں کو دودھ پلاتی ہیں وہ خاص طور پر ان ایام میں بہت احتیاط کے ساتھ رہیں اور اپنے پیٹ میں حرام، ناجائز، ناپاک غذاؤں کو نہ جانے دیں ورنہ حرام اور ناجائز غذاؤں کا اثر دودھ کے ذریعہ بچہ میں اثر کرتا ہے، بچہ کے لئے ماں کے دودھ کے مقابلہ میں کوئی بھی دودھ بدل نہیں بن سکتا، اس کے لئے سب سے بہتر اور مفید ماں ہی کا دودھ ہوتا ہے، موجودہ زمانہ میں اکثر عورتیں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے فیشن پرست ہو جاتی ہیں اور اپنے حسن وخوبصورتی اور جوانی کو برقرار رکھنے یا شباب وجسم کے جلد ڈھل جانے کے خوف سے بچہ کو اپنا دودھ نہیں پلاتیں یہ جہالت ہے، دنیا میں اللہ تعالیٰ نے تمام جانداروں میں بچوں کو ماں کا دودھ ہی پلا کر پرورش کرتا ہے اس سے ان کے بچے صحت منداور پوری صلاحیتوں والے بنتے ہیں، مگر انسان جانوروں سے زیادہ عقل وفہم رکھ کر جانوروں سے بھی زیادہ گری ہوئی حرکت کرتا ہے، ایسی عورتیں ماں کی ممتا، ماں کے جذبات اور ماں کے دل سے محروم ہوتی ہیں اور بعد میں اپنی اولاد کے انس ومحبت کے لئے روتی ہیں، ایسی عورتوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ یاد رکھنی چاہئے جس میں دردناک انجام سے ان کو ڈرایا گیا ہے، معراج کے واقعات بیان کرتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''پھر مجھے اور آگے لے جایا گیا تو میں نے دیکھا کہ کچھ عورتیں ہیں جن کی چھاتیوں کو سانپ نوچ رہے ہیں، میں نے پوچھا یہ عورتیں کون ہیں؟ کہا گیا: یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں''۔

ماں کا دودھ دراصل بچہ ہی کی غذا ہے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً بچہ ہی کے لئے اس دودھ کو ماں کے جسم ہی سے جاری کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت سے بچہ کی پرورش اور نگہداشت کے لئے اس میں جسم کو طاقت وتوانائی دینے کے تمام وٹامن رکھے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس دودھ کو صرف جسمانی غذا ہی نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی غذا بھی بنایا ہے جس کی وجہ سے اس کے اخلاق واوصاف میں ماں باپ جیسے کردار کا بہت زیادہ اثر آتا ہے، ماں کا دودھ بچہ کے قلب وروح، جذبات واحساسات اور اخلاق وکردار پر گہرا اثر ڈالتا ہے، ماں بچہ کو اپنا صرف دودھ ہی نہیں پلاتی بلکہ دودھ کے ہر ہر قطرہ کے ساتھ ساتھ اپنے

پاکیزہ جذبات، خیالات اور پاکیزہ اخلاق وکردار اور عقل وفہم کی بلند سوچ وسمجھ، تمنائیں اور اپنے تقویٰ وطہارت اور اللہ تعالیٰ سے لگاؤ اور محبت کے تعلقات کو بچہ کے جسم وجان میں منتقل کرتی جاتی ہے اور بچہ کو قدرتی طور پر ماں کے بظاہر دودھ کے ساتھ ساتھ یہ سب کچھ ملتا رہتا ہے، اس لئے بنیادی طور پر ماں کے دودھ کا معاملہ نہایت اہم ہے ویسے یوں بھی غذا کا اثر اخلاق وکردار پر لازماً پڑتا ہی ہے لیکن دودھ چونکہ انسان کی ابتدائی اور اہم غذا ہے اس لئے اس کا معاملہ اور زیادہ اہم ہے۔

اگر کسی مجبوری کی وجہ سے بچے کو ماں کا دودھ نہ ملے اور کسی دوسری عورت کا دودھ پلانا پڑے تو انتہائی احتیاط برتنی چاہئے اور پہلے اپنے ہی خاندان کی ایمان والی صحتمند دیندار، عمدہ اخلاق، پاکیزہ جذبات، تقویٰ وطہارت والی جوان عورت سے دودھ پلایا جائے اور بے دین، بدکردار، بداخلاق، گندے اور ناپاک خیالات وجذبات رکھنے والی یا احمق بیوقوف، کنجوس اور لالچی عورت سے نہ پلایا جائے، جس کا دودھ پلایا جارہا ہو اس کا بچہ بھی چھ سات ماہ سے زیادہ کا نہ ہو ورنہ بچہ کے معدہ کے خراب ہوجانے کا خطرہ رہتا ہے۔

☆حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی اولاد کو احمق، فاحشہ عورتوں کے حوالہ نہ کیا کرو اور نہ ان کا دودھ پلوایا کرو، اس واسطے کہ دودھ بدن میں تاثیر پیدا کرتا ہے اور بچہ پر اس کا اثر بہت ہوتا ہے، تندرست ماں اگر خالی پستان بھی بچہ کے منہ میں رکھ دے تو بچہ کو اس کا بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

بچہ کو ماں سے غیر معمولی انس ومحبت، گہرا طبعی لگاؤ اور انتہائی قلبی اور روحانی تعلق ہوتا ہے، اس میں بڑا حصہ دودھ کا ہے، جو مائیں بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتیں وہ بچہ کے سینہ میں اپنے لئے وہ جذبات ہرگز نہیں پاسکتیں جو دودھ پلانے ہی سے پیدا ہوتے ہیں، اگر ایسی ماؤں کو اپنے بچہ سے سردمہری، بے تعلقی اور بیگانگی کی شکایت ہے تو وہ خود اس کی ذمہ دار ہیں، چونکہ عمر کے ابتدائی دوسالوں میں اس نے اپنے گرم سینہ سے بچہ کو دور رکھا اور بچہ کے سینہ میں اس نے اپنی محبت، خلوص، یگانگت، روحانی اور قلبی تعلق کی گرمی کو منتقل نہیں کیا تو عمومی طور پر اس کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔

ماں کے دودھ کے فوائد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پلانے والی عورتوں

کا بڑا اجر وثواب بتلایا ہے، ان کو دنیا ہی میں نہیں آخرت میں بھی بڑے اجر کی بشارت دی ہے، طبی تحقیقات سے حکماء نے لکھا ہے کہ ماں کا دودھ کسی دوسرے دودھ کا بدل نہیں بن سکتا، اگر ماں چاہتی ہو کہ اس کا بچہ ہر قسم کی الرجی سے محفوظ رہے اور اگر وہ چاہتی ہے کہ اس کا بچہ درد شکم، سوء ہضم اور پیچش میں مبتلا نہ ہو تو اسے اپنا دودھ پلانا چاہئے، بچہ پیدا ہونے کے بعد ماں کا جسم اپنی اصلی حالت پر اسی صورت میں تیزی سے واپس آتا ہے جب کہ ماں بچہ کو اپنا دودھ پلائے اور قبل از وقت پیدا ہونے والے بچہ کے کمزور جسم میں بھی ماں کے دودھ ہی سے توانائی جلدی پیدا ہوتی ہے، شیشی کا دودھ پینے والے بچے اکثر پیٹ کے درد میں مبتلا رہتے ہیں۔

متفرق ہدایات

❁ بچہ کو دودھ پلانے اور کھانا کھلانے کے اوقات مقرر کرنا بہت ضروری ہے اس سے تندرستی باقی رہتی ہے۔

❁ اکثر مائیں اپنے بچوں کے ہاتھوں میں دودھ کی بوتل تھما دیتے ہیں اور بچہ وہ بوتل ہاتھ میں لیکر گھر سے باہر بھی پیتا رہتا ہے، یہ عمل اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ ماں بے شعور، بد سلیقہ اور لا پرواہ ہے، جبکہ یہ اسلامی تہذیب کے خلاف بھی ہے۔

❁ ہر مرتبہ دودھ پلانے سے پہلے ایک انگلی شہد بچہ کو چٹا دیا کریں تو بہت مفید ہوگا۔

❁ افیون کھانا اور کھلانا دونوں حرام ہیں، افیون کھلانے سے بچہ کالا اور بد مزاج ہو جاتا ہے، افیون زہر ہے اس لئے اس سے قطعی پرہیز ضروری ہے۔

❁ زچگی کے زمانہ میں ماں بچہ کو لیٹے لیٹے دودھ نہ پلائے اس سے بعض مرتبہ بچہ کا کان بہنے لگتا ہے۔

❁ بچہ کو دودھ پلانے کے زمانہ میں مائیں اپنے کپڑوں اور بدن کو صاف ستھرا رکھیں، خصوصاً پستانوں کے حصوں کو صاف رکھیں، اسلئے کہ ذرا سی بدبو آجائے تو بچے قئے کر دیتے ہیں، ماں یہ سمجھتی ہے کہ نہ جانے کیوں قئے ہو رہی ہے؟ حالانکہ ماں کے بدن کی بدبو کی وجہ سے قئے کر رہا ہے۔

❁ بچہ کو جلدی جلدی دودھ پلانے کی کوشش نہ کیجئے بلکہ آہستہ آہستہ کھیل کھیل کر چوس چوس کر دودھ پینے دیا جائے، جلد بازی کے رویہ سے بچہ کے احساسات متاثر ہوتے ہیں۔

❁ دودھ کے زمانہ میں جس طرح سرد چیزیں ماں کے کھانے سے بچہ پر اثر پڑتا ہے اسی طرح گرم غذاؤں کا اثر بھی بچہ پر پڑتا ہے، ان ایام میں بچہ بیمار ہو تو ماں کو بھی پرہیز کرنا چاہئے۔

اولاد کی تربیت و پرورش پر مسلم ماں باپ کو اجر و ثواب

ایمان و اسلام کو اختیار کرنے کے بعد جب مسلم ماں باپ اپنی اولاد سے مامتا سے آگے بڑھ کر اللہ کے واسطے محبت کرتے ہوئے ان کی تربیت کرتے تو ان کی زندگی کا ہر عمل عبادت بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے بے انتہاء اجر و انعام دنیا اور آخرت میں رکھا ہے، اگر مسلمان ماں باپ اس کو ذہن نشین کر لیں تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کو اپنی اولاد کی تربیت کا شوق بڑھے گا اور وہ اطمینان و سکون اور راحت کے ساتھ تربیت کر سکیں گے اور اولاد کو مصیبت نہیں رحمت سمجھیں گے۔

اس کے برعکس غیر مسلم ماں باپ ایمان و اسلام سے دور ہونے کی وجہ سے ان تمام اجر و ثواب سے محروم رہیں گے، حالانکہ اولاد کی تربیت و پرورش میں وہ بھی مختلف قسم کی تکالیف و پریشانیاں ضرور اٹھاتے ہیں اور اپنا خون پسینہ ایک کر کے ان کو پالتے ہیں مگر اس کے باوجود ان کو کوئی فائدہ اور ثواب حاصل نہیں ہوگا الٹا وہ اپنا اور اپنی اولاد کے گناہ کا عذاب بھگتیں گے، چنانچہ غیر مسلموں کے پاس اپنی اولاد کی تربیت پر کوئی اجر و ثواب کا تصور نہ ہونے کی وجہ سے بعض اوقات وہ اپنی اولاد سے اتنا زیادہ بیزار بھی ہوتے ہیں کہ وہ اولاد کو رحمت نہیں مصیبت سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے آج کل اکثر ماں باپ یا تو بچہ پیدا کرنا ہی نہیں چاہتے یا ان کو قتل اور اپنی بھی خودکشی کر لیتے ہیں۔

☆ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: عورت جب حمل سے ہوتی ہے تو حالت حمل کے اس پورے زمانہ میں ویسا ہی اجر و ثواب

پاتی ہے جیسا اجر وثواب ایک روزہ دار، شب بیدار، اطاعت گذار اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے بندہ کو ملتا ہے اور بچہ کی پیدائش کے وقت درد زہ کی تکلیف کے بدلہ جو اجر وثواب ہے اس کے بارے میں مخلوق اندازہ نہیں لگا سکتی کہ وہ کیا کچھ اور کتنا کچھ ہے اور جب اس کی کوکھ سے بچہ جنم لیتا ہے اور وہ اسے اپنا دودھ پلا پلا کر پالتی ہے تو دودھ کے ہر ہر گھونٹ پر اس کو وہ اجر وثواب ملتا ہے جو کسی کو زندگی عطا کر دینے کا ہو سکتا ہے، اور جب (ایک مدت تک دودھ پلا کر) دودھ چھڑاتی ہے تو خدا کا فرشتہ (احترام محبت سے) اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس سے کہتا ہے (خدا کی بندی) اب دوسرے حمل کے لئے تیاری شروع کر دے۔ (کنز العمال)

☆ ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اس کے ساتھ دو بچے تھے، ایک کو گود میں لے رکھا تھا، دوسرے کی انگلی پکڑ رے ہوئے تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ عورتیں پہلے پیٹ میں بچے کو رکھتی ہیں پھر جنتی ہیں پھر ان کے ساتھ کس طرح محبت اور مہربانی کرتی ہیں، اگر ان کا برتاؤ ان کے شوہروں سے برا نہ ہوا تو ان میں جو نماز کی پابند ہوتی ہیں تو وہ سیدھا جنت میں چلی جائیں گی۔

☆ ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو عورت بیوہ ہو جائے اور خاندانی بھی ہے مالدار بھی ہے لیکن اس نے اپنے بچوں کی خدمت اور پرورش میں لگ کر اپنا رنگ میلا کر دیا یہاں تک کہ وہ بچے یا تو بڑے ہو کر الگ الگ رہنے لگے یا ختم ہو گئے تو ایسی عورت جنت میں مجھ سے ایسے نزدیک ہو گی جیسے کلمہ والی انگلی اور بیچ کی انگلی۔ (ابوداؤد)

☆ ایک اور حدیث کا مفہوم ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورت کنوارے پن کی حالت میں یا حمل میں بچہ پیدا ہوتے وقت مر جائے اس کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔

غرض یہ کہ یہ سارے انعامات اور درجات ایمان والوں کو بچہ کی تربیت پر کی جانے والی محنت کی بناء پر دئے جائیں گے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حلال ذرائع سے دنیا طلب کی تاکہ اپنے کو کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچائے رکھے اور اپنے اہل وعیال کے لئے روزی مہیا کرے اور اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ بدر کامل کی طرح چمک رہا ہوگا اور جس نے حلال طریقہ سے دنیا اس لئے کمائی کہ وہ دوسروں سے مال و دولت میں بڑھ جائے، دوسروں پر اپنی بڑائی جتائے، نمود و نمائش کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ

اس پر غضبناک ہوگا۔ (بیہقی)

اسلام نے باپ کو بچوں کی کفالت کا تنہا ذمہ دار قرار دے کر ماں کو معاش کی دوڑ دھوپ سے آزاد کر دیا تاکہ وہ پوری دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ اپنے حصہ کے فرائض انجام دے سکے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ماں اگر اپنے بچوں پر خرچ کرے تو وہ اجر وثواب سے محروم رہے گی، شوہر کا انتقال ہو گیا یا شوہر غریب معذور اور ماں اپنے بچوں کی کفالت کرے تو وہ اپنے اس حسن سلوک کا اجر وصلہ ضرور پائے گی۔

☆ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا مجھے ابوسلمہؓ کے بیٹوں پر خرچ کرنے سے اجر وثواب ملے گا؟ میں انہیں اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتی کہ وہ دربدر محتاجوں کی طرح مارے مارے پھریں، وہ میرے ہی بیٹے تو ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! تم ان پر جو کچھ خرچ کرو گی اس کا اجر ضرور پاؤ گی۔

اس حدیث سے دو اشارے ملتے ہیں: ایک یہ کہ ماں اپنی اولاد پر خرچ کرنے کی ذمہ دار نہ سہی لیکن جو کچھ خرچ کرے گی اس کا اجر وصلہ ضرور پائے گی۔ دوسرے یہ کہ ام سلمہؓ اولاد کی فطری محبت سے مجبور ہیں کہ ان کی سرپرستی کریں اور ان کی ضروریات پوری کریں، خود کہتی ہیں میں انہیں اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتی کہ یہ محتاجوں کی طرح دربدر مارے مارے پھریں۔

مسلم ماں باپ کو لڑکیوں کی تربیت اور پرورش پر خاص اجر وانعام

اسلام مسلم ماں باپ کو لڑکیوں کی پرورش اور تربیت پر خاص اجر وانعام کا مستحق بتلاتا ہے، مگر چونکہ اکثر ماں باپ غیر تربیت یافتہ، دین سے دور اور کمزور ایمان والے ہوتے ہیں اس لئے وہ لڑکی کے پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ سے بظاہر خوش نظر نہیں آتے ہیں اور شکر و صبر کے جذبات کا اظہار بھی نہیں کرتے، لیکن لڑکی پیدا ہونے پر غم کا اظہار کرتے یا روتے بھی ہیں اور غیر مسلموں کی طرح ناخوش اور پریشان بھی ہوتے ہیں۔

بعض لوگ لڑکی پیدا ہونے پر ویسی خوشی اور جذبات کا اظہار نہیں کرتے جیسی لڑکے کی پیدائش پر دلی خوشی اور جذبات کا اظہار کرتے ہیں، بعض لوگ تو لڑکے کی پیدائش پر خاص طور پر عزیز واقارب اور دوست احباب کو اطلاع دیتے اور مٹھائی بھی تقسیم کرتے ہیں، لیکن لڑکی کی

پیدائش کی اطلاع تک نہیں دیتے اور نہ مٹھائی تقسیم کرتے ہیں، پوچھنے پر وہ بے دلی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے، بعض لوگ لڑکی کی پیدائش پر بیوی سے ناراض ہو جاتے ہیں اور کئی کئی دن بیوی کی صورت تک نہیں دیکھتے یا اسے اس کے میکہ میں چھوڑ دیتے ہیں، یہ ساری کیفیات دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے راضی نہیں ہیں، ناخوش ہیں، قرآن نے ناشکرے انسانوں کا نقشہ اس انداز سے کھینچا ہے:

وَ اِذَابُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۔ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ۔

ترجمہ:۔ اور جب ان میں سے کسی کو یہ خوشخبری دی جاتی ہے کہ اس کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو اس کے چہرہ پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے، لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس برائی کو لیکر جس کی اسے خبر دی گئی ہے کیسے کسی کو منہ دکھائے، سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لئے رہے یا اس شرم اور ذلت سے نجات پانے کے لئے اس کو مٹی میں دبا دے۔ (النحل:۵۸،۵۹)

وَ اِذَابُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلاً ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۔

ترجمہ:۔ اور حال یہ ہے کہ جس اولاد کو یہ لوگ خدائے رحمٰن کی طرف منسوب کرتے ہیں اس کی ولادت کی اطلاع جب خود ان میں سے کسی کو دیجاتی ہے تو اس کے منہ پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ غم میں بھر جاتا ہے۔ (زخرف:۱۷)

ان آیات کی روشنی میں اگر مسلم ماں باپ بھی لڑکی کی پیدائش پر رنجیدہ خاطر ہو کر کافرانہ طریقہ اختیار کریں تو یہ ان کی بھی جہالت، دین سے دوری، ایمان کی کمزوری اور غیر اسلامی روش اور غیر مسلموں کے مزاج کی کیفیت ہوگی، ان کو اپنی اس روش سے فوراً توبہ کرنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو خوب اچھی طرح یاد رکھنا ہوگا:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۔ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثاً وَ يَهَبُ لَمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ o وَ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَاناً وَّ اُنَاثاً ۔ وَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۔ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ o

ترجمہ:۔ اللہ زمین وآسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے اور وہ جو چاہتا پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکا دیتا ہے، جسے چاہے لڑکے لڑکیاں دونوں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، بلاشبہ وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے۔ (سورۂ شوریٰ:۴۹،۵۰)

اولاد کا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے، اس میں کسی کے ارادہ کو دخل نہیں، وہ جس کو جو

دینا چاہتا ہے وہی دیتا ہے، لڑکا ملے یا لڑکی دونوں اللہ کی عظیم نعمت اور انعام ہیں، دونوں کی پیدائش پر خوشی منایئے اور اللہ کا شکر ادا کیجئے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر رضامندی ظاہر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندے بنئے۔

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: لڑکیوں سے نفرت نہ کرو، میں خود لڑکیوں کا باپ ہوں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نہیں چار بیٹیاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بیٹیاں بڑی محبت والی اور بڑی خیر و برکت والی ہوتی ہیں۔ (کنز العمال)

☆ طبرانی کی ایک حدیث کا مفہوم ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب کسی کے پاس لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس فرشتوں کو بھیجتا ہے جو آکر کہتے ہیں: اے گھر والو! السلام علیکم، پیدا ہونے والی لڑکی کو فرشتے اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں: یہ ایک ناتواں کمزور جان ہے جو ایک ناتواں کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے، جو شخص اس ناتواں جان کی پرورش کی ذمہ داری اٹھائے گا قیامت تک اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال رہے گی۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جو کئی لڑکیوں کا باپ تھا، اس نے کہا: کاش یہ سب بچیاں مرجاتیں، عبد اللہ بن عمرؓ نے سنا تو انہیں غصہ آ گیا، وہ اس شخص سے بولے: کیا تم ان کو روزی دیتے ہو؟

اولاد اللہ تعالیٰ کا انعام اور بہت بڑی نعمت ہے، لڑکا بھی انعام ہے اور لڑکی بھی انعام ہے، انعام پانے والے کا کام ہے کہ وہ انعام کی قدر کرے اور اپنے محسن کا شکر بجالائے، مومن کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے رب کے انعام کی ناقدری کرے اور ناشکری کی روش اختیار کرے، حقیقت میں اولاد کی قدر ان سے پوچھئے جنہیں اولاد نہیں اور وہ بیٹا یا بیٹی کے لئے کیسے تڑپتے ہیں، ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں، اگر اللہ تعالیٰ آپ کو بھی کوئی اولاد نہ دیتا یا بانجھ ہی رکھتا تو پھر کیا کرتے؟

اولاد کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر ان کی قدر کیجئے اور یہ سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بندہ یا بندی دے کر اپنا قرب لوٹنے کے قابل بنایا، آپ ان کی تربیت و پرورش کر کے اس کا شکر ادا کیجئے اور اجر و انعام حاصل کرنے کے قابل بنئے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکی کے

وجود کو جہنم سے ڈھال اور جنت حاصل کرنے کا ذریعہ بتایا ہے:

☆ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں، (ہاتھ کی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) میں اور وہ اس طرح اکھٹے جنت میں ہوں گے۔ (مسلم)

غور کیجئے کہ ایک انسان کو بے انتہاء محنت و مشقت اور مجاہدہ کرنے کے بعد جنت ملتی ہے ،مگر وہ ماں باپ جن کو اللہ تعالیٰ نے لڑکیاں عطا فرمائیں بڑے ہی خوش نصیب ہیں، اللہ نے ان کی جنت ان کی نگرانی میں دیدی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بشارت بھی دیدی کہ وہ لڑکیوں کی صحیح تربیت اور ان کو اسلامی تہذیب سے آراستہ کریں گے تو وہ ایک طرف جہنم کی آگ سے بچاؤ کیلئے ڈھال ہیں تو دوسری طرف جنت میں جانے کا ذریعہ بنیں گے، اب آپ چاہیں تو اپنی جنت کی حفاظت کر لیں یا اسے ضائع کر دیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خوشخبری دیدی کہ اگر آپ نے بیٹی کی پرورش کا حق ادا کیا تو آپ کیلئے جنت واجب ہوگی۔

موجودہ زمانہ میں لڑکیوں کی پیدائش پر ناک بھوؤں چڑھانے والے ماں باپ کی اصل وجہ ان کی شادی کی پریشانیوں اور شادی کے اخراجات کو برداشت کرنے کی سکت نہ رکھنا اور شادی کے بعد لڑکے والوں کی تکلیف دہی اور ایذاء رسانی سے پیدا ہونے والے حالات ہوتی ہے۔

اسلام نے نہ صرف اولاد بلکہ باندی اور خادماؤں تک کی تعلیم و تربیت کی ترغیب دی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ترغیب دی کہ لونڈیوں اور خادماؤں کو بھی علم و تہذیب سے آراستہ کیا کرو، اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا دوہرا اجر و ثواب ہے۔

☆ بخاری کی کتاب النکاح میں ہے کہ جس شخص کے پاس بھی کوئی باندی ہو اور وہ اسے اچھی تعلیم دے اور بہترین ادب و تہذیب سکھائے پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کے لئے دوہرا اجر و ثواب ہے۔

☆ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے لڑکی پیدا ہوئی ہو اور اس نے اسے (دور جاہلیت کی طرح) زندہ دفن نہیں کیا نہ اس کو حقیر سمجھا اور نہ لڑکوں کو اس پر ترجیح دی تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (مشکوٰۃ، ابوداؤد)

اس حدیث کے تین اجزاء ہیں: (۱) لڑکی کو زندہ دفن نہ کریں اور جینے کا حق دیں۔ (۲) لڑکی کی توہین وتحقیر نہ کریں۔ (۳) لڑکی کو لڑکے سے کم تر نہ سمجھیں۔

بعض گھرانوں میں جہالت اور کم علمی کی وجہ سے لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح اس لئے دیجاتی ہے کہ لڑکا مال ودولت کما کرلاتا ہے اور ماں باپ کو پالتا ہے، لڑکی کو پالنے اور پرورش کرنے کے بعد وہ دوسروں کے گھروں کی زینت بن جاتی ہے ماں باپ کے کام نہیں آتی۔

☆ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کو خبردار کیا کہ یہ طرز عمل پسندیدہ نہیں، اللہ کی خوشنودی اور جنت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسلمان ماں باپ لڑکی اور لڑکے کے ساتھ یکساں سلوک کریں اور دونوں کے سلوک میں کمی وزیادتی نہ کریں، لڑکی کو بھی گھر اور خاندان میں عزت وعظمت کا وہی مقام ومرتبہ دیں جو وہ لڑکے کو دیتے ہیں اور کسی بات میں بھی لڑکی کو لڑکے کے مقابلہ میں حقیر نہ سمجھیں اور نہ اس کی تحقیر کریں۔

اولاد کی پرورش میں یہ ایک بہت بڑا نقص پیدا ہو گیا ہے کہ ماں باپ لڑکی کو مصیبت سمجھ رہے ہیں، جبکہ اسلام نے ان کی تربیت کی فضیلت بتائی ہے۔

☆ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جس شخص نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش کی، انہیں پڑھایا، آداب سکھایا، ان کے ساتھ نیک سلوک کیا اور پھر ان کی شادی کردی تو وہ جنتی ہو گیا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

☆ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص دو بیٹیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں (ان کی شادی ہو جائے اور وہ اپنے شوہر کے گھر پہنچ جائے) تو وہ شخص اور میں قیامت کے دن اس طرح ایک جگہ ہوں گے جس طرح یہ انگلیاں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔ (مشکوۃ)

☆ ایک اور روایت میں عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ ایک بیٹی کے بارے میں پوچھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کے بارے میں بھی یہی بشارت سنادیتے۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی جس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں، مجھ سے اس نے کچھ مانگا، میرے پاس صرف ایک کھجور اس وقت تھی، وہی میں نے اس کو دیدی، اس نے کھجور کو آدھی آدھی کر کے دونوں بیٹیوں کو دیدی اور خود اس میں سے کچھ نہ کھایا، پھر وہ اٹھی اور باہر چلی گئی، اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میں نے یہ سارا

قصہ بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لڑکیوں کے ساتھ آزمائش میں مبتلا کیا جائے (جو بیٹیوں کی وجہ سے مصیبت ومشقت میں مبتلا ہو) اور وہ ان بیٹیوں کے ساتھ احسان کا سلوک کرے تو یہ بیٹیاں اس کے لئے دوزخ کی آگ کے سامنے پردہ ہوں گی یعنی دوزخ سے بچائیں گی۔ (مشکوۃ)

☆ حضرت سراقہ بن مالکؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو بہترین صدقہ سے آگاہ کردوں؟ وہ اپنی اس بیٹی کے ساتھ سلوک کرنا ہے جو تمہاری طرف لوٹادی جائے (یعنی اسکے شوہر نے اسے طلاق دیدی یا مرگیا ہے) اور تمہارے سوا اب اس کیلئے کوئی کمانے والا نہیں ہے۔ (مشکوۃ، ابن ماجہ)

اس سے مراد اصلاً وہی بیٹی ہے جو شادی ہو جانے کے بعد پھر اپنے ماں باپ کے حوالہ کردی گئی ہو، خواہ اس لئے کہ اس کا شوہر مرگیا اور سسرال میں اس کی کفالت کرنے والا کوئی نہیں یا اس لئے کہ شوہر نے کسی وجہ سے اس کو طلاق دیدی اور ماں باپ کے یہاں آگئی، اور وہ لڑکی بھی اس سے مراد ہے جس کی شادی نہیں ہوسکی یا وہ شادی کے لائق نہیں ہے۔

کسی دماغی عارضہ میں مبتلا ہوکر جسمانی طور پر معذور ہے یا کسی جسمانی نقص کی وجہ سے اس کی شادی نہیں ہو پارہی ہے، ان تمام صورتوں میں لڑکی پر خرچ کرنا بہت بڑے اجر وثواب کا کام ہے، اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ خرچ ایسا صدقہ ہے جو تمام صدقات سے افضل ہے۔

☆ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: میرے پاس ایک غریب عورت اپنی دو بچیوں کو لئے ہوئے آئی میں نے اس کو تین کھجوریں دیں اس نے ایک ایک کھجور اپنی دنوں بچیوں کو دیدی اور ایک کھجور خود کھانے کیلئے اپنے منہ میں ڈالنے لگی تھی کہ ان بچیوں نے اسے بھی لے لیا، عورت نے اس کھجور کے بھی دو ٹکڑے کئے جسے خود کھانا چاہ رہی تھی اور ایک ایک ٹکڑا دونوں لڑکیوں کو دیدیا، مجھے اس کی یہ بات بہت ہی بھلی لگی، میں اس کا یہ عمل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان دونوں لڑکیوں کی پرورش کی بدولت اس کیلئے جنت واجب کردی اور اس کو جہنم کی آگ سے نجات بخش دی۔ (مسلم)

غرض یہ کہ آپ لڑکیوں کو وبال جان اور مصیبت نہ سمجھئے اور ان سے مت اکتا جایئے، بلکہ ان کو خدا کی رحمت سمجھئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تمام خوشخبریوں کو ذہن میں رکھ کر ان کی پیدائش پر ویسے ہی خوش ہویئے جیسے لڑکے کی پیدائش پر خوشی مناتے ہیں اور ان کی تربیت و پرورش ویسی ہی کیجئے جیسی لڑکے کی کرتے ہیں، اگر مسلمان ماں باپ کے ذہن

میں اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تمام خوشخبریاں رہیں گی تو وہ اپنی لڑکیوں کی تربیت کو اللہ کی خوشنودی کے لئے پورے شوق اور ذوق کے ساتھ باعزت طریقہ سے کریں گے اور اپنی لڑکیوں کو صحیح معنی میں مومنانہ کردار سے آراستہ کریں گے اور لڑکیوں کے وجود کو اللہ تعالیٰ کی رحمت تصور کریں گے۔

ہر مسلمان ماں باپ کو یہ سوچنا چاہئے کہ نہ معلوم کونسی اولاد کیا نصیب لیکر آئی ہے اور پیدا ہونے والی کمزور و ناتواں لڑکی کتنا طاقتور اور عظیم نصیب لیکر آئی ہے، اللہ کی قدرت سے یہ بھی بعید نہیں کہ آپ کے گھر میں پیدا ہونے والی نحیف و ناتواں لڑکی نہ صرف اپنے لئے ہی روزی لیکر آئی ہو بلکہ وہ اپنے نصیب کی بدولت آپ کے بھی دن پھیر دے، چنانچہ بسا اوقات گھروں میں لڑکیوں کی بدولت خیر و برکت پیدا ہوتی ہے، باپ اور بھائیوں کے کاروبار میں خوب ترقی ہوتی ہے، لڑکی کا سرپرست بنا کر خدا نے آپ پر بہت بڑا احسان کیا ہے، ایسا زبردست احسان کہ اگر آپ سوچیں تو آپ کا دل شکر کے جذبات سے سرشار ہو جائے گا۔

حضرت صالح بن احمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمدؒ کے یہاں جب لڑکی پیدا ہوتی تو وہ فرماتے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لڑکیوں ہی کے والد تھے۔

لڑکی پیدا ہونے پر بیوی کیساتھ بدتمیزی کرنا مشرکانہ و کافرانہ طریقہ کار ہے

لڑکی پیدا ہونے پر بیوی کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آنا یا اپنی ناراضگی کا اظہار کرنا اور اس پر خفاء ہونا جاہلانہ اور کافرانہ طریقہ کار ہے، جو بالکل ناجائز اور حرام ہے، ایمان کی کمزوری اور یقین میں پختگی نہ ہونے کی علامت ہے نیز اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی نہ ہونے کے مترادف ہے، قرآن نے یہ بتلا دیا کہ اولاد کا ہونا یا نہ ہونا کسی کے اختیار میں نہیں، پورا خاندان اور تمام مخلوقات مل کر بھی اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو نہیں بدل سکتے، اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور لڑکی کا جنم دینا عورت کے اختیار میں نہیں ہے یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت کی بات ہے، اکثر امیروں مالداروں اور بادشاہوں کو اولاد نہیں ہوتی اور وہ اولاد کے لئے ترس جاتے ہیں، بس اچھی طرح یاد رکھئے کہ جو مرد بھی لڑکی پیدا ہونے پر بیوی کے ساتھ ناراضی اور بدتمیزی کا سلوک کرتے ہیں، وہ جاہل اور بیوقوف اور دین سے ناواقف ہوتے ہیں، اپنے ایمان کو خطرہ

میں ڈالتے ہیں اور آخرت میں جنت کے بجائے جہنم میں جانے کا سامان تیار کرتے ہیں۔

تاریخ کی کتابوں میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ابوحمزہ نامی ایک صاحب لڑکے کے خواہشمند تھے، ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تو انہوں نے بیوی کے پاس آنا جانا چھوڑ دیا، بیوی دیندار اور سمجھدار تھی، ایک چٹھی لکھ کر بھیجی، ابوحمزہ آپ کو کیا ہوگیا ہے کہ ہمارے پاس آپ نہیں آرہے ہیں؟ آپ اس بات سے ناراض ہوگئے کہ ہم نے لڑکا کیوں نہ جنا؟ خدا کی قسم یہ تو ہمارے قبضہ میں نہیں ہے، ہم تو وہی قبول کر لیتے ہیں جو ہمیں دیا جائے، آپ کیوں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے ناراض ہیں؟ بیوی کا یہ خطاب شوہر کے ایمان و یقین کی جلاء اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا باعث بن گیا، وہ متاثر ہوگئے اور گھر واپس آگئے، بیوی اور بیٹی کا سر چوما اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر خوشی اور رضامندی کا اظہار کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹیوں کے ساتھ سلوک

شادی کے بعد جب بھی بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کیلئے تشریف لاتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے کھڑے ہوکر بی بی فاطمہؓ کا استقبال فرماتے، ان کی پیشانی چومتے اور اپنی جگہ حضرت بی بی فاطمہؓ کو بٹھا لیتے۔

☆ مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان میں رہ رہے تھے، بی بی فاطمہؓ کا مکان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان سے دور اور فاصلہ پر تھا، ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹی کے پاس تشریف لے گئے، باتوں باتوں میں فرمایا بیٹی تم مجھ سے بہت دور ہوگئی ہو، میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنے قریب کسی مکان میں بلا لوں۔

بی بی فاطمہؓ نے کہا: ابا جان! حارث بن نعمانؓ کے کئی مکان ہیں، اگر آپؐ ان سے فرمادیں گے تو وہ اپنا کوئی مکان ضرور دیدیں گے، ابا جان! آپؐ ان سے کہہ دیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹی مجھے ان سے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔

کسی طرح یہ بات حارث بن نعمانؓ کو معلوم ہوگئی وہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے سنا ہے کہ آپ اپنی بیٹی

حضرت فاطمہؓ کو اپنے قریب کسی مکان میں بلانا چاہتے ہیں، یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میرے یہ سارے مکانات حاضر ہیں، آپ جس میں چاہیں بخوشی ان کو بلا لیجئے، خدا کی قسم میری جو چیز بھی آپ کے پاس ہوگی اس کا آپ کے پاس رہنا میرے پاس رہنے کے مقابلہ میں بہت زیادہ پسند ہے۔

☆حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن نعمانؓ کو دعا دی اور پھر اپنی پیاری بیٹی کو اپنے قریب ان کے ایک مکان میں بلا لیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی سفر پر جاتے تو سب سے آخر میں بی بی فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور بیٹی سے ملاقات کے بعد سفر پر روانہ ہو جاتے، اسی طرح جب سفر سے واپس آتے تو مسجد میں نوافل سے فارغ ہو کر سب سے پہلے بی بی فاطمہؓ کے پاس تشریف لے جاتے، اپنے نواسوں سے بے حد محبت کرتے، ان کو سینے سے چمٹا لیتے۔

''اسلام صحیح مساوات اور عدل کی دعوت دیتا ہے''۔ (المائدہ:۸)

''عدل کرو یہی بات تقویٰ سے نزدیک ہے'' اگر پرورش اولاد کی مکمل ہدایات ماں باپ کے ذہن میں نہ رہیں اور وہ اسلامی تعلیمات سے واقف نہ رہیں تو اندیشہ ہے کہ وہ لڑکیوں کی پرورش کا صحیح حق ادا نہ کرسکیں گے اور ان کو وہ حقیقی پیار محبت اور عزت، مقام نہ دے سکیں گے، اس لئے ضروری ہے کہ ماں باپ اسلام کے تمام ہدایات سے پوری طرح واقف ہو جائیں، دیندار، عقلمند، سمجھدار والدین لڑکا اور لڑکی میں کوئی امتیاز اور تفریق نہیں برتتے اور دونوں کو یکساں درجہ میں محبت و عزت و مقام دیتے ہیں۔

تربیت اولاد کی وجہ سے اسلام نے ماں کو بہت بڑا مرتبہ و مقام عطا فرمایا

☆حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری ماں، اس نے پوچھا پھر کون؟ ارشاد فرمایا تیری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ۔ (بخاری ومسلم)

☆اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ماں

کے قدموں کے نیچے جنت ہے''۔(نسائی)

غور کیجئے ماں کو اتنا بڑا مرتبہ اور مقام عطا کرنے کی کیا وجہ ہے؟ یہ بھی تو فرمایا جا سکتا تھا کہ تمہارے ماں کے ہاتھوں میں جنت ہے یا تمہارے ماں کے ساتھ جنت ہے، یہ سب چھوڑ کر یہ کیوں فرمایا گیا کہ ''ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے'' آخر مومنہ ماں کا اتنا بڑا مقام و مرتبہ کیوں ہے؟ ایک غیر مسلم ماں کو اتنا بڑا مرتبہ و مقام کیوں نہیں دیا گیا؟ حالانکہ وہ بھی بچہ کو پیٹ میں رکھ کر اور ولادت کے وقت سے اس کے بڑے ہونے تک مختلف قسم کی تکالیف اور مشقتیں برداشت کرتی اور بچہ کی جسمانی پرورش کیلئے جان و مال لگا دیتی ہے، مگر اس کو وہ مقام نہیں دیا گیا جو ایک مومنہ ماں کو دیا گیا ہے۔

غور کیجئے تو مومنہ عورت کو زیادہ تر سکون ننھے بچہ کو ایمان والا بناتے ہوئے پالنے میں، اللہ کی خاطر پیار کرنے میں، اللہ کے حکم کے مطابق کھلانے اور اس کی ضروریات کو اسلامی طرز کے مطابق پورا کرنے میں ملتا ہے، وہ اپنی زندگی کو اللہ کی عبدیت و بندگی کے تحت کر کے اولاد پر قربان کرتے ہوئے زبردست سکون و راحت محسوس کرتی ہے اور اللہ کے ایک بندہ اور بندی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی کو جنم دینے کی خاطر وہ اپنی جان کو قربان کرنے تیار رہتی ہے اور موت کے قریب سے واپس آ آ کر بھی ہمت نہیں ہارتی، وہ اولاد کو جنم دینے کی خاطر اپنے جسم کی توانائی کو ختم کرنے کی بے مثال ہمت اور حوصلہ رکھتی ہے اور اس کے پروردگار نے اس کے ذمہ جو عظیم ذمہ داریاں اور خدمت سپرد کی ہے اس کیلئے نہایت فیاضی کے ساتھ قربانیوں کا غیر معمولی اظہار کرتے ہوئے اپنے جسم و جان کی قوتیں گھلا گھلا کر اپنی نسل کی پرورش اس ذہن وفکر سے کرتی ہے کہ اس کی اولاد صحیح معنی میں اللہ کے بندے بن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والے بن جائیں اور دین اسلامی کو فائدہ پہنچائیں، وہ اسی فکر اور دھن میں اپنی نیند اپنے آرام، اپنی خواہشات و جذبات اور حسن و جوانی سب کچھ اللہ تعالیٰ کے واسطے قربان کرتی ہوئی اولاد کے ذریعہ اسلام کو فائدہ پہنچاتی ہے اور جھولی پھیلا پھیلا کر اپنے رب سے اولاد کے لئے صرف دنیا ہی نہیں بلکہ آخرت کی بھی بھلائی مانگتی ہے، وہ اولاد کی تربیت اور پرورش کے ہر ہر مرحلہ سے گذرتی ہوئی یوں سوچتی ہے کہ وہ خدا کی راہ میں جہاد

کررہی ہے اور وہ خدا کی عبادت میں مشغول ہے۔

اسلام نے مومنہ عورت کی ان قربانیوں، محنتوں اور مشقتوں کے فوائد وثمرات کو صرف دنیا تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس کی مشقت وتکلیف وایثار وقربانی کے ہر ہر عمل کو اللہ تعالیٰ کی نظر میں زبردست اجر وانعام کا مستحق بنایا اور انسان پر سب سے زیادہ حق ماں کا رکھا، تاکید کی کہ انسان کی خدمت اور سلوک کی سب سے پہلے حقدار ماں ہوگی، گویا اللہ تعالیٰ کی ماں پر یہ عظیم الشان مہربانی اور رحمت ہے کہ اس نے اولاد کی پرورش اور تربیت کا میدان دے کر ماں کو چوبیس گھنٹے اپنی عبادت میں مشغول رہنے اور ہر لمحہ اولاد کی خاطر قربانیاں دے کر میدان جہاد میں سرگرم عمل رہنے کے قابل بنادیا تاکہ وہ اولاد کی تربیت وپرورش اسلامی طرز پر کرکے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، محبت اور فضل کی مستحق بن جائے، ایسی ہی عورت اپنی اولاد کو دین پر چلتا ہوا دیکھ کر دین کے عنوان پر بات کرتا ہوا پاکر اور اٹھتے بیٹھتے ان کو اللہ کی عبادت واطاعت میں مشغول پاکر خوش ہوتی ہے اور اطمینان محسوس کرتی ہے کہ اس کی محنت کا اجر اس کے مالک اور پروردگار کے پاس محفوظ ہے، وہ اپنی اولاد کے ساتھ بس دن رات اپنے رب کی ربوبیت کی نقل کرتی ہوئی ایک انسان کو اللہ تعالیٰ کا عبد وبندہ بناکر کامل مسلمان بنانے کی بھرپور کوشش کرتی ہے تاکہ اللہ کے بندہ کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ مل جائے اور وہ اللہ کا صحیح عبد اور بندہ بن جائے، مومنہ عورت کو اسی فکر کی وجہ سے بچوں کی تربیت کا مزہ آتا اور شوق بڑھتا ہے اور وہ بچوں کی تربیت میں کوئی مصیبت، کوئی بوجھ، کوئی بار محسوس نہیں کرتی، اللہ تعالیٰ نے عورت کو گھر کا میدان دے کر اپنی عبدیت وبندگی کرنا آسان کردیا۔

اسلام نے باپ کو جنت کا دروازہ بتایا

☆ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: باپ کی رضامندی میں اللہ کی رضامندی ہے اور باپ کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔ (ترمذی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: باپ جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے، یہ تمہاری مرضی ہے کہ (باپ کی نافرمانی کرکے) اس دروازہ کو ڈھادو یا

(تابعداری کر کے) اسے محفوظ رکھو۔ (ترمذی)

ایک باپ اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی دینی ذمہ داری سمجھ کر اپنے گاڑھے پسینہ کی حلال کمائی اپنی اولاد پر بے دریغ خرچ کر کے خوشی محسوس کرتا ہے، اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد کو حلال رزق ملے تا کہ ان کے شب و روز سے اسلام کی روشنی ظاہر ہو، وہ اپنی اولاد کی اسلامی اصولوں پر تربیت کرنے کی خاطر چلچلاتی دھوپ میں سخت محنت کرتا، جھلستی گرمی کی تکلیفیں سہہ کر سخت لو کے تھپیڑے برداشت کرتا اور خون جما دینے والی سردی میں وقت بے وقت دوڑ دھوپ کر کے اولاد کو صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ کا بندہ بنانا چاہتا ہے تا کہ اولاد کی دنیا اور آخرت سنور جائے، وہ اپنی اولاد کو دین سکھانے اور اللہ تعالیٰ سے واقف کرانے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار امتی بنانے کے لئے اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی کو اولاد پر خرچ کر کے افسوس نہیں بلکہ انتہائی روحانی سکون و راحت محسوس کرتا ہے اور اپنی اولاد کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سکھلا سکھلا کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ ماں باپ کے ان احسانوں، محنتوں اور مشقتوں کو برداشت کرنے کے صلہ میں اولاد کو انتہائی تاکید کے ساتھ پابند کیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بے انتہاء حسن سلوک کرتی رہے اور ان کی نافرمانی سے بچے، چنانچہ:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ ہی تمہاری جنت اور دوزخ ہیں۔ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

اولاد کا عمدہ نام رکھنا، سنت کے مطابق تحنیک اور عقیقہ کرنا چاہئے

"بچہ پیدا ہونے کے بعد والدین کو چاہئے کہ وہ اس موقع کی سنتوں کو عمل میں لائیں"۔

اذان واقامت کہنا پہلی سنت اذان واقامت کہنا ہے، بچہ کو نہلا دھلا کر صاف کپڑے "بسم اللہ" کہہ کر پہنا دیں، پھر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے، مرد یا سمجھدار بچہ اذان کہنے والا نہ ہو تو عورت بھی کہہ سکتی ہے، اذان وتکبیر کی حکمت یہ ہے کہ شروع ہی میں بچہ کے کان میں اللہ تعالیٰ کا نام پڑ جائے تا کہ ایمان کی استعداد قوی ہو جائے

اور بچہ سے شیطان دور ہو جائے، علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اذان اور اقامت گویا شیطان کی دعوت سے پہلے بچہ کو اسلام اور اطاعت الٰہی کی دعوت ہے۔

اللہ والے، دیندار، متقی اور پرہیزگار انسان سے تحنیک کرانا چاہئے

دوسری سنت جو موجودہ زمانہ میں بالکل ختم ہو چکی ہے وہ ہے تحنیک، حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ لوگ بچوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں برکت کی دعاء فرماتے تھے اور ان کی تحنیک کرتے تھے۔

تحنیک یہ ہے کہ کھجور اور کوئی میٹھی چیز چبا کر بچہ کے تالو میں لگا دے اور یہ سنت ہے، نیک بخت آدمی تحنیک کرے۔

اس لئے ہر مسلمان ماں باپ کو چاہئے کہ اپنے خاندان یا محلّہ کے بزرگ سے تحنیک کرائیں، انشاء اللہ تعالیٰ اولاد نیک اور صالح نکلے گی، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اپنے صاحبزادہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام ابراہیم رکھا، کھجور سے تحنیک کی اور دعاء فرمائی، اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچے لائے جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کا ٹکڑا چبا کر اپنا لعاب لگا کر تحنیک فرماتے، اسی طرح تحنیک کے وقت کھجور کا لعاب یا شہد بچہ کے ہونٹوں میں اس طرح لگا دیں کے ایک خفیف حرکت کے ذریعہ منہ کے اندرونی حصوں میں چلا جائے تاکہ اللہ والوں کا لعاب بچہ کے لعاب میں مل جائے اور بچہ میں اخلاقِ حسنہ پیدا ہونے کی امید کی جا سکے۔

اولاد کا عمدہ نام رکھنا اولاد کے حقوق میں سے ایک اہم حق ہے

ناموں کی حیثیت کسی قوم اور سوسائٹی میں بڑی بنیادی اہمیت رکھتی ہے، ان کے ذریعہ مذہب، فکر اور عقیدہ کا اظہار ہوتا ہے، انسان کی شان اور شخصیت بھی ظاہر ہوتی ہے، نام کا خود انسان پر نفسیاتی اثر بھی پڑتا ہے یعنی نام کا اثر انسان کے اخلاق وعادات پر پڑتا ہے، ماں باپ پر بچہ کا یہ حق ہے کہ اس کا اچھا پاکیزہ بامعنی نام رکھیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے والد کے حق کو تو جان لیا، یہ بتلایئے کہ اولاد کا حق کیا ہے؟ فرمایا کہ اس کا اچھا نام رکھیں اور عمدہ تعلیم دیں۔ (بیہقی)

☆ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ قیامت کے دن اپنے اور اپنے باپ کے ناموں سے پکارے جاؤ گے، اس لئے اچھا نام رکھا کرو۔ (ابوداؤد)

☆ حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی ہدایت دی کہ: لوگو! اپنے بچوں کے نام اللہ اور رحمٰن کی بندگی پر رکھا کرو یا انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر رکھا کرو یا پھر اچھے معنی والے نام رکھو، خدا کے ذاتی یا صفاتی نام کے ساتھ عبد یا امۃ کا لفظ ملا کر رکھا جائے۔ جیسے: عبداللہ، عبدالرحمٰن، امۃ اللہ، امۃ الرحمٰن، جو نام اپنے مفہوم کے لحاظ سے نا مناسب ہوتے حضور ﷺ اسے بدل دیتے، حضرت عمرؓ کی ایک صاحبزادی کا نام ''عاصیۃ'' تھا جسکے معنی گنہگار کے ہیں، آپ ﷺ نے اسے بدل کر جمیلہ رکھا۔ (ترمذی)

اس کے علاوہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کا تعارف کرایا جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نام دریافت فرماتے، غلط معنی اور مفہوم ہوتا تو بدل کر درست فرماتے تھے، آج کل لوگ جہالت اور کم علمی کی وجہ سے فلم ایکٹروں کے یا بے معنی نام رکھتے ہیں یا ایسے نام رکھتے ہیں جس سے شرک ظاہر ہوتا ہے، مثلاً لڈو فقیر، تاج، شمشیر، قمر، آفتاب، ماہتاب، جمشید، بندۂ علی، عبد النبی، عبدالرسول، نبی بخش وغیرہ، اکثر لوگ زمانۂ جاہلیت میں جانوروں کی خصلت پر نام رکھتے تھے، چنانچہ آج تک اس کا رواج ہے، جیسے اسد (شیر)، خنساء (نیل گائے) وغیرہ۔

نبیوں اور ولیوں کے نام رکھنے میں برکت ہے مگر ان ناموں کے لیتے وقت بچہ کو نہ گالیاں دی جائیں اور نہ کوسا جائے، احتیاط کی جائے، ورنہ ان مقدس ناموں کی بے ادبی ہوگی، نیز وہ نام جس میں بڑائی اور تکبر کا پہلو ہو وہ بھی ممنوع ہے، جیسے ''برّہ'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے آپ کو پاکباز قرار مت دو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برہ نام بدلوادیا، جس کے معنی پاکباز کے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نام سے بھی منع فرمایا ہے جس سے برائی ظاہر ہو، جیسے حضرت علیؓ نے حضرت حسینؓ کا نام ''حرب'' تجویز کیا تھا جس کے معنی لڑائی کے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام کو تبدیل کر کے حسین رکھا۔

☆ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک مبغوض ترین

اور بدترین وہ شخص ہوگا جس کا نام ملک الملوک (شہنشاہ) ہے، اسلئے کہ ملک (بادشاہ) صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ (مسلم)

پکارتے وقت نام کو بگاڑ کر نہیں پکارنا چاہئے، اگر بچہ گونگا یا کانا یا لمبا ہو تو لوگ، گونگا، لمبو وغیرہ کہہ کر پکارتے ہیں، سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے برے ناموں سے پکارنے سے منع فرمایا ہے۔

ساتویں دن بچہ کا نام رکھ دینا چاہئے، بعض احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے، ویسے بہتر یہ ہے ولادت کے دن ہی نام رکھ دیا جائے، چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش شب میں ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات میرے یہاں ایک بچہ تولد ہوا اور میں نے اس کا نام اپنے باپ کے نام پر ابراہیم رکھا۔ (مسلم)

اگر کبھی لاعلمی سے غلط نام رکھ دیا گیا ہو تو اس کو بدل کر اچھا اور عمدہ نام رکھئے، بچہ کو نام کے معنی بھی بتلائیے، نیز ہوش آنے کے بعد اس کا نام اس کے والد کا نام محلّہ اور گاؤں کا نام بھی خوب اچھی طرح یاد کرا دینا چاہئے۔

عقیقہ کرنا مستحب ہے شرع کی زبان میں عقیقہ اس قربانی کو کہتے ہیں جو ساتویں دن بچہ کی پیدائش پر کی جاتی ہے، عقیقہ ایک مستحب عمل ہے فرض نہیں، والدین خوشحال ہوں تو عقیقہ کردیں، یہ بچہ کی جان کا صدقہ ہے۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کا مفہوم ہے کہ ہر بچہ عقیقہ کے عوض میں رہن ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور نام رکھا جائے، اس کے سر کے بال اتروائے جائیں۔ (ترمذی)

عقیقہ دراصل اس بات کا اظہار ہے کہ بچہ کا پورا وجود اللہ جل شانہ کا عطیہ ہے اور اس کی ہی ملک ہے، وہی پیدا کرتا ہے اور وہی دنیا میں زندہ رہنے کا موقع عطا کرتا ہے، جینے کا حق اسی کی مہربانی ہے، عقیقہ اس کیلئے شکر کا ادنیٰ نذرانہ ہے، عقیقہ کے گوشت کا وہی حکم ہے جو کہ قربانی کے گوشت کا حکم ہے، والدین، دادا دادی اور نانا نانی اس کو کھا سکتے ہیں، ساتویں دن سر کے بال مونڈوا کر عقیقہ کریں، بال کے ہم وزن سونا، چاندی یا اس کی قیمت غریبوں اور محتاجوں پر خیرات کردیں، یہ حکم استطاعت پر ہے۔

ختنہ شعائرِ اسلام میں سے ہے ختنہ شعار اسلام ہے اور سنت ہے اور بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے، ختنہ انبیاء علیہم السلام کی بھی سنت رہی، اس سنت کا آغاز سیدنا حضرت ابراہیمؑ سے ہوا جن کی ملت کی اتباع کا امت محمدیہ کو حکم دیا گیا، ختنہ دیر سے کرانے میں کھال سخت اور موٹی ہو جاتی ہے اور تکلیف زیادہ ہوتی ہے، اس لئے بچہ میں ذرا قوت برداشت پیدا ہو جائے تو ختنہ کر دینا چاہئے، ختنہ میں ثواب اور اللہ تعالیٰ کی رضاء بھی ہے اور طبی فائدے بھی، ماہر طب کئی مردانہ بیماریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: بچہ کا ختنہ کرا دینے سے وہ تمام عمر کئی قسم کی بہت سی بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے، مسلمانوں میں یہ بیماریاں غیر مسلموں کی بہ نسبت بہت کم ہوتی ہیں۔ (پریکٹس آف میڈیسن، ہومیو پیتھ: ۴۳۸)

متفرق ہدایات

- ختنہ کی دعوت کا اہتمام کرنا شرع میں جائز نہیں اور نہ ایسی فضول دعوت کو قبول کرنا چاہئے۔
- جس گھر میں عورت کو ستایا اور ظلم کیا جاتا ہے اس گھر میں اولاد کی تربیت نہیں ہو سکتی، اس لئے عورت کو سکون دیا جائے۔

اولاد کو دیندار بنانے کیلئے سب سے پہلے ماں باپ کو دیندار بننا پڑے گا

موجودہ زمانہ میں اکثر بے شعور ماں باپ کی یہ خواہش رہتی ہے کہ ان کی اولاد نیک صالح اور دیندار بن جائے، مگر وہ خود دیندار نہیں ہوتے، ان کے اعمال کو دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ خود دین پر عمل کرنا پسند نہیں کرتے اور اعمال صالحہ سے بالکل دور رہتے ہیں، ان کی اپنی زندگی میں نہ حرام و حلال کی تمیز ہوتی ہے اور نہ نماز کی پابندی اور نہ پردہ ہوتا ہے اور نہ وہ سنتوں کی پابندی کرتے ہیں، پھر بھی ان کی شدید خواہش یہ ہوتی ہے کہ ان کی اولاد نیک اور صالح بن جائے اس کیلئے وہ بہترین مولوی کا انتظام کرتے اور اپنی اولاد کو دینی محفلوں میں بھیجتے بھی ہیں، لیکن بچے استاد اور دینی محفلوں سے زیادہ ماں باپ اور گھریلو ماحول کو دیکھتے اور اسی طرز پر زندگی گذارتے ہیں، صرف کچھ دیر کیلئے استاد کے سامنے کچھ اسلامی مظاہرہ کرتے ہیں لیکن استاد کے جانے کے بعد مذہب کی ٹوپی اتار پھینکتے ہیں، اس لئے کہ وہ

ماں باپ کو علم رکھتے ہوئے نماز چھوڑتا ہوا، بے پردہ پھرتا ہوا، ناچ گانے سنتا ہوا پاتے ہیں تو وہ بھی علم دین حاصل کرنے کے باوجود ماں باپ ہی کی نقل میں زندگی گذارتے ہیں۔

مثلاً اکثر لوگ اپنے بچوں کو مسجد کے مدرسہ کا محلّہ کے سمر کیمپ میں پابندی کے ساتھ بھیجتے ہیں، مدرسہ والے محنت کر کے ان کو کچھ حدیثیں کچھ دعائیں اور کچھ سورتیں یاد دلا دیتے ہیں، مدرسہ اور مسجد والے تو اپنے ذمہ کی جو ضروری تعلیم دے سکتے دیدیتے ہیں، گویا آدھا کام وہ کر دیتے ہیں اب بچہ گھر آنے کے بعد باقی آدھا کام ماں باپ اور بھائی بہنوں کو پورا کرتا ہوا دیکھ کر سیکھتا ہے، یوں سمجھئے کہ وہ قول سے کچھ چیزیں یاد کر کے آتے ہیں انہیں باتوں کو وہ فعل سے اپنے ماں باپ کے ساتھ پریکٹس کرتے ہوئے عمل سے سیکھتے ہیں، اب اگر بچہ مسجد یا مدرسہ سے یہ یاد کر کے آیا ہو کہ جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے یا منافق جھوٹ بولتے ہیں، منافق گالی گلوج کرتا ہے، اور اگر گھر پر باپ کے ملاقاتی باپ سے ملنے آئیں اور باپ اندر بیٹھ کر یہ کہہ دے کہ ابا گھر پر نہیں ہیں، کہدو یا وہ گھر میں گالی گلوج کرتا ہوا ماں باپ کو پائے تو اس پر مسجد کی یا مدرسہ کی تعلیم کا کیا اثر پڑے گا؟ بچہ خود اپنے ماں باپ کو اس تعلیم پر عمل کرتا ہوا نہ پائے تو وہ کیسے زبان سے یاد کی گئی تعلیم پر عمل کرے گا، یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانہ کی اکثر دینی تعلیم صرف زبان کی حد تک ہو کر رہ گئی ہے، ہمارے بچے کلمہ، حدیثیں، سورتیں، دعائیں، نماز اور وضو کی فرائض وسنتیں سب کچھ سناتے مگر اس پر عمل کم کرتے ہیں، یہ صرف اس واسطے کہ باہر سے سیکھی ہوئی تعلیم پر گھر کے افراد کو عمل کرتا ہوا نہیں پاتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن وحدیث سیکھتے تھے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی کے مطابق عمل کرتا ہوا پا کر آسانی سے وہ سیکھے ہوئے علم پر عمل کرتے تھے، موجودہ زمانہ میں ماں باپ صرف یکطرفہ کام کر رہے ہیں جس کی وجہ سے بھی پوری دنیا میں دین کی حد تک صرف زبانی باتیں بہت زیادہ ہوتی رہتی ہیں۔

اولاد کی تربیت بہت ہی نازک اور دیر طلب کام ہے، اس تربیت میں ماں باپ دونوں کو سب سے پہلے دیندار بننا ہوگا اور خاص طور پر گناہ کبیرہ، بے نمازی پن، بے پردگی، حرام کمائی، گانے بجانے، فلمیں دیکھنے، گالی گلوج کرنے، شراب، جوا کھیلنے اور فضول خرچیاں

کرنے سے اپنے آپ کو پہلے دور رکھنا ہوگا، بچہ کو نصیحت ایک تو استاد سے ملتی ہے اور دوسری ماں باپ سے ملتی ہے، ماں باپ کی نصیحت میں اور عام لوگوں کی نصیحت میں فرق ہوتا ہے، استاد محض اخلاقی ضابطے سے تربیت دیتا ہے مگر ماں باپ محض خانہ پُری نہیں کرتے بلکہ نصیحت کرتے ہوئے خود بھی اس نصیحت پر عمل کر کے بچہ کے سامنے اس نصیحت کا عملی مظاہرہ پیش کرتے ہیں، اسی لئے ان کی عملی نصیحت بچہ کے دل میں اتر جاتی ہے اور اس کو نیکی سے محبت اور برائی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

بچوں کی سب سے بڑی نفسیات یہ ہے کہ وہ زبان سے کہنے کی صورت میں اتنا نہیں سیکھ پاتے جتنا عملی طور پر کر کے بتانے کی شکل میں سیکھ جاتے ہیں، چنانچہ ماں باپ کسی عمل کی ترغیب دے کر خود ہی وہ کام ان کے سامنے کرتے رہیں تو بچے فوراً وہ عمل کرنا شروع کر دیتے ہیں، گھر کا ماحول اگر اسلامی انداز پر ہوگا تو باہر کی برائی کا اثر بچہ پر بہت مشکل سے پڑے گا اور باہر کی بے دینی کے اثرات بھی بچہ میں بہت مشکل سے آئیں گے، گھر کا ماحول دیندارانہ ہو تو دینی استاد اور باہر کی ہر قسم کی تقاریر، وعظ و نصیحت اور دینی مجلسیں، بچہ کو بہت کم فائدہ پہنچائیں گی۔

ماں باپ کے درمیان لڑائی جھگڑے، مار پیٹ، گالی گلوج، رشتہ داروں کے ساتھ نا اتفاقی، طلاق کا تماشہ یا بڑوں کا شرابی جواری بننا یا کسی دوسری قسم کے اخلاقی قدروں کو بچوں کے سامنے پامال کرنا وغیرہ بچوں کی تربیت کو تباہ و برباد کر دیتا ہے، بچہ کی ابتدائی معاشرتی کائنات اس کے والدین تک ہی محدود رہتی ہے اور والدین کے اندر کی یہ ساری بیماریاں بچہ کے ذہن کو بگاڑ دیتی ہیں، کیونکہ وہ بچپن ہی سے والدین کو غیر مہذب، جاہل اور اخلاقِ رذیلہ کا حامل دیکھتا ہے اور گھر کی فضاء میں دینداری، سچائی، نیکی اور تقویٰ کو غائب پا کر وہ بھی خلافِ شریعت کردار کی طرف مائل ہوتا چلا جاتا ہے۔

ماں باپ کو ایک دوسرے کا احترام و عزت کرنا چاہئے

ماں باپ کو چاہئے کہ وہ ایک دوسرے کا احترام و عزت کریں، ماں باپ ایک دوسرے کو اپنے اپنے اخلاق، خیالات، فکر، خدمت، گفتگو اور حسن سلوک، ایثار و قربانی سے عزت و احترام کرنے کی بھرپور کوشش کریں، اس کا ان کی اولاد پر بہت زبردست اثر پڑے گا۔

بیوی اگر شوہر کا پورا ادب واحترام، عزت اور خدمت کرے، اسی طرح شوہر اگر بیوی کے ساتھ پوری محبت، خیر خواہی اور آرام پہنچانے کی فکر کرے تو اس سے بچوں کی تربیت میں بہت آسانی پیدا ہو جائے گی، میاں اور بیوی دونوں مل کر یہ فیصلہ کرلیں کہ دونوں اپنی محنت کے ذریعہ اولاد کی تربیت کریں گے، بیوی صرف شوہر پر یہ ذمہ داری نہ ڈالے گی اور نہ شوہر قطعی بیوی پر یہ ذمہ داری ڈالے گا اور اولاد کی بربادی پر وہ ایک دوسرے کو الزام بھی نہ دیں گے، بلکہ دونوں اولاد کی درستی اور بربادی پر خود اپنے آپ کو انفرادی طور پر ذمہ دار ٹھہرائیں گے، اولاد کی تربیت کی خاطر گھروں میں سکون پیدا کرنے کیلئے میاں بیوی کو اسلامی فکر کے ساتھ ہم خیال بننا ہوگا اور اولاد کیلئے اجتماعی محنت کرنی پڑے گی۔

اس لئے والدین کی نہ صرف یہ تمنا ہو بلکہ بھرپور کوشش بھی ہونی چاہئے کہ وہ گھر کی فضاء کو دینی کاموں کے لئے پوری طرح سازگار رکھیں گے اور اپنے تمام کاموں میں پہلے دین کو اور بعد میں دنیا کو ترجیح دیں گے تاکہ ان کے تمام کام اسلامی احکام کی روشنی میں ہوتے رہیں، جس طرح وہ دنیوی کاموں میں ایک دوسرے کو مشورے دے کر آمادہ کرتے اور ان کاموں میں تعاون کرتے ہیں اسی طرح دین کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور ایک دوسرے کا سہارا بنیں گے، اس طرح مل جل کر گھر میں دینی ماحول اور فضا پیدا کریں گے تو ایسے ہی گھروں میں اسلامی ماحول جنم لے سکتا ہے، ایسے ہی گھروں میں وہ نونہال پروان چڑھ سکتے ہیں جو اسلامی فکر اور تہذیب سے آراستہ ہوتے ہیں۔

عمومی طور پر بیٹا باپ کے اثر کو اور بیٹی ماں کے اثر کو قبول کرتی ہے

ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ گھروں میں عام طور پر ماں باپ کا جیسا مزاج ہوتا ہے اولاد بھی اسی مزاج کی تربیت پاتی ہے، مثلاً اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کے ساتھ گنوارپن، گالی گلوج یا مار پیٹ اور بداخلاقی سے پیش آئے اور گھر میں سخت مزاج ہو، محبت سے بات ہی نہ کرے، دوستوں سے گالی گلوج سے بات کرتا ہو، رات میں دیر تک دوستوں میں رہنے کا عادی ہو یا بیوی اپنے شوہر کی خدمت اور اطاعت سے دور بھاگتی ہو یا شوہر پر حکومت کرتی ہو یا گھریلو کام کاج

میں بدسلیقہ اور گندی یا کاہل ہو، گھر میں چلا چلا کر بات کرتی ہو یا شوہر کے ساتھ زبان درازی کرتی ہو تو یقین جانئے کہ عمومی طور پر بچے ماں باپ کو دن رات جس مزاج اور اخلاق میں دیکھتے ہیں وہی اثر قبول کر لیتے ہیں، لڑکی خاص طور پر ماں کے اخلاق کی حامل ہوتی ہے اور لڑکا بالکل باپ ہی کی طرح عمومی طور پر تربیت پاتا ہے اور شادی کے بعد وہ بھی اپنی بیوی اور شوہر کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جیسا انہوں نے بچپن سے اپنے ماں باپ کو کرتا دیکھا ہے، چنانچہ بعض رشتے اسی لئے ٹوٹ بھی جاتے ہیں کہ اکثر لڑکیاں اپنی ماں کو ہمیشہ گھر پر حکومت کرتی ہوئی دیکھتی اور باپ کو ماں کا فرمانبردار پاتی ہیں اس لئے وہ نئے گھر میں اپنے شوہر سے دب کر زندگی گذارنے کیلئے تیار ہی نہیں ہوتیں اور نہ وہ شوہر کی خدمت کرنا چاہتی ہیں۔

اس کے برخلاف ماں اگر شوہر کی اطاعت، فرمانبرداری اور خدمت کرتی ہے اور شوہر کے ظلم و زیادتی کو یکطرفہ طور پر برداشت کرتی ہے اور نرم مزاج، آہستہ بات کرنے والی اور کام میں سلیقہ مند اور صاف ستھرا رہنے والی ہوتی ہے تو ایسی عورتوں کی لڑکیاں بھی وہی اثر قبول کر کے نرم مزاج با اخلاق، تہذیب سے آراستہ شوہر کی فرمانبردار و اطاعت گذار اور خدمت گذار بنتی ہیں، جو مائیں ظلم و زیادتی کو برداشت کر کے صبر کرنے والی ہوتی ہیں ان کی بیٹیاں بھی بہت صبر والی بن جاتی ہیں۔

اسی طرح باپ اگر سمجھدار، با اخلاق، محنتی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اپنی بیوی کے ساتھ زندگی گذارنے والا اور ہمیشہ بیوی کی خیر خواہی اور ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہو تو عمومی طور پر بیٹے بھی اسی رنگ کو اختیار کرتے ہیں اور اپنی بیویوں کے ساتھ بھی باپ کی طرح رویہ اختیار کرتے ہیں۔

ایک دیندار لڑکا امریکہ سے ہندوستان آیا، ماں نے اس کی شادی کرنے کا فیصلہ کیا تو اس نے ماں کو یہ مشورہ دیا کہ آپ لڑکی پسند کرنے سے پہلے اس کی ماں کے اوصاف کا پورا جائزہ لیجئے کہ وہ کہیں کاہل، گندی، بدسلیقہ، شوہر کی نافرمان، دین بیزار تو نہیں؟ جس گھر میں ماں کے اندر دیندار، متقی پرہیزگار عورت کی خوبیاں ہوں اسی کی لڑکی پسند کیجئے، کیونکہ ماں اپنی ساری خوبیاں اور اوصاف اپنی لڑکیوں میں منتقل کرتی ہے اور لڑکیاں ماں ہی کے مزاج پر تربیت پاتی ہیں۔

غرض ماں باپ ہی اولاد کے لئے سب سے پہلا، سب سے اہم اور سب سے بڑا اور سب سے ضروری مدرسہ ہیں اور بچے ماں باپ کی نصیحتوں سے اتنا نہیں سیکھ پاتے جتنا ان کے کردار اور باہمی سلوک سے سیکھ سکتے ہیں، اس لئے ماں باپ کو چاہئے کہ وہ اولاد کے سامنے غیر اسلامی حرکتوں سے دور رہیں اور اسلامی اعمال کا مظاہرہ کرتے رہیں، مگر چونکہ اکثر ماں باپ کی خود تربیت نہیں ہوسکی اس لئے وہ اپنی اولاد کے سامنے جہالت، بے شرمی، بے حیائی، لڑائی جھگڑے، دین سے بغاوت کے مظاہرہ زیادہ کرتے رہتے ہیں، خوب اچھی طرح یاد رکھئے کہ بچہ ماں باپ کی خوبیاں وخرابیاں لیکر پیدا نہیں ہوتا اور نہ یہ قسمت کی خرابی ہے بلکہ ماں باپ ہی اس کو غلط تعلیم وتربیت سے بگاڑ دیتے ہیں یا پھر صحیح تربیت سے سنوار دیتے ہیں۔

اس اولاد کو کیسے دیندار بنایا جاسکتا ہے جس نے کسی دیندار ماں باپ کی گود میں آنکھ ہی نہ کھولی ہو، ہم اس اولاد کو کیسے مسلمان بنائیں؟ جن کے ماں باپ کے ذہن میں اسلام کا کوئی صحیح تصور ہی نہ ہو اور وہ شرک وبدعات کے عقائد رکھتے ہوں، اس اولاد کو کیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے آراستہ کیا جاسکتا ہے؟ جن کے ماں باپ رات دن خود یہود ونصاریٰ کی نقل میں زندگی گذارنا پسند کرتے ہوں، اس اولاد کو کیسے دیندار اور اعمال صالحہ سے آراستہ کیا جاسکتا ہے؟ جن کے ماں باپ رات دن خود آپس میں لڑائی جھگڑا، گالی گلوج، مار پیٹ یا خاندان اور معاشرہ کے لوگوں سے لڑائی، غیبت اور ظلم وزیادتی، یا پھر ناچ گانا، شراب، جوا (ریس) رشوت، سود اور بے نمازی جیسے گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوں ایسے تمام ماں باپ کی اولاد پر گھر سے باہر کی دنیا میں کتنی ہی محنت کی جائے اور کتنے ہی وعظ ونصیحت کئے جائیں اور لاکھ ان کو دینی ماحول میں رکھا جائے وہ عمومی طور پر اپنے ماں باپ ہی کے رنگ کو اختیار کرے گی (یہاں گفتگو عمومی حیثیت پر کی جارہی ہے خصوصی حالت کا تذکرہ نہیں)۔

اس بحث کا خلاصہ اور حاصل یہ نکلا کہ جس ماحول میں بچہ پیدا ہورہا ہے وہ اچھا ماحول ہو، دیندار ماحول ہو، میاں بیوی میں انس ومحبت دینی جذبہ کے تحت ہوتا کہ ایک دیندار خوش گوار پاکیزہ پرسکون فضاء میں بچہ آنکھ کھولے اس لئے اس ماحول اور فضاء کے پیدا ہونے کے لئے والدین کو پہلے دیندار بننا پڑے گا اور اپنی اولاد کے سامنے بالقصد جان بوجھ کر اسلامی اعمال کا

مظاہرہ کرنا پڑے گا تا کہ بچے والدین کی نقل کرتے ہوئے وہ تمام اچھی عادتیں اور اوصاف اپنے اندر منتقل کرلیں اور ان کی تربیت اسلامی مزاج پر ہوتی رہے اور وہ اعمال صالحہ سے آراستہ ہوجائیں، عقلمند، سمجھدار، دیندار، باشعور اور حکمت رکھنے والے مسلمان ماں باپ کی تربیت کا انداز بالکل ایسا ہی ہوتا ہے اس لئے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی یہ تاکید یاد رہتی ہے:

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَاراً وَ قُوْدُھَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَۃُ ۔ (تحریم:۶)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہونگے۔

انسان فطرۃً نقال پیدا ہوا ہے

اس میں شک نہیں کہ برے سے برے ماں باپ بھی یہ نہیں چاہتے کہ ان کی اولاد خراب اور بدچلن نکلے، مگر افسوس اس بات کا ہے کہ اکثر ماں باپ اولاد کی تربیت کے بنیادی اصول ہی سے واقف نہیں ہوتے اور وہ اس حقیقت کو نہیں جانتے کہ انسان فطرۃ نقال پیدا ہوا ہے اور اپنے قریب کے لوگوں کی نقل کرتا ہوا زندگی گذارتا ہے، مثلاً ماں باپ یا بھائی بہن کو منہ چڑھاتا ہوا دیکھ کر بچہ خود بھی ویسا ہی منہ بناتا ہے یا استاذ کو پڑھاتا ہوا دیکھ کر خود بھی استاذ جیسی نقل کرتا ہے۔

اسلام نے دوسروں کی بری عادتوں اور عیبوں کی نقل کرنے کو حرام بتایا ہے کیونکہ یہ کبھی غیبت اور تمسخر بن جاتا ہے اور اسلامی تعلیمات میں دونوں ہی منع ہیں، رسول اللہ ﷺ نے نقل کرنے پر سخت ناراضگی کا اظہار بھی کیا ہے، بچے عام طور پر دوسروں کی بری عادتوں یا نقائص اور عیبوں کی نقل کرتے ہیں، ماں باپ کو چاہئے کہ وہ فوراً اپنی اولاد کو اس حرکت سے روکیں ورنہ یہ عادات پختہ ہوتی چلی جاتی ہیں اور بچے بڑے ہونے کے بعد بھی بے شعوری کے ساتھ دوسروں کی نقالی کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے رہیں گے اور یہ چیز اسلامی اخلاق کے خلاف ہوگی، اسلام نے اس کو اپنے بھائی کی توہین اور بے عزتی بتلایا ہے، ایک ایسی امت جو دوسروں کے سدھار کیلئے ہو اس میں اس قسم کی عادات پیدا نہ ہونی چاہئے ورنہ وہ نہ دوسروں کیلئے نمونہ بن سکے گی اور نہ دوسرے لوگ اس امت سے فائدہ اٹھاسکیں گے۔

بچوں کو دیندار با اخلاق اہل علم اور اہل اللہ کی صحبتوں میں بیٹھنے اٹھنے کا موقع فراہم کیجئے

اگر بچہ دوسروں کی خوبیوں اور کمالات کی نقل کر رہا ہو تو یہ برا نہیں، اس سے بچہ کو فائدہ ہوگا اور اس کی صلاحیتیں بھی بڑھیں گی، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے سامنے عملی نمونہ پیش کرنے کے لئے حضور ﷺ کو بھیجا تا کہ لوگ حضور اکرم ﷺ کی عملی زندگی کو دیکھ کر احکام الٰہی پر عمل کریں، اس لئے بچہ اگر دوسروں کی خوبیوں اور کمالات کی نقل کر رہا ہے تو یہ بہتر عادت ہے اسے کرنے دیجئے اور اپنے بچوں کو اچھے اخلاق والے باکمال دیندار لوگوں کی ساتھ اٹھنے بیٹھنے کے مواقع فراہم کیجئے، اگر بچہ اہل علم اور با اخلاق دیندار لوگوں میں اٹھے بیٹھے گا تو بہت جلد اخلاق حسنہ سے آراستہ اور عقلی صلاحیت کو بڑھا سکے گا اور اس کی اسلامی انداز پر باقاعدہ تربیت ہوگی۔

بچہ سب سے پہلے دنیا کے جس حصہ کو دیکھتا ہے وہ اس کا اپنا گھر ہے

دوسری چیز ماں باپ کو یہ ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ بچہ سب سے پہلے دنیا کے جس حصہ سے واقف ہوتا ہے، جس تہذیب کو پہلے دیکھتا ہے، جس ماحول کو پہلے جانتا ہے وہ اس کا اپنا گھر اور اس گھر کے رہنے والے لوگ ہوتے ہیں، جو پانچ سات برس تک ہی نہیں بلکہ بیس پچیس سال تک بار بار اس کی نگاہوں کے سامنے آتے ہیں اور اپنی زندگی کے مختلف شعبوں کا مظاہرہ مختلف انداز سے کرتے رہتے ہیں، بچے کیلئے گھر والوں کی تمام حرکات بیس پچیس سال تک اس کے دل و دماغ میں ایسی رچ بس جاتی ہیں کہ وہ تقریباً اپنے ہی ماں باپ اور بھائی بہنوں کی نقل کرتا ہوا اپنی بھی زندگی گذارنا شروع کر دیتا ہے۔

پہلی اولاد کو دیندار بنانے میں بہت بڑا فائدہ ہے

چنانچہ حکماء نے انسان کی اس عادت کی وجہ سے ماں باپ کو یہ ہدایت اور مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنے پہلے بچہ کی پوری طرح اسلامی طور طریقے پر تربیت کریں اور اس کو صحیح معنی میں دیندار

بنائیں، انشاءاللہ تعالیٰ بعد میں پیدا ہونے والے دوسرے تمام بچے اسی کی نقل کرتے ہوئے وہی تمام کام کریں گے جو بڑا بھائی یا بڑی بہن کو کرتا دیکھیں گے اور اسی کی عادتیں اور خصلتیں سیکھ لیں گے اور وہ بڑا بچہ اپنا خیال وعمل ان میں بھی منتقل کرے گا، چنانچہ ہمارے مشاہدہ میں یہ بات اکثر آتی ہے کہ بہت سے ماں باپ یہ شکایت کرتے رہتے ہیں کہ بڑے بھائی کی وجہ سے دوسرے تمام بچے خراب ہورہے ہیں اور بڑے لڑکے نے گھر کا ماحول گندہ کر رکھا ہے۔

غرض یہ کہ بچے اپنے گھر میں جس قسم کے کام دیکھتے ہیں وہی کام خود بھی کرتے ہیں، اگر گھر کے افراد میں رات دن اسلام کا تذکرہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور قرآن کریم کو سمجھنے والی محنت اور دوستوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں کو برائی سے روکنے اور اچھائی کی طرف دعوت دینے والی باتوں اور کاموں کو ہوتا ہوا دیکھیں اور سنتے رہیں تو وہ بھی ان تمام چیزوں کی نقل کرنے لگ جاتے ہیں۔

اس کے برعکس اگر گھروں میں لڑائی جھگڑے، ناچ گانے، غیبت، نماز سے دوری، بے پردگی، بے حیائی، بے دینی کا ماحول، اسلام کی خلاف ورزیاں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں اور قرآن کریم سے غفلت کو دیکھتے رہیں تو وہ بھی اسی انداز کا اپنا ذہن ومزاج بنا لیتے ہیں، چنانچہ آج کل کی مسلم آبادیوں کی اکثریت دین سے دور، بے عمل اور باغی محض اس لئے بنتی چلی جارہی ہے کہ ان کے ماں باپ خود اسلام سے دور اور بے دینی کی زندگی گذار رہے ہیں، اس لئے اولاد بھی ان ہی کی نقل کرتے ہوئے دین سے بیزار اور اسلام سے دور زندگی گذارنے والی بنتی جارہی ہے۔

انسانوں کی نقل کا یہ عالم ہے کہ عموماً ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر ماں باپ ڈاکٹر، انجینئر، لکچرار ہوں تو اولاد بھی وہی طبیعت اور ذہن پیدا کرکے ڈاکٹر، انجینئر اور لکچرار بنتی ہے، اگر باپ ڈرائیور، بڑھائی، لوہار یا ٹیلر ہو تو اولاد بھی ان ہی پیشوں کی طرف دوڑتی ہے، اگر باپ تاجر ہو تو اکثر تاجر کی اولاد تاجر ہی ہوتی ہے اور اگر باپ غنڈہ، بدمعاش، شرابی، جواری، رشوت خور اور سودخور ہو تو اولاد بھی اسی رخ پر پڑجاتی ہے، اگر باپ عالم فاضل اور دیندار ہو تو اولاد بھی عالم و فاضل دیندار بنتی ہے، اگر ماں باپ اَن پڑھ ہوں تو اولاد بھی عموماً اَن پڑھ ہی رہتی ہے۔

چنانچہ آج کے دور میں اکثر ماں باپ چونکہ دینداری اور اعمال صالحہ سے دور ہیں اور

وہ خود اسلام کو پسند نہیں کر رہے ہیں اسلئے ان کی نسلیں بھی بے دین، باغی اور اعمال صالحہ سے خالی نکل رہی ہیں، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ولی کے پیٹ سے شیطان پیدا ہوا ہو، اسلئے استثنائی شکلوں کو چھوڑیئے اور یہ سمجھئے کہ اگر کوئی ماں باپ اپنے بچوں کی شکایت کر رہے ہوں تو عموماً سمجھ جایئے کہ اس میں بچوں کا نہیں خود ان کا قصور ہے، جس کی وجہ سے ایک مسلمان کا بچہ مسلمان بن نہیں سکا، صرف انہوں نے اس کے جسم کا نام مسلمانوں کا رکھا مگر حقیقت میں اس کو مسلمان نہ بنا سکے۔

اولاد کو نیک اور صالح بنانے کیلئے بچپن ہی سے ان میں شرم وحیا کا عنصر پیدا کرنا بہت ضروری ہے

☆ اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ حیاء ایمان کا جزء ہے۔(مشکوٰۃ)

ماں باپ کو چاہئے کہ وہ جیسے عقائد کو سمجھا سمجھا کر ایمان پیدا کرتے ہیں ویسے ہی بچپن سے بچہ میں شرم وحیاء کا عنصر خاص طور پر پیدا کرنے کی کوشش کریں تا کہ بچہ بچپن ہی سے شرم و حیاء کی صفت والا بن کر تربیت پاتا رہے، اولاد میں شرم وحیاء کا پیدا ہونا اہم اور ضروری ہے کیونکہ آئندہ زندگی میں بچہ کو تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے، بچہ کو بڑا ہو کر آسانی سے بے شرمی، بے حیائی، بے پردگی، نیم عریانیت، فحش کلامی، گالی گلوچ، ناچ گانے غرض بہت سی بری اور فحش عادتوں سے بچ سکتا ہے، مگر ماں باپ چونکہ بچہ کو بے شعور سمجھتے ہیں اس لئے غفلت برتتے ہوئے بچپن ہی سے غیرت نہیں دلاتے اور ننگا یا نیم برہنہ رکھ کر بے شرم و بے حیاء بنا دیتے ہیں، بچپن میں پڑی ہوئی عادت آہستہ آہستہ پختہ ہو جاتی ہے۔

متفرق ہدایات

❁ اگر چھوٹا بچہ ننگا ہو جائے اور سب کے سامنے برہنہ رہے تو دوسرے تمام بچوں سے sham. sham اوّا، اوّا کہہ کر پکارنے لگایئے! بچہ فوراً کسی کمرہ میں بھاگ کر اپنا جسم چھپائے گا اور سب کے سامنے برہنہ ہو کر آنے میں شرمائے گا۔

شرم وحیاء کے پیدا کرنے میں گھریلو ماحول کا بڑا دخل ہے

اکثر مائیں کاہل اور بے ڈھنگی ہوتی ہیں، اپنے بچوں کو ننگا پھراتی ہیں اور بچے دن بھر گھر اور گھر کے باہر ننگے رہتے اور ننگے نکلتے بھی ہیں اور بعض بچے تو سب لوگوں کے سامنے شرمگاہ سے کھیلتے رہتے ہیں۔

بعض لوگ محلّہ کے سرکاری نلوں یا گھر کے باہر باؤلی وغیرہ کے قریب باریک کپڑا پہن کر سب کے سامنے بڑی بے شرمی و بے حیائی کے ساتھ نہاتے ہیں جس سے پورے جسم کے ابھار نظر آتے ہیں اور بعض اوقات تو کپڑا جسم کو چمٹ کر جسم بھی نظر آتا ہے، بعض مائیں اپنے بچوں کو بالکل برہنہ کھڑا کر کے گھر کے باہر سڑکوں پر نہلاتی ہیں، بعض نوجوان لڑکے برائے نام جھانگیہ پہن کر تالابوں پر تیرتے نظر آتے ہیں، مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو مرد اور عورت کے ستر کا مسئلہ ہی معلوم نہیں ہے۔

بعض لوگ اپنے بچوں کو انتہائی بے تکلفی کے ساتھ پیشاب پاخانہ کرنے کے لئے گلی کی نالیوں پر یا پھر گھروں کے آس پاس بٹھا دیتے ہیں اور لوگوں کے لئے راستہ چلنے میں تکلیف پیدا کر دیتے ہیں۔

مسلم معاشرہ اور خاص طور پر وہ امت جسے دنیا کی دوسری قوموں کے سدھار اور درستگی کے لئے پیدا کیا گیا ہو اس کے لئے انتہائی شرم سے جھک جانے والی بات ہوگی اور یہ اس کی معاشرتی زندگی کی تربیت کا ایک بہت بڑا نقص ہوگا جس کی وجہ سے دوسری اقوام کو اسلام کی دعوت اور اس کی تہذیب کو سمجھانا بہت مشکل ہو جائے گا، اگر گھریلو زندگی اس انداز کی ہو تو پھر اولاد میں شرم وحیاء کا عنصر کیسے پیدا کیا جا سکتا ہے؟ والدین کا بچوں کو اس انداز سے گلیوں اور نالیوں میں بول و براز کے لئے بٹھا دینا اور گلی کی نالیوں کو بیت الخلاء میں تبدیل کر دینا، اپنی اور اپنی اولاد کی صحت کو برباد کرنے اور محلّہ کی فضاء اور جگہ کو گندہ اور تکلیف دہ بنانے کا طریقہ ہے اور بے حیائی و بے شرمی کو پھیلانا اور بداخلاق ہونے کی علامت ظاہر کرتا ہے، اس لئے گھریلو ماحول میں شرم وحیاء کا ہونا بہت ضروری ہے، بچہ گھر ہی سے شرم وحیاء کو سیکھتا ہے، باہر کے ماحول سے اس میں شرم وحیاء پیدا نہیں ہوتی، اس لئے بچوں کو بچپن ہی سے نہاتے اور

بول و براز کے وقت شرم وحیاء کا احساس دلا کر سب کی نظروں سے بچ کر اپنی حاجت کو پورا کرنے کی تاکید اور تربیت کی جائے۔

اکثر بچے گھر کے باہر شرارت اور کھیل کود کرتے ہوئے شرمگاہ کو نکال کر بے شرمی کے ساتھ پیشاب کرتے ہیں لیکن بڑے لوگ ان کے اس تماشہ کو دیکھتے ہوئے ڈراتے بھی نہیں، یہ ساری حرکات بچے میں شرم وحیاء پیدا ہونے نہیں دیتیں۔

بے شرمی اور بے حیائی کے پیدا ہونے میں لباس کا بھی بڑا دخل ہے

موجودہ زمانہ میں ایسا لباس استعمال کیا جا رہا ہے جس میں نیم عریانیت بہت زیادہ ہے اور عورتیں خاص طور پر کپڑا پہننے کے باوجود ننگی کی ننگی نظر آتی ہیں اور ایسا لباس پہنتی ہیں کہ یا تو ان کی ساڑیاں ناف سے نیچے یا بلوز برائے نام ہوتا ہے جس سے جسم کے ابھار پورے نظر آتے ہیں، ستر ڈھانکنے کیلئے جسم پر کپڑا اسلامی طریقہ پر استعمال کرنا چاہئے تاکہ مسلم اور غیر مسلم کے لباس میں فرق ظاہر ہو۔ لڑکیاں عام طور پر عیسائی اسکولوں میں پڑھنے کی وجہ سے فیشن کے طور پر ایک بڑی عمر تک چڈی، جانگیہ اور فراک ہی پہن کر گھروں بازاروں میں گھومتی پھرتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے ان میں شرم وحیاء کا کوئی تصور ہی نہیں ہوتا۔

اکثر بے شعور مرد گھروں میں بے حیائی کے ساتھ لنگی ایسی باندھتے ہیں کہ وہ ناف سے نیچے ہی رہتی ہے یا پھر چڈی، بنیان ہی پہن کر بہو بیٹیوں اور بیٹوں کے سامنے گھومتے پھرتے ہیں۔

مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد مغربی تہذیب کی عاشق بنی ہوئی ہے، چنانچہ وہ اپنے پیغمبر نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے کے بجائے مغربی تہذیب کی نقالی کرتے ہوئے اپنی لڑکیوں کو بچپن ہی سے مردانہ لباس پہنانے کو اچھا اور ان کے بال کترواکر ان کی وضع قطع عیسائیوں کی طرح بنانے کو تہذیب اور شائستگی سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے لڑکیاں اسی لباس کی عادی اور ویسے ہی وضع قطع کی شوقین رہتی ہیں، جن کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی نہیں عیسائیوں کی اولاد ہے، ان میں نام کو نہ شرم وحیاء ہوتی ہے اور نہ زنانی پن رہتا ہے اور بعض لوگ اپنے لڑکوں کو مغرب کی نقالی کرتے ہوئے عورتوں جیسے بال اور عورتوں جیسا رنگین لباس پہننے سے منع نہیں کرتے جس کی وجہ سے ان لڑکوں کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟

اگر لباس پہننے اور پہنانے کے یہی طریقے رائج رہے تو پھر اولاد میں شرم وحیاء پیدا نہیں ہوسکتی اور ایسی اولاد مسلمان ہوکر اسلامی تہذیب وتمدن کو پسند نہیں کرے گی، اسلئے ماں باپ کو چاہئے کہ وہ اگر اپنی اولاد کو شرم وحیاء کا احساس دلانا چاہتے ہیں تو پہلے وہ خود پوری طرح ستر کو چھپاتے ہوئے اسلامی انداز کا لباس پہنیں اور بچوں کو بچپن ہی سے بے حیائی و بے شرمی والا لباس پہنانے سے پرہیز کریں اور لڑکیوں کو مردانہ اور لڑکوں کو زنانہ ہیئت اختیار کرنے سے دور رکھیں، اولاد میں بچپن ہی سے شرم وحیاء پیدا کرنے کیلئے پاجامہ شلوار کی عادت ڈالیں، چڈی، جانگیہ وغیرہ قطعی نہ پہنائیں، چڈی جانگیہ سے ستر کے نہ ڈھکنے کا احساس دلا کر ان کے پہننے سے نفرت پیدا کرائیں اور مسلم وغیر مسلم کے لباس کا فرق بتلا کر اس سے اسلام کی خلاف ورزی سے بچنے کا ذہن بنائیں، لڑکیوں کو خاص طور پر چڈی اور فراک قطعی نہ پہنائیں، اس کے بجائے شلوار فراک پہننے کی عادت ڈالیں، لڑکیوں میں زنانہ مزاج کے بڑھانے کیلئے ان کو مردانہ لباس سے بالکل دور رکھنا ہوگا اور زنانی طور طریقے ہی کا لباس پہنانا ہوگا، اس سے لڑکیوں میں شرم وحیاء، نزاکت اور زنانہ مزاج زندہ رہے گا، لڑکیوں کو مردانہ لباس پہنانے کے بعد اسلامی ذہن اور مزاج کا بنانا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔

جو لڑکیاں اسکول نہیں جاتیں ابھی گھروں میں کھیلتی کودتی رہتی ہیں ان کی مائیں چونکہ خود اسلامی ذہن نہیں رکھتیں اس وجہ سے ان کو چڈی، جھانگیہ، فراک یا پھر مردانہ لباس پہناتی ہیں اور اس کو مہذب پن سمجھتی ہیں۔

☆ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص جس قوم کی ہیئت اختیار کرے گا اسی میں اٹھایا جائے گا''۔

اس لئے اولاد کو ایسا لباس پہنایئے جس کی وجہ سے وہ ابتداء ہی سے اپنے جسم کو چھپانے والے بن جائیں اور شرعی لباس پہننے کے عادی بن جائیں، جس علاقہ کے صالحین جو لباس استعمال کرتے ہوں وہی شرعی لباس ہوگا اور شرعی لباس پہنانے سے نفسیاتی طور پر بچوں کے ذہن پر اسلامی تہذیب کا اثر پڑنا شروع ہوجاتا ہے اور وہ صالحین کے لباس کو پسند کرنے لگ جاتے ہیں، بچوں کو خاص طور پر بچپن ہی سے یہود ونصاریٰ اور ہنود کے لباس سے نفرت

پیدا کراتے ہوئے غیروں کی تقلید سے منع کیجئے، بچپن کا زمانہ انسان کیلئے آئندہ زندگی کی بنیاد ہوتا ہے، اسی زمانہ میں وہ شرم وحیاء، تمیز وطہارت اور پاکیزگی کے آداب واطوار سیکھتا ہے جس سے مستقبل میں دین پر چلنا آسان ہوجاتا ہے اورتقویٰ پیدا ہوتا ہے، لباس کو پہنانے میں تین چیزوں کا خیال رکھئے:

(۱) ایسا لباس ہو جس سے ستر پوری طرح ڈھکتی ہو۔

(۲) ایسا لباس ہو جس میں غیر مسلموں کی مشابہت نہ ہو۔

(۳) ایسا لباس ہو جو عورت ومرد کے فرق کو ظاہر کرتا ہو۔

بچوں میں بے شرمی و بے حیائی کے پیدا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر ماں باپ بچوں ہی کے سامنے لباس تبدیل کرتے ہیں اوراس سے بعض اوقات ستر بھی بچوں کے سامنے کھل جاتی ہے، کپڑوں کو تبدیل کرنے کے لئے گھروں میں باقاعدہ ایک الگ گوشہ ہونا چاہئے اور ماں باپ خود بھی خاص طور پر علاحدہ گوشہ میں جاکر اپنا لباس تبدیل کریں اور بچوں کو بھی بچپن ہی سے علاحدہ گوشہ میں لباس تبدیل کرنے کا عادی بنائیں چونکہ بے پردگی اور بے حیائی عام ہوچکی ہے، اس لئے اکثر عورتیں عورتوں کے سامنے ننگی ہوکر اپنا لباس تبدیل کرتی ہیں، یہ مسلم معاشرہ کے آداب نہیں، تبدیلیٔ لباس کے لئے گھروں میں ایک علاحدہ کونہ یا گوشہ ہونا بہت ضروری ہے۔

اسی طرح عورتیں اپنا اندرونی لباس جانگیہ چولی اور لہنگا کھلے عام دھونے اور سوکھانے کے لئے نہ ڈالیں، اس سے گھروں میں بے حیائی کے آثار پیدا ہوتے ہیں اوراسلامی مزاج کے بننے میں مشکل پیدا ہوتی ہے۔

بے حیائی و بے شرمی کے پیدا ہونے میں بے پردگی کا بھی بڑا دخل ہے

اولاد کو نیک اور صالح بنانے کے لئے یہ چیز بے انتہاء اہمیت رکھتی ہے، موجودہ مسلم معاشرہ میں بے پردگی دن بدن عام ہوتی جارہی ہے اور بے پردگی کے عام ہونے کی وجہ سے لڑکے لڑکیاں بے حیاء و بے شرم بنتے چلے جارہے ہیں۔

اولاد میں تقویٰ پیدا کرنے اوران کو عمل صالحہ سے آراستہ کرنے کے لئے ماں باپ کو خود سختی

کے ساتھ پردہ کی پابندی کرنی ہوگی، اگر وہ خود بے پردہ اور بے حیاء رہیں گے تو ان کی اولاد میں حجاب کی عادت اور شرم وحیاء پیدا نہیں ہوسکتی اس لئے اگر ماں باپ اپنی اولاد کو بچپن ہی سے شرم و حیاء اور حجاب کی تربیت دینا چاہتے ہوں تو انہیں چاہئے کہ وہ خود تمام نامحرم مرد وعورتوں سے پردہ اختیار کریں اور بے حجابی کے ساتھ آمنے سامنے بیٹھ کر ملاقات کرنے سے سختی سے پرہیز کریں، خاندانی ماحول میں خاص طور پر باپ قریبی رشتوں کے تمام نامحرم عورتوں میں بیٹھنے اٹھنے سے احتیاط کرے اور ماں بھی نامحرم مردوں سے بے حجاب ہوکر ملاقات کرنے سے سختی سے پرہیز کرے، ماں باپ کے اس عمل کا اولاد پر خاص قسم کا اثر پڑے گا، گھر کی فضاء میں نورانیت پیدا ہوگی اور اولاد بھی ماں باپ کی نقل کرتے ہوئے محرم و نامحرم کے فرق کو بچپن ہی سے محسوس کرے گی اور نفسیاتی طور پر حجاب کی تربیت پائے گی۔

مگر موجودہ معاشرہ میں اکثر ماں باپ بے شعور ہیں اور یہود ونصاریٰ کی اتباع کرتے ہوئے بے پردگی کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں، ان کے نزدیک پردہ کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہوتی، وہ جان بوجھ کر خدا کے قانون کو توڑتے اور شریعت کو بالائے طاق رکھ کر خاندان کے قریبی رشتہ دار تو بہت دور کی بات ہے، شوہر کے دوستوں، دوستوں کی بیویوں، بیوی کی سہیلیوں، بیٹا بیٹی کے سسرالی رشتہ داروں، محلّہ کے مردوں اور عورتوں سے بے حجاب ہی نہیں انتہائی بے تکلفی سے صلاح ومشورہ، مذاق، دل لگی، چھیڑ چھاڑ، اپنے بچوں ہی کے سامنے کرتے رہتے ہیں، اولاد ماں باپ کا یہ عمل دیکھ کر بالکل ان کی نقل کرتی ہے اور ماں باپ ہی کی طرح بے حیاء بے شرم اور چھچھوری بن جاتی ہے، ان کے نزدیک حجاب وغیرہ کا کوئی تصور ہی نہیں رہ پاتا، وہ آزاد خیال اور مغربی تہذیب (ماڈرن تہذیب) کو مہذب پن سمجھتی اور اپنے آپ کو ایجوکیٹیڈ تصور کرتی ہے اور پردہ دار شرم وحیاء والے ماحول کو غیر مہذب اور دقیانوسی سمجھنے لگتی ہے۔

اکثر پردہ دار گھرانوں میں بھی چچا زاد اور خالہ زاد بھائی بہنوں میں پردہ کا کوئی رواج نہیں رہا، چنانچہ ماں، دیور، بہنوئی اور باپ بیوی کی بہنوں اور بھاوجوں کے ساتھ غیر مسلم گھرانوں کی طرح خلط ملط ہوکر زندگی گذارتے اور ایک دوسرے کے ساتھ بالکل بے حجاب رہتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی اولاد میں بھی کوئی حجاب قائم نہیں ہو پاتا اور وہ بالکل بے تکلفی

کے ساتھ ملتے اور ایک دوسرے سے مذاق، دل لگی اور چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔

اس لئے لڑکیاں جیسے ہی جوان ہو جائیں انہیں قریب کے تمام نامحرم رشتہ کے لڑکوں سے پردہ کرا دینا بہت ضروری ہے اور ماں باپ بھی بھاوجوں، بیوی کی بہنوں، دیوروں، بہنوئیوں اور سالوں کی بیویوں سے سختی کے ساتھ پردہ قائم کر کے اپنے خاندان میں شریعت کا نفاذ کریں، اس سے خاندان کے تمام بچوں میں اسلامی مزاج پیدا ہوگا اور بچے نورانی ماحول میں تربیت پائیں گے۔

موجودہ معاشرہ کی اکثر پردہ دار لڑکیوں کو بھی اپنے محرم رشتہ دار، باپ، بھائی، بیٹا، بیٹی کے سامنے رہنے بسنے، اٹھنے بیٹھنے کے آداب ہی نہیں معلوم رہتے وہ پردہ دار ہونے کے باوجود اپنے باپ بھائیوں کے سامنے غیر مسلموں کی اولاد کی طرح بے حیاء اور بے شرمی کے ساتھ بے پردہ بن کر پھرتی رہتی ہیں اور بغیر اوڑھنی اور ڈوپٹہ کے جسم کے ابھار دکھاتی یا تنگ لباس پہن کر یا بغیر دوپٹہ کے میکسی پہن کر اپنے پورے جسم کی وضع طقع دکھاتی پھرتی ہیں۔

ان کو سمجھایا جائے کہ پردہ دو قسم کا ہوتا ہے، اندرونی پردہ اور دوسرا بیرونی پردہ، اندرونی پردہ کے ذریعہ ایک لڑکی اپنے تمام محرم رشتہ داروں باپ بھائی وغیرہ سے اپنے تمام اعضاء کو چھپائے، صرف ہتھیلی، چہرہ اور ٹخنے سے نیچے کے حصوں کو دکھا سکتی ہے اور بیرونی پردہ میں تمام نا محرم لوگوں سے اپنے پورے جسم کو چھپانا ضروری ہے، جس طرح بیرونی پردہ میں نامحرم لوگوں کے سامنے اپنے جسم کے ابھار کو چھپانا ضروری ہے اسی طرح اندرونی پردہ میں اپنے جسم کے تمام ابھار کو بھی چھپانا بہت ضروری ہے، اوڑھنی اور دوپٹے کا استعمال نہ کرنا، تنگ لباس پہننا اور بغیر دوپٹے کے میکسی وغیرہ پہننے سے جسم کے ابھار اور ساخت نظر آتے ہیں، اور یہ باپ، بھائیوں بیٹوں کے سامنے بے پردگی اور ننگا پن ہے اور غیر مسلم معاشرہ کی نقل ہے۔

اس لئے ماں باپ کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کے اس طرح لباس پہننے پر سختی سے ناراضگی کا اظہار کریں اور ان پر ہمیشہ نظر رکھیں اور ان کو اپنے بھائیوں اور تمام محرم رشتہ داروں کے سامنے بغیر اوڑھنی اور ڈوپٹہ کے نہ آنے دیں اور گھر میں پورے آداب کے ساتھ حجاب و شرم و حیاء کو ملحوظ رکھ کر اٹھنے بیٹھنے کا عادی بنائیں۔

اولاد میں شرم و حیاء پیدا کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنے اپنے

کمروں میں سونے، اٹھنے بیٹھنے کا عادی بنائیں، لڑکیوں کو یہ بھی تعلیم دیں کہ وہ گھر میں کھلے مقام پر بے حیائی کے ساتھ باپ اور بھائیوں کے سامنے نہ سوتی رہیں، ہر گھر میں ایک کمرہ لڑکوں کیلئے اور ایک لڑکیوں کیلئے ہونا بہت ضروری ہے، مگر پردہ دار گھرانوں میں بھی اس کی احتیاط نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے لڑکیاں باہر کے معاشرہ سے تو پردہ اور شرم وحیاء کے ساتھ رہتی ہیں مگر اپنے گھریلو معاشرہ میں بے حیائی و بے شرمی کے ساتھ زندگی گذارتی ہیں۔

مسلم معاشرہ میں اکثر گھر بڑے بڑے خاندانوں پر مشتمل ہیں جہاں شادی شدہ بھائی بہنیں ایک ہی گھر میں الگ الگ کمروں میں زندگی گذار رہے ہیں، اس لئے ایسے گھرانوں میں اولاد کو خاص طور پر یہ تاکید کی جائے کہ وہ بغیر اجازت کسی کے کمرہ میں نہ جائیں، مگر تربیت کے نہ ملنے کی وجہ سے اکثر گھرانوں میں نوجوان لڑکے لڑکیاں بھی اپنی بھاوجوں اور بہنوں کے کمروں میں بغیر اجازت کسی بھی وقت گھس جاتے ہیں۔

اکثر گھروں میں سگے بھائی بہنوں میں انتہائی بیہودہ اور بے شرمی، بے حیائی کا مذاق اور دل لگی ہوتی ہے اور بعض بھائی بہن ایک دوسرے سے چھچھورے قسم کا مذاق کرتے ہیں، کہیں کسی نے دوپٹہ کھینچ لیا، کہیں چوٹی پکڑلی، کہیں ڈھول دھپا مار دیا اور کہیں عید شادی اور امتحانات میں کامیابی پر جوان ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر گلے ملتے ہیں اور بوسہ لیتے ہیں، یہ سب حرکتیں اولاد کو بے شرم اور بے حیاء بناتی ہیں، اس لئے ماں باپ اولاد پر کڑی نظر رکھیں اور انہیں اس قسم کے تمام کاموں اور حرکتوں سے روکیں اور انہیں تعلیم دیں کہ وہ اپنے اپنے مقام کے اعتبار سے سنجیدہ، مہذب مذاق کریں اور اسلامی حدود کو نہ توڑیں اور انہیں احساس دلائیں کہ وہ اسلامی معاشرہ کے افراد ہیں، اس لئے ان میں بے شرمی و بے حیائی قطعی نہ ہونی چاہئے۔

بھائی بہنوں کو گھر میں اکیلا نہ چھوڑیں اس سے شیطان اپنا کام کرسکتا ہے

اکثر لوگ سگے بھائی اور بہن کو گھر میں اکیلا چھوڑ کر اپنے کام سے باہر چلے جاتے ہیں اس سے بچوں میں گناہ کا رجحان پیدا ہوسکتا ہے، چنانچہ لکھنو کا ایک واقعہ ہے کہ ایک ماں نے اپنی بیٹی کو قئے اور الٹیاں ہونے کی وجہ سے لیڈی ڈاکٹر کے پاس لے آئی، ڈاکٹر نے لڑکی کا

معائنہ کر کے ماں کو مبارکباد دی کہ ان کی لڑکی حاملہ ہے، ماں نے جیسے ہی یہ بات سنی چکر کھا کر بیہوش ہو کر گر پڑی، تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ لڑکی کے سگے بھائی نے بہن کو اکیلا پا کر زنا کیا اور دونوں میں زنا کے تعلقات قائم ہو گئے، اسی لئے اولاد کو گھر میں اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا چاہئے، حضرت عمرؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ وہ دروازہ کے باہر بیٹھے ہوئے تھے، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ گھر میں ان کی بیٹی اکیلی ہے اسلئے وہ باہر اپنے لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ صحابی رسولؐ کتنی احتیاط کرتے تھے، جب مرد و عورت اکیلے ہوتے ہیں تو ان کے درمیان شیطان حائل ہونے کی کوشش کرتا ہے، چنانچہ موجودہ معاشرہ میں سسر اور بہو میں یا دیور اور بھاوج میں زنا کے پیدا ہونے کی شکایتیں ملتی ہیں۔

بیوقوف قسم کے ماں باپ بعض مرد اپنی بیوی کی محبت میں پاگل اور دیوانے بن جاتے ہیں، ان کی بیوقوفی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ اپنی محبت کا اظہار بے شرمی کے ساتھ کھلے عام سب کے سامنے کرتے رہتے ہیں، کہیں بیوی کا کھلے عام بوسہ لے لیا، کہیں بغلگیر ہو کر گلے لگا لیا، کہیں گلے میں ہاتھ ڈال کر گھر کے صحن میں گھومتے یا بیٹھتے رہتے ہیں یا پھر نائٹ ڈریس کے نام پر برائے نام لباس پہن کر نیم برہنہ حالت میں جلوت میں وہ حرکتیں کرتے ہیں جو خلوت میں کرنے کی ہوتی ہیں یا پھر میاں بیوی بڑوں چھوٹوں کا خیال کئے بغیر ایک دوسرے کو ڈارلنگ، ڈیئر کے ناموں سے کھلے عام پکارتے ہیں اور بعض تو اپنے بچوں کے سامنے تالیاں بجاتے ہوئے ناچتے گاتے بھی ہیں، اس سے گھر میں پوری بے شرمی و بے حیائی کا ماحول پیدا ہوتا ہے اور آئندہ کی زندگی میں اولاد بھی ماں باپ کی نقل کرتی ہے۔

بعض ماڈرن لوگ اپنے بچوں کو دوستوں کی طرح یار۔ یا۔ یارو کہہ کر پکارتے ہیں یا ان سے آنکھ مارتے ہوئے یا سیٹی مارتے ہوئے یا گلے میں دوستوں کی طرح ہاتھ ڈال کر یا لڑکیوں کو جوان ہو جانے کے باوجود گود میں بٹھا کر لاڈ پیار کرتے ہوئے گفتگو کرتے ہیں، اس سے اولاد میں ماں باپ کے لئے کوئی ادب و احترام پیدا نہیں ہوتا اور یہ سب بے حیائی کی حرکتیں ہیں، اس قسم کی حرکتوں سے بچے خراب ہو جاتے ہیں اور ان پر کوئی کنٹرول باقی نہیں رہتا۔

ماں باپ کا علاحدہ حجرہ ہونا ضروری ہے موجودہ مسلم معاشرہ میں یہ دیکھا گیا ہے

کہ ماں باپ اپنی اولاد کو کافی بڑی عمر تک اپنے ساتھ سونے کا عادی بناتے ہیں جس کی وجہ سے بچے بارہ تیرہ سال کے ہونے کے باوجود علاحدہ سونے سے ڈرتے بھی ہیں، حکماء نے لکھا ہے کہ ماں باپ کو چاہئے کہ وہ بچوں کو جلد سے جلد اپنے ساتھ سونے کی عادت کو ختم کروائیں اور علاحدہ سونے کا عادی بنائیں، بڑی عمر تک ماں باپ کے ساتھ سونے کی وجہ سے ماں باپ کے تمام حالات دیکھتے اور ان کی اندرونی باتیں سنتے ہیں اور بہت ساری بے شرمی کی باتیں سیکھ جاتے ہیں اور ان میں غیر ضروری تجسس پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے ایک عمر تک اپنے قریب سلانے کے بعد ان کو علاحدہ سونے کا عادی بنانا چاہئے۔

ماں باپ اولاد کی صحیح طریقہ پر تربیت کرنے کے لئے باقاعدہ اپنے سونے اٹھنے، بیٹھنے کا علاحدہ ایک کمرہ مقرر رکھیں اور اولاد کو قرآن حکیم کی ہدایات کی روشنی میں پابند کریں کہ وہ فجر سے پہلے، ظہر کے بعد اور عشاء کے بعد اجازت کے بغیر کمرہ میں نہ آئیں اور خاص طور پر تاکید کریں کہ وہ ان اوقات میں باقاعدہ آواز دے کر اور اجازت لیکر اندر آئیں۔

ماں باپ کے لئے علاحدہ کمرہ رہنے میں بہت سے فائدے ہیں، اکثر لوگ بیٹا بہو اور بیٹی کے سامنے اپنی بیوی پر غصہ ہوتے اور برا بھلا کہہ دیتے ہیں، اس سے اولاد کے سامنے ماں کی بے عزتی ہوتی ہے اور بہوؤں کے سامنے ساس کا وقار باقی نہیں رہتا، علاحدہ کمرہ ہو تو باپ اندر ہی اپنے غصہ کا بیوی پر اظہار کر سکتا ہے اور اس کی اصلاح بھی کر سکتا ہے اور اولاد کے سامنے ماں بے عزت ہونے سے بچ جاتی ہے۔

بعض لوگ بہو بیٹی داماد کے سامنے ہی کھلے عام سوتے پڑے رہتے ہیں اور بوڑھے ہو جانے کے بعد بعض لوگ ایک دوسرے سے بے انتہاء محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا بہت خیال بھی رکھتے ہیں، اسی محبت کے جوش میں کچھ ایسی حرکتیں کرتے ہیں جن کی وجہ سے یہ دونوں اپنی اولاد اور بہوؤں کے سامنے تماشہ بن جاتے ہیں اور وہ پیچھے بوڑھا بوڑھی کی محبت کا مذاق بھی اڑاتے ہیں، بڑھاپے میں میاں بیوی میں جھگڑا ہو جائے اور علاحدہ کمرہ نہ ہو تو ایک دوسرے کو منانے اور راضی کرنے میں بہت مشکل ہوتی ہے اور یہ بھی بچوں کے سامنے مذاق، دل لگی کا ذریعہ بنتا ہے۔

علاحدہ کمرہ ہوتو بڑھاپے میں اپنی انسیت، ایک دوسرے سے ہمدردی اور خدمت مرتے دم تک کر سکتے ہیں اور کسی کے سامنے بے حجابی کا موقع ہی نہیں رہتا۔

اکثر گھرانوں میں دیکھا گیا ہے کہ جب ماں باپ بوڑھے ہوجاتے ہیں تو اولاد کمروں سے باہر دالان یا کھلے ہال وغیرہ میں ان کے سونے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ مقرر کر دیتی ہے اور خود کمروں پر قبضہ کر لیتی ہے، یہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نہ اکرام ہوا اور نہ ان کی خدمات کا خیال رکھا گیا بلکہ ان کی آزادی کو بالکل ختم کر دیا گیا، اس لئے ماں باپ کو چاہئے کہ بہو بیٹوں سے ہٹ کر باقاعدہ اپنا ایک الگ کمرہ رکھیں اور خاص خاص اوقات میں باپ اپنے کمرہ سے باہر آئے اس سے بہو بیٹوں پر باپ کا بحیثیت امیر اور سربراہ کے کنٹرول، خوف، ادب و احترام اور اثر رہتا ہے ورنہ ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے ساس سسر کا نہ اتنا عزت واحترام باقی رہتا ہے اور نہ گھر والوں پر ماں باپ کا رعب قائم رہتا ہے، گھر میں ڈسپلن باقی رکھنے کے لئے گھر کے بڑوں کا رعب اور عزت واحترام باقی رہنا ضروری ہے۔

بعض عورتیں گھر کے تمام افراد کے سامنے بلوز اٹھا کر جسم کھول کر بے شرمی کے ساتھ بچوں کو دودھ پلاتی ہیں، یہ بھی گھر میں بے شرمی و بے حیائی کا ماحول پیدا کرتا ہے، ایسے اوقات میں عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے کمروں میں جائیں اور حجاب کی پابندی کرتے ہوئے بچہ کو دودھ پلائیں تاکہ گھر کے ہر فرد میں شرم وحیاء باقی رہے۔

اولاد میں شائستگی اور تہذیب پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ماں باپ آپس میں فحش مذاق نہ کریں بلکہ اپنے اپنے حدود میں رہیں، مذاق ہی کرنا ہو تو انتہائی مہذب اور شائستہ مذاق کر سکتے ہیں، مذاق بھی ایسا کریں کہ جس میں دونوں کی عزت واحترام باقی رہتا ہو۔

غرض اپنی اولاد کے دل میں بچپن ہی سے یہ بات کوٹ کوٹ کر بار بار بٹھایئے کہ مومن حیاءدار ہوتا ہے اور حیاء آدھا ایمان ہے، بے حیاء تو غیر مومن ہوتا ہے مومن نہیں۔

متفرق ہدایت

❁ اولاد کو نادان سمجھ کر ان کے سامنے خصوصی ازدواجی تعلقات کا مظاہرہ ہرگز نہ کیجئے، اول تو یہ بے شرمی کی بات ہے، دوسرا اس سے والدین کا رعب، وقار، احترام ختم ہوجاتا

ہے نیز اولاد میں قبل از وقت جنسی تجسس ابھر کر ہو سکتا ہے کہ انہیں غلط کاریوں میں مبتلا کر دے، بچے بھی وہی حرکت دوسرے بچوں اور بھائی بہنوں کے ساتھ کر سکتے ہیں۔

ماں باپ کا گھروں سے باہر رہنا بھی اولاد کے بگاڑ کا ذریعہ ہے

موجودہ زمانہ میں اکثر گھروں کے مختلف حالات ہیں، بعض ماں باپ کا گھروں میں دل ہی نہیں لگتا، وہ اپنی ضرورت سے سوگنا زیادہ کمانے کی چکر میں رہتے ہیں، اسی وجہ سے حد سے زیادہ کاروبار میں مشغول رہتے اور برائے نام گھر کو آتے ہیں، کچھ لوگ کمانے کی غرض سے وطن چھوڑ کر باہر چلے جاتے ہیں اور ایک دو سال میں مختصر وقفہ کے لئے اہل وعیال میں آتے ہیں، بعض لوگ کمائی کے لالچ میں اپنی عورتوں کو بھی کمانے کے لئے بھیج دیتے ہیں۔

بہت سے ماں باپ شام ہوتے ہی گھروں سے باہر سڑکوں دوکانوں یا دوستوں اور پڑوسیوں کے گھروں یا ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر سکون محسوس کرتے اور اپنے بچوں میں دلچسپی ہی نہیں لیتے ہیں، ان کو اپنی اولاد کے سدھار و بگاڑ کا کوئی احساس ہی نہیں رہتا، بس جانوروں کی طرح زندگی گذارتے ہیں، ان کا مقصد زندگی صرف دستر، دفتر اور بستر ہی تک محدود ہوتا ہے۔

بعض مرد تجارت اور کاروبار میں اتنے مشغول رہتے ہیں کہ وہ برائے نام گھر کو آتے اور صبح سویرے ہی گھر سے چلے جاتے ہیں، ان کی یہ حالت دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی ضروریات سے سوگنا زیادہ کمانا چاہتے ہیں اور ان کو اپنی ہی اولاد کی نہیں بلکہ اولاد کی اولاد کو بھی پالنے کی فکر لگی ہوئی ہے، ایسے لوگ اپنے اہل وعیال پر کم اور تجارت و کاروبار کے لئے بہت زیادہ وقت دیتے ہیں، ان کو بھی اپنی اولاد کی تباہی و بربادی کا احساس نہیں رہتا صرف دنیا ہی دنیا ان پر سوار رہتی ہے۔

بعض مرد کمانے کی غرض سے اپنا وطن چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور سال دو سال میں ایک مرتبہ مختصر سی مدت کے لئے گھر آتے ہیں، وطن سے باہر رہ کر کما کما کر اپنے بیوی بچوں کو خوب پیسے بھیجتے ہیں، ان کے کمانے کا مقصد صرف یہی نظر آتا ہے کہ عالیشان قسم کے مکان بن جائیں جس میں ہر قسم کے آرام و آسائش کے سامان ہوں، ایر کنڈیشن کمرے ہوں اور عمدہ قالینس، ٹیلی فون اور موٹر کار جیسی چیزیں جمع ہو جائیں اور بیوی بچوں کو خوب عمدہ عمدہ غذائیں

پھل پھلاری اور عیش ملے، ایسے لوگوں کی کمائی زیادہ تر مٹی اور گارے پر خرچ ہوتی ہوئی یا پھر اولاد کے بگاڑ پر خرچ ہوتی نظر آتی ہے، ان کو اچھے سے اچھا مکان اور سامان کی فکر تو بہت ہوتی ہے مگر اولاد کے سدھار کی فکر بالکل نہیں ہوتی، پچھلے زمانوں میں نواب اور جاگیردار لوگوں نے بھی یہی حرکت کی، وہ اپنی آمدنی کو خوبصورت عمارتیں بنانے اور عمدہ سے عمدہ نایاب سامان جمع کرنے میں خرچ کرتے ہیں لیکن انہوں نے اپنی اولاد کو سدھارنے اور ان کو نایاب بنانے کی کبھی فکر نہیں کی، ان کے نزدیک اولاد کے مقابلہ میں عمارتیں اور سامان اہم تھے جس کی وجہ سے ان کی اولاد ہر قسم کے بداعمالیوں کا شکار ہوگئی۔

موجودہ دور میں بھی غیر ممالک جا کر کمانے والے ماں باپ کا یہی حال ہے، وہ شاندار بلڈنگیں تعمیر کر کے نادر سامان تو جمع کر رہے ہیں مگر اولاد کو ناکارہ اور نااہل اور اللہ کا باغی بنا رہے ہیں، جتنا پیسہ وہ اپنے مکان اور سامان پر خرچ کر رہے ہیں اس کا کم سے کم دسواں حصہ بھی اپنی اولاد کی سیرت کے سدھار پر نہیں لگاتے، حیات دنیا نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے، یہ گھاٹے اور خسارہ والی زندگی ہے۔

وہ امت جو پوری دنیا کے سدھار کیلئے نکالی گئی ہو اس کی توانائی اگر اس طرح خرچ ہوتی رہے تو وہ دنیا کو سدھارنے کی کیا فکر کریگی؟ جس کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنی اولاد کے سدھار سے تک غافل بنی ہوئی اور اپنا سارا وقت اور ساری پونجی دنیا اور دنیا کے سجانے اور بنانے میں خرچ کر رہی ہے۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ: دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔ (مسلم بروایت ابوہریرہؓ)

قید خانہ کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ قیدی اس سے جی نہیں لگاتا اور اس کو اپنا گھر نہیں سمجھتا بلکہ ہر وقت اس سے نکلنے کا خواہشمند اور متمنی رہتا ہے۔

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص دنیا کو اپنا محبوب و مطلوب بنائے گا وہ اپنی آخرت کا ضرور نقصان کرے گا اور جو کوئی آخرت کو محبوب بنائے گا وہ اپنی دنیا کا ضرور نقصان کرے گا، پس (جب دنیا و آخرت میں سے ایک کو محبوب بنانے سے دوسرے کا نقصان برداشت کرنا لازم اور ناگزیر ہے تو عقل و دانش کا

تقاضا یہی ہے کہ) فناء ہوجانے والی دنیا کے مقابلہ میں باقی رہنے والی آخرت اختیار کرو۔(بیہقی)

ظاہر ہے کہ جو شخص دنیا کو اپنا محبوب و مطلوب بنائے گا تو اس کی اصل فکر وسعی دنیا ہی کے واسطے ہوگی اور آخرت کو یا تو وہ بالکل ہی پس پشت ڈال دے گا یا اس کے لئے بہت کم جد و جہد کرے گا جس کا نتیجہ بہر حال آخرت کا خسارہ ہوگا۔

☆ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اس کی گنہگاری اور نافرمانی کے باوجود دنیا کی نعمتیں (مال و دولت، راحت وعزت وغیرہ) دے رہا ہے جن کی وہ بندہ خواہش اور طلب رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ اس کے حق میں استدراج ہے، یہ فرمانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے سورۂ انعام کی ایک آیت تلاوت فرمائی (جس کا ترجمہ یہ ہے) ''جب انہوں نے بھلا دیا ان باتوں کو جن کی نصیحت ان کو کی گئی تھی تو ہم نے کھول دئے ان پر دنیا کی سب نعمتوں کے دروازے، یہاں تک کہ جب وہ ان نعمتوں کے ملنے پر خوب مست ہوئے اور اترائے تو ہم نے ایک دم ان کو اپنی سخت پکڑ میں لے لیا، پس وہ حیران و ششدر رہ گئے اور آئندہ کے لئے بالکل ناامید ہوگئے''۔(مسند احمد)

ماں باپ کو آج جو دولت مل رہی ہے کیا وہ اس لئے مل رہی ہے کہ اس سے وہ اپنی دنیا بنائیں اور ہر قسم کی بغاوت کرتے ہوئے اولاد کو اللہ کا باغی اور سرکش بنائیں؟ ان کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ جتنا آرام اور راحت وہ اولاد کو دنیا میں پہنچا کر مطمئن ہیں، کیا آخرت میں ان کی اولاد اتنے ہی سکون اور راحت میں رہے گی؟ دنیا میں گرمی سے بچنے کے لئے جیسے انہوں نے اپنی اولاد کے آرام کی خاطر ایرکنڈیشن اور ایرکولر کا انتظام کیا، ٹھنڈے پانی سے پیاس بجھانے کے لئے جیسے فریج کا انتظام کیا، تو کیا دوزخ کی آگ کی تپش سے بچانے اور میدان حشر کی پیاس کے بجھانے کا بھی کوئی سامان تیار کیا؟ کیا وہ اولاد کو ایسے ہی آرام میں پائیں گے جیسے دنیا میں پا رہے ہیں؟ کیا ان کی اولاد اس قابل ہے کہ وہ ان کے ساتھ جنت میں بھی رہ سکے؟ آج وہ اولاد کو دنیا کمانے کے لئے اونچی اونچی ڈگریاں دلا کر دنیا کا سفر طے کرانا تو بتا دیا، کیا اسی طرح آخرت کو سنوارنے اور آخرت کا سفر عزت دار طریقہ سے طے کرنے کے قابل بھی بنایا؟ آج وہ حرام وحلال دونوں طریقوں سے کما کما کر اولاد کی دنیا بنا رہے ہیں اور فخر کر رہے ہیں کہ ان کا بیٹا، بیٹی ڈاکٹر انجینئر یا اقتدار اور کرسی والے ہیں، کل کیا وہ قیامت میں بھی فخر کر سکیں گے؟

انہوں نے کبھی سوچا بھی ہے کہ اولاد کی موجودہ تباہی و بربادی کے باوجود کیا وہ جنتی اولاد کے ماں باپ بھی کہلائے جانے کے قابل ہیں، کہیں اولاد کے ساتھ وہ خود بھی جہنم کے حوالہ ہو کر جہنمیوں کے ماں باپ تو نہیں کہلائے جائیں گے؟

عقلمند سمجھدار ماں باپ دنیا کی ساری چیزوں میں سب سے پہلے اپنی اولاد کو سدھار کر صالح بنانا چاہتے ہیں اور اپنی دولت ان پر خرچ کر کے ان کی آخرت سنوارنا چاہتے ہیں، اولاد میں دولت دنیا کے ساتھ اگر دولت ایمان اور دولت اعمال صالحہ نہیں تو یہ بہت بڑے گھاٹے اور خسارے والی زندگی کی علامت ہے، اس لئے ماں باپ کو چاہئے کہ وہ گھر، جائیداد اور سامان راحت بنانے سے پہلے اولاد کو آخرت کے لئے تیار کریں تا کہ ان کو اولاد کے ذریعہ حقیقی راحت وسکون، چین اور آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو، گھروں کو بنا کر اور خوبصورت سامان سجا کر غیر مسلم بھی راحت وسکون حاصل کرنا چاہتے ہیں مگر پھر بھی ان کو دلی سکون نصیب نہیں ہوتا، آخرت تو ان کی برباد ہے ہی۔

موجودہ زمانہ میں بہت سے مرد اپنی عورتوں کو کمانے پر مجبور کرتے ہیں اس سے گھر کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے

موجودہ زمانہ میں بہت سے مرد اپنی عورتوں کو کمانے کیلئے گھر سے باہر بھیجتے ہیں ان کی عورتیں کارخانوں، دواخانوں، دفاتر اور دوکانوں پر نوکریاں کرتی ہیں، حالانکہ مرد ہونے کے ناطے خود ان کو زیادہ محنت کرنی چاہئے لیکن وہ اس کے بجائے عورتوں سے بھی کمائی کی محنت کراتے ہیں، اگر عورت گھر سے باہر کمانے کے لئے چلی جائے تو اس سے پورے گھر کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور ان گھروں میں اولاد کی تربیت نہیں ہو سکتی، اس لئے ضروری ہے کہ مرد باہر کے تمام کاروبار سنبھالتے ہوئے کمائی کی ذمہ داری خود اٹھائے اور عورت کو گھر کے کاروبار صحیح طریقہ سے سنبھالنے کا موقع دے اور دونوں فطری طور پر اپنے اپنے حدود میں زندگی کے فرائض وذمہ داریاں نبھائیں تا کہ اسلام کی پابندی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکیں۔

اسلام نے اولاد کی پرورش ونگہداشت کیلئے ماں اور باپ پر علاحدہ علاحدہ ذمہ داریاں

رکھی ہیں اور ہر دو پر علاحدہ علاحدہ حقوق مقرر کر کے ان کو بنانے اور سنوارنے کی پوری پوری آزادی دے رکھی ہے، وہ اپنی محنتوں اور کوششوں سے یا تو اولاد کی زندگی کو دنیا میں بھی جنت و الی بنائیں یا دوزخ والی بنادیں اور آخرت کیلئے کامیاب یا ناکام انسان تیار کریں، چنانچہ اسلام نے عورت اور مرد کے لئے علاحدہ علاحدہ میدان مقرر کیا ہے، عورت کو گھر کا ذمہ دار بنایا اور مرد کو باہر کی ذمہ داریاں سونپی، گھر کی دیکھ بھال، بچوں کی تربیت ونگرانی اور حفاظت عورتوں کا میدان رکھا، روزگار کی دوڑ دھوپ، اپنے ملک کی حفاظت اور انتظامات، دعوت وتبلیغ وغیرہ کی ذمہ داریاں مرد پر رکھی، اس طرح مرد کے ذمہ جو کام تھے وہ مرد کو دئے اور عورت کے ذمہ جو کام ضروری تھے وہ عورت کو دئے اور دونوں کام دونوں کی فطرت کے مطابق دیئے تاکہ دونوں اپنی اپنی فطرت ہی کے مطابق اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے رہیں، ان کو فطرت کے خلاف یا فطرت سے ہٹ کر کوئی کام نہیں دیا گیا، چنانچہ جانوروں میں نر اپنی ذمہ داری سنبھالتا ہے، مادہ اپنی ذمہ داری سنبھالتی ہے، دونوں ایک دوسرے کے حقوق میں دخل اندازی نہیں کرتے، مگر انسان کا حال کچھ عجیب ہے، انسان قدرت کے بنائے ہوئے اصول وقاعدوں کے خلاف اپنی عقل سے عورت ومرد کے حدود کو توڑتا اور انسانی نسلوں کو جہنم کا ایندھن بننے کے قابل بناتا ہے، ظاہر بات ہے کہ عورت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو میدان رکھا ہے عورت اگر اس میں رہتے ہوئے اپنا رول اور ذمہ داریاں ادا نہ کرے تو گھر کا اور خاص طور پر اولاد کی تربیت کا سارا نقشہ ہی بگڑ جائے گا اور زمانہ کے حالات اور انسانی زندگی اس بات پر گواہ ہے کہ جب بھی عورت کو اس کے فطری میدان عمل سے ہٹا کر کسی دوسرے میدان یعنی نوکری، حکومت، تجارت وغیرہ میں لگا دیا گیا تو انسانوں کی معاشرتی زندگی فساد کے حوالہ ہوگئی اور وہ مضبوط ومستحکم خاندان وجود میں نہ آسکا جس پر ایک صالح دیندار متقی پرہیزگار معاشرہ کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے، شروع زمانہ سے انسانوں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ عورت نے ہمیشہ اپنے میدان ہی میں اپنی ذمہ داریوں کو کامیاب طریقوں سے ادا کیا ہے، نہ اس نے کبھی فوجی، پولیس یا ڈاکیہ کے رول ادا کیا اور نہ پائلیٹ اور ڈرائیور و کنڈاکٹر کی خدمت انجام دی، مغربی کلچر اور دنیاوی تعلیم یافتہ لوگوں نے ان کو بیوقوف بنا کر ان کے میدان عمل سے ہٹا کر اور مردوں کے ساتھ برابری کرنے کا احساس دلا کر یا تو مردوں نے

اپنی چال کی عیاری مکر وفریب میں مبتلا کر کے اپنی ذمہ داریوں کو عورتوں پر بھی ڈال دیا اور پردہ و چاردیواری کو قید وظلم بتلا کر گمراہ کیا اور گھر کے باہر کے میدان میں لا کر پہلا فائدہ یہ حاصل کیا کہ کسب معاش کی ذمہ داریوں میں اپنا شریک بنا کر اس طرح سے اپنی ذمہ داریوں کو عورت کے کندھوں پر بھی ڈال کر خود آدھی ذمہ داری سے آزاد ہو گیا، دوسرا اس کو نیم برہنہ اور بے پردہ کر کے اپنے نفس کی تسکین کا سامان بھی پیدا کر لیا، چنانچہ مغرب کی عورت آج گھر سے باہر نکل کر دنیا ہی میں جہنم کے ایک بہت بڑے عذاب میں مبتلا ہو گئی، اس کی بے عزتی کا یہ حال ہے کہ وہ لڑکی ہو کر لکڑی کے دام سے بھی کم میں بک رہی ہے، اس کے پیچھے مرد ہوس کے بھوکے درندے بن کر جانوروں کی طرح پھرتے ہیں، اس کو نچا کر اپنی خواہش پوری کرتے اور شرمگاہ سے مزے لیکر اپنی ہوس پوری کرتے ہیں اور وہ مال و دولت کی لالچ میں ہر روز ایک نئی آغوش میں سوتی ہے مگر اسے برتن کا کپڑا سمجھ کر استعمال کر کے پھینک دیا جاتا ہے، ایسے معاشرہ میں اس کو نیند حاصل کرنے کے لئے نیند کی گولیاں اور دوائیں استعمال کرنی پڑتی ہیں، مغرب کے بے حیاء اور بے شرم معاشرہ میں انسانی جوڑے اتنی تیزی کے ساتھ بدلے جاتے ہیں جیسے کہ ہمارے پاس اتنی جلدی کپڑے بھی نہیں بدلے جاتے، جس مرد سے پوچھئے تو معلوم ہوگا کہ وہ اپنی بیوی کا پچیسواں شوہر ہے اور جس عورت کی زندگی کو ٹٹولئے تو معلوم ہوگا کہ وہ اپنے شوہر کی چوبیسویں بیوی ہے، بچے ماں باپ کی تربیت و پرورش سے محروم رہ کر کم عمری ہی سے جرائم وزنا کے عادی اور ڈرگس کے شوقین بن جاتے ہیں، اس معاشرہ میں اولاد کے حقوق اور تربیت کا کوئی احساس ہی نہیں، جائز اولاد سے زیادہ ناجائز اور حرام اولاد پیدا ہوتی ہے جس کو حکومت ماں کے نام سے پالتی اور سنبھالتی ہے۔

ذرا غور کیجئے مرد نے عورت کو اس کے میدان عمل سے ہٹا کر کس طرح اپنی ذمہ داریوں کو بھی عورت کے سر ڈال دیا اور اپنے روزگار کی کمائی میں شریک بنا کر خود تو آدھا آزاد ہو گیا اور عورت جیسی نازک ذات کے کندھوں پر اس کی اپنی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنی آدھی ذمہ داری روزگار کمانے کی اس پر بھی ڈال دی، گویا اس پر گھر اور باہر دونوں ذمہ داریوں کو ڈال کر جو بڑی خدمت لے رہا ہے یہ عورت پر بہت بڑا ظلم اور ناانصافی ہے، اس

سے عورت کو اپنے میدان میں کام کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا جس کی وجہ سے پوری نسل میں بگاڑ آتا چلا جارہا ہے، اس کے برعکس یہی چالاک اور خودغرض مرد عورت کی تو کوئی ذمہ داری اپنے سر لینے کیلئے تیار نہیں ہوتا اور دنیا میں کوئی مرد ایسا نہیں جو فریضۂ تولید انجام دے سکے یا گھریلو افراد کی خدمت انجام دے سکے، خیر کچھ ذمہ داریاں تو قدرۃً ایسی ہیں جو وہ نہیں لے سکتا اس سے ہٹ کر کوئی مرد گھر کی چاردیواری میں رہ کر گھر میں بیٹھ کر عورت کی طرح ساس سسر اور بچوں کی دیکھ بھال اور خدمت کرنے اور گھر کے کام کاج کرتے ہوئے گھر کے تمام افراد کے لئے آگ میں ہاتھ جلا کر ان کی غذا تیار کرنے کیلئے محنت نہیں کرتا، اس تشریح سے صاف ظاہر ہوا کہ عورت کو بیوقوف بنا کر دوہری ذمہ داریاں عورت پر ڈالدی گئی ہیں اور مرد اپنی ذمہ داریوں میں کچھ حصہ کی ذمہ داریاں ادا کرر ہا ہے۔

عورت اور مرد زندگی کے دو پہیئے ہیں، ان دونوں کے اپنے اپنے عمل سے ہی زندگی کی گاڑی صحیح دوڑ سکتی ہے، یا اس کو یوں سمجھئے کہ عورت اور مرد برقی کے دو منفی اور مثبت تاروں کی طرح ہیں، ان دونوں کی مدد سے زندگی روشن ہوتی ہے، ان دونوں کا اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر چلنے ہی سے زندگی کی گاڑی چلتی ہے، موجودہ زمانہ کے ماڈرن لوگ ان دونوں تاروں کو ملا دینا چاہتے ہیں مگر اسلام اس کی سختی سے مخالفت کرتا ہے، اصول وضابطہ تو یہ ہے کہ روشنی اور ہوا تو یقیناً ان دونوں تاروں کے آپس میں ایک خاص پوائنٹ پر ملنے ہی سے حاصل ہوتی ہے، اس کے برعکس اگر یہ تار کسی دوسری جگہ ایک دوسرے سے مل جائیں تو شاٹ ہو کر آگ لگنا اور چیزوں کی بربادی یقینی ہے، اسی لئے تاروں کو الگ الگ رکھنا ضروری ہے اور جہاں ملانا ہے وہیں ملائے جائیں، موجودہ زمانہ کے آزاد ذہن کے لوگ منفی اور مثبت دونوں تاروں کو جگہ جگہ ایک ساتھ ملا کر آگ لگانا چاہتے ہیں اور پھر زانی ماحول کا لطف اٹھاتے ہیں، اسلام عورت کو گھر کی ملکہ بنا کر رکھنا چاہتا ہے، دفتر کی ملازمہ اور ہوائی جہاز کی نوکرانی نہیں، یہ عورت کے لئے بہت بڑی عزت بھی ہے اور ایک حفاظت بھی ہے، اسی حفاظت اور عزت کی خاطر پردہ کو لازم رکھا گیا، پردہ سے مراد عورت کو چاردیواری کے اندر بند کر دینا یا برقعہ میں لپیٹ دینا نہیں بلکہ مرد اور عورت کے درمیان ایک خاص فاصلہ باقی رکھنا ہے تاکہ حدود قائم رہیں، اسلام پردہ کے ذریعہ عورت کو گھر

میں قید نہیں کرتا بلکہ اس کے حدود میں آزاد چھوڑتا ہے جہاں وہ پوری آزادی اور بے فکری اور حفاظت کے ساتھ اپنی تمام صلاحیتوں کو استعمال کر کے گھر کیلئے رحمت اور گھر کے افراد کیلئے زبردست مددگار ثابت ہوسکتی ہے، مجبوری کی صورت میں وہ اپنے دائرۂ عمل میں روزگار بھی کما سکتی ہے، ملازمت بھی کر سکتی ہے، سماجی خدمت بھی کر سکتی ہے، اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کر سکتی ہے، تعلیمی اداروں میں پڑھا بھی سکتی ہے، لیکن یہ سب کچھ خواتین کے اداروں میں نہ کہ مخلوط طور پر ،ان کے تعلیمی ادارے الگ ہوں، ان کے دفاتر الگ ہوں، ان کی مجلسیں اور محفلیں الگ ہوں، مغربی ممالک کے سمجھدار لوگوں کو بھی اب ان نقصانات کا احساس ہونے لگا ہے، وہ لوگ خود بیان کرتے ہیں کہ ہمارے معاشرہ کی تباہی کا یہ حال ہے کہ ہم گھروں میں تیار کیا ہوا کھانا چھوڑ کر ہوٹلوں اور کلبوں اور رستورانوں میں کھاتے ہیں، ہمارے لئے بیکریوں سے روٹیاں بن کر آتی ہیں، کپڑے لانڈری میں دھلتے ہیں، پہلے ہم تفریح کیلئے دوست احباب، رشتہ داروں کے پاس جاتے تھے مگر اب سینماؤں، گارڈنوں، کلبوں کا رخ کرنا پڑ رہا ہے، پہلے افراد خاندان، بیوی بچے ہی ہماری دلچسپیوں کا مرکز تھا اور بیوی بچوں ہی میں سکون ملتا تھا، انہی سے دل لگایا جاتا تھا، مگر اب گھر کے افراد بکھرے ہوئے ہوتے ہیں، عورتوں کو شوہر اور بچوں کے لئے وقت دینا ایک مسئلہ بنا ہوا ہے، عورت کو گھر میں گھر کے افراد کی خدمت میں مزا نہیں، دلچسپی نہیں، اسے ہوٹلوں، ہوائی جہازوں، کلبوں اور دواخانوں میں چند پیسوں کے خاطر خدمت کرنا عزت دار زندگی سمجھ میں آتی ہے، کبھی کبھار ایک ساتھ مل کر بیٹھتے بھی ہیں تو گھر کے ماحول میں دل نہیں لگتا، اب ہمارے گھر ہمارے آرام وراحت کی جگہ نہیں جس سے ہم اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون دے سکیں۔

جن گھروں کی عورتیں کمانے کے لئے جاتی ہیں ان گھروں پر مرد کا کوئی اثر ہی نہیں رہتا اور نہ مرد یہ سوچ سکتا ہے کہ اس کے بیوی بچے کدھر کو جا رہے ہیں، تربیت اولاد کیلئے مرد کا کنٹرول گھر پر ہونا بہت ضروری ہے تاکہ وہ بحیثیت امیر افراد خاندان کے دنیوی ودینی حالات پر پوری نگرانی رکھتے ہوئے ان کو صحیح راہ پر ڈال سکے۔

فطری طور پر اولاد کی تربیت کا زیادہ بوجھ ماں ہی کے سر رہتا ہے، اسلام نے بھی یہ حق

ماں ہی کو دیا ہے کہ وہ نو ماہ تک بچہ کو پیٹ میں محفوظ رکھے پھر دو سال تک اپنی گود میں دودھ پلائے اور سن شعور تک پاخانہ پیشاب صاف کرے، خرچ کی کفالت تنہاء باپ کی ذمہ داری ہے، اللہ تعالیٰ نے ماں کو اس ذمہ داری سے بالکل دور رکھا ہے تاکہ ماں ہر وقت بچوں کے ساتھ رہ کر پوری یکسوئی کے ساتھ ساتھ اپنے حصہ کی ذمہ داری کو بحسن وخوبی ادا کر سکے۔

بچہ کی تربیت کرنا ماں کا زبردست کارنامہ ہے، ماں کی محنتوں اور کوششوں کا میدان اس کا اپنا گھر ہے نہ کہ گھر سے باہر کی دنیا، ماں کا اصل کارنامہ بچوں کی اسلامی انداز پر دیکھ بھال اور ان کی پرورش کی خوش گوار خدمت ہے، یہی اس کی ترقی کا میدان ہے اور اس کا جہاد ہے اور اسی کے بارے میں قیامت کے دن اس سے پوچھا جائے گا۔

☆ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگران اور ذمہ دار ہے اور عورت سے ان افراد اور چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی جن کی وہ نگران بنائی گئی ہے۔ (بخاری ومسلم)

دنیا میں جب کبھی جہاں کہیں عورت کو اس کے اس حقیقی میدان سے ہٹایا گیا اور اس کو غیر فطری ترقی کے خواب دکھلا کر اس پر اپنی فطری ذمہ داریوں کے علاوہ باہر کی ان ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا گیا جو خدا نے اس کے ذمہ نہیں رکھی تھیں اور ترقی کے لالچ میں اس بھولی بھالی عورت نے ان دوہری ذمہ داریوں کو قبول کر لیا تو گھریلو زندگیاں بھی تباہ ہو گئیں، باہر کی زندگیوں میں بھی فساد برپا ہو گیا اور بچوں کی زندگیاں بھی ویران وبرباد ہو گئیں۔

چونکہ موجودہ مسلم معاشرہ کی عورتیں اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں، اس لئے ماڈرن ایجوکیشن کے نام پر اندھا دھند مغربی عورتوں کی نقالی کرتی ہوئی انہوں نے بھی اس راہ پر دوڑنا شروع کر دیا ہے لیکن جن ملکوں کی عورتوں کو اس کا تجربہ ہوا ہے اور وہ اس کے خطرناک نتائج بھگت رہی ہیں، وہ اپنے کئے پر نادم اور واپس لوٹنے کی فکر کر رہی ہیں، وہ مغربی ہوتے ہوئے مشرقی عورتوں کی تہذیب وتمدن کو ترستی نگاہوں سے دیکھ رہی ہیں، چنانچہ ایک مغربی ڈاکٹر لکھتا ہے:

''مجھے کامل یقین ہے کہ اگر عورتیں اپنے گھروں کی دیکھ بھال اور بچوں کی پرورش کرنے کی ہی ذمہ داری سنبھال لیں تو دنیا کا ہر گھر جنت کا نمونہ بن جائے گا''۔

☆ایک حدیث کا مفہوم ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے حکمران اور ذمہ دار بدکردار لوگ ہوں اور تمہارے سرمایہ دار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات بیویوں کے حوالہ ہوں تو پھر زمین کی گود تمہارے لئے زمین کی پیٹھ سے زیادہ بہتر ہے۔(مشکوٰۃ)

☆اسی طرح ایک اور حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اپنے بچوں کی دیکھ بھال کے لئے گھر بیٹھی رہی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگی۔(کنزالعمال)

یہ مقام ہر مسلمان عورت حاصل کرسکتی ہے بشرطیکہ وہ اپنی اولاد کی دیکھ بھال اور گھر کے کام کاج کو سنبھالے اور اپنی حقیقی ذمہ داری کو پورا کرے۔

اگر عورت گھر کی دیکھ بھال اور بچوں کو پالنے کی خدمت میں لگی رہے تو خدا کی نظر میں اس کا وہی درجہ اور صلہ ہے جو دین کے مجاہدین کا ہے۔

عورت کی جسمانی ساخت اس کے جذبات، اس کے اخلاقی اوصاف، اس کی طبیعت کا مخصوص رجحان اور اس کا مخصوص مزاج اللہ تعالیٰ نے اسی کام کے لئے موزوں اور مناسب بنایا ہے، اس کے ساتھ یہ ظلم ہے کہ اس کا فطری کام اس سے چھین کر وہ کام اس سے لئے جائیں جن کیلئے خدا نے اس کو پیدا نہیں کیا ہے، عورتوں کو بچوں سے بے مثال طبعی انس اور ان کی پرورش سے گہری دلچسپی، صبر و تحمل، برداشت و رحم کے زبردست اخلاقی جوہر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں، چنانچہ وہ دن رات اس تھکا دینے والی مہم میں مصروف رہ کر اکتاتی نہیں بلکہ سکون اور راحت محسوس کرتی ہے۔

اس کے برعکس مرد کو نہ تو اس خدمت کے لئے ویسی ساخت اور نہ ویسے جذبات اور نہ طبیعت میں مخصوص ویسا رجحان دیا گیا اور نہ اس کی طبیعت میں بچہ کی پرورش سے ویسی خصوصی دلچسپی رکھی گئی جیسی ماں کی طبیعت میں رکھی گئی ہے اور نہ اس کے پاس زندگی کے عام حالات میں اتنا وقت ہوتا ہے کہ وہ اس ذمہ داری کا حق ادا کرسکے اسلئے کہ خدا نے اس پر روزگار کمانے کیلئے دوڑ دھوپ کرنے اور ضروریات زندگی فراہم کرنے کی ذمہ داری ڈالی ہے اور اسی کی مناسبت سے اس کو موزوں قوتیں اور صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں، چنانچہ عورت اپنی ذمہ داریاں اسی وقت صحیح طریقہ سے انجام دے سکتی ہے جب اس کو ان ہی کاموں کے

لئے بالکل فارغ کر دیا جائے جو اس کے ذمہ کے ہیں اور باہر کے کاروبار میں گھسیٹ کر اس کی مٹی پلید نہ کی جائے۔

اس تشریح سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ خدا نے ماں باپ کو الگ الگ ذمہ داریاں سونپ کر انسانی زندگی میں ایک خوش گوار توازن پیدا فرمادیا ہے اور دونوں کو اپنے اپنے فرائض کے لحاظ سے مناسب اور موزوں جسمانی اور اخلاقی اوصاف دے کر باہمی تعاون کی زبردست طاقت عطا فرمائی ہے۔

عورتوں کا گھریلو کاموں کو ذلیل سمجھنا اور بچوں کی پرورش کو بوجھ جاننا اور باہر کے کاروبار میں حصہ لینے کو ترقی سمجھنا بالکل نادانی غلطی اور گمراہی و بیوقوفی ہے، اسلام نے عورت کو ضرورت کے تحت باہر نکلنے کی اجازت تو ضرور دی ہے مگر یہ حق نہیں دیا کہ وہ اپنی فطری ذمہ داریوں کو حقیر سمجھے اور ان سے پیچھا چھڑانے اور باہر کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے میں اپنی ترقی سمجھے، ایک عورت کا سب سے اونچا عمل اور کردار یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ تعاون کر کے گھر کے معاشرہ کو اسلامی معاشرہ میں تبدیل کر دے اور بچوں میں اسلامی ذہن اور اسلامی مزاج پیدا کر دے اور گھر میں رہ کر اولاد کی تربیت میں اہم اور مرکزی کردار ادا کرے، جیسے آم سے آم ہی کا درخت نکلتا ہے ویسے ہی دیندار ماں باپ سے عموماً دیندار اولاد ہی تیار ہوتی ہے، صالح اولاد صالح انسانوں ہی کی گود میں تیار ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت کی اس محنت کو جہاد اور عبادت کا مقام دیا ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھروں کی دیکھ بھال تمہاری ذمہ داری ہے، تمہارا یہی عمل جہاد ہے۔

کسی عورت کا شوہر مر جائے تو اسلام نے دوسری شادی کرنا نہ صرف یہ کہ جائز رکھا بلکہ پسند بھی فرمایا، لیکن اگر کوئی عورت اپنے بچوں کی اچھی پرورش کرنے کی خاطر دوسری شادی نہیں کرتی اور یہ سوچ کر کہ معلوم نہیں دوسرے شوہر کے پاس بچوں کا کیا حال ہوگا اور وہ مرنے والے شوہر کے یتیم بچوں پر اپنے حسن اور اپنی جوانی کو قربانی کر دیتی ہے تو اس کا یہ عمل اتنا پسندیدہ اور مقبول ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگی۔

بعض مرد اپنے اہل وعیال کو فاقہ کشی میں مبتلا کر دیتے ہیں

بچہ کی ولادت سے بالغ ہونے تک بچہ کے ہر طرح کے اخراجات باپ کے ذمہ ہیں، اگر باپ خوشحال ہو تو بچہ کی طرف سے صدقہ ،فطرہ ادا کرنا بھی اس پر واجب ہے اور بچہ کی طرف سے عقیقہ کرنا بھی مستحب ہے، اولاد کی کفالت کرنا باپ کے ذمہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، مسلمان باپ اپنی جنت بنانے اور اپنے مالک کی نظر میں محبوب بننے کے لئے اس فریضہ کو عبادت سمجھ کر ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی امانت کو ضائع و برباد نہیں کرتا، وہ اولاد کی کفالت کر کے اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے بدلہ کی امید رکھتا ہے، چنانچہ وہ اسی ذہن سے اولاد پر خرچ کر کے یہ سمجھتا ہے کہ میں نے اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق خرچ کیا ہے۔

☆حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص محض اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے اور آخرت میں اجر پانے کیلئے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے تو اس کا یہ خرچ صدقہ قرار پاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

باپ کے مال میں سب سے پہلا حق اہل وعیال کا ہے اور اہل وعیال پر خرچ کرنا دنیا داری نہیں دینداری اور عبادت ہے، اسلام نے بھی یہ تاکید کی ہے کہ سب سے پہلے اہل و عیال کی ضروریات کو پورا کیا جائے، یہ بات شریعت اور دینداری، عقل اور فطرت کے خلاف ہے کہ انسان اپنی آل اولاد کا حق مار کر صدقہ وخیرات کرے یا دوسرے نیک کام کرے، اسلام کی تعلیمات میں وہی صدقہ پسندیدہ اور تقویٰ کے مطابق ہے جس کے بعد اہل وعیال میں خوشحالی برقرار رہے، اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆''سب سے اچھا صدقہ وہ ہے جس کے بعد بھی خوشحالی برقرار رہے اور سب سے پہلے ان پر صرف کرو جن کی کفالت تمہاری ذمہ داری ہے''۔

نیک کاموں میں مال خرچ کر کے اپنی آل اولاد کو مجبور ومحتاج رکھنا اور ان کو بھیک مانگنے کے قابل بنا دینا یہ اعتدال کے خلاف بھی ہے، اسلام تو زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال کی تعلیم دیتا ہے اور صدقہ وخیرات پر بہت زور دیتا ہے مگر اہل وعیال کی جائز ضروریات کو نظر انداز کر کے صدقہ وخیرات کرنا اسلام کا منشاء نہیں ہے اور باپ کا اہل وعیال کی کفالت کو محسوس نہ کرنا اور ان کے تقاضوں سے غفلت برتنا سنگین جرم بھی قرار دیتا ہے اور تاکید کرتا ہے کہ انسان جن کا

کفیل بنایا گیا ہو ان کی جائز ضروریات کو پہلے پوری کرے، بعض مرد بیوی بچوں کو تنگی میں رکھ کر خود عیش کرتے یا اپنے دوست احباب کو عیش کرواتے یا نام ونمود کے کام کر کے فضول خرچی کرتے، یہ حق تلفی، غیر اسلامی عمل اور سخت گناہ اور مجرمانہ حرکت ہے، جس کی عام مثالیں یہ ہیں کہ اکثر مرد جوا کھیلنے، شراب پینے، ریس کھیلنے اور عیاشی کرنے میں اپنی پوری کمائی اڑا دیتے ہیں اور بیوی بچوں کو مفلسی محتاجی اور ذلت کی زندگی گذارنے پر مجبور کر دیتے ہیں، اگر باپ کی یہی حالت رہی تو اولاد کی کوئی تربیت نہیں ہوگی اور باپ مجرم اور سخت گنہگار ہوگا۔

بعض نکمے قسم کے مرد اپنی عورتوں کو کمائی پر مجبور کرتے اور خود بے روزگار بنے پڑے رہتے ہیں، وہ بچے تو پیدا کرنا جانتے ہیں مگر ان بچوں کو پالنے کیلئے محنت کرنا نہیں چاہتے او رکمانے کو ان کا ہاتھ نہیں ہوتا، الٹا بیوی کی تنخواہ آتے ہی زبردستی اپنے عیش کیلئے کچھ پیسے لیکر بیوی بچوں کو پریشان کر دیتے ہیں، ایسے سارے مردوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس جواب دینا پڑیگا، یہ عمل مردانگی کے خلاف بھی ہے۔

مسلمان کا ہر عمل عبادت ہے مگر باپ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کو بنانے کیلئے اولاد کی کفالت کے فریضہ کو ادا کرے تو کفالت کا یہ عمل بھی نماز کے بعد عبادت میں شمار کیا جائے گا۔

☆ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک اشرفی وہ ہے جو تم نے خدا کی راہ میں خرچ کی، ایک اشرفی وہ ہے جو تم نے کسی غلام کو غلامی سے آزاد کرانے کے لئے خرچ کی، ایک اشرفی وہ ہے جو تم نے کسی غریب کو صدقہ میں دی اور ایک اشرفی وہ ہے جو تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کی، ان میں سب سے بڑا اجر اس اشرفی کا ہے جس کو تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔ (مسلم)

حد سے زیادہ عیش اور جہالت بھی اولاد کی تباہی کا ذریعہ ہے

☆ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اللہ رب العزت کی! میں تمہارے فقر وافلاس سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کی جائے گی جس طرح ان لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں، پھر تم دنیا کی طرف رغبت کرو گے جس طرح تم سے پہلے لوگوں نے رغبت کی اور یہ دنیا تم کو ہلاک کر دے گی۔ (مسلم)

☆ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو

یمن بھیجا تو یہ نصیحت فرمائی کہ اپنے آپ کو عیش و آرام سے بچاؤ اسلئے کہ اللہ کے صالح بندے عیش حاصل نہیں کرتے۔ (مسند احمدؒ)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ایک بوریے پر سو رہے تھے، جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو جسم پر بوریے کے نشان تھے، میں نے عرض کیا: حضورؐ! اگر آپ ﷺ ارشاد فرماتے تو ہم آپ کے لئے نرم بستر بچھا دیتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس دنیوی عیش و آرام سے کوئی دلچسپی نہیں، اس دنیا میں میری مثال ایسی ہے کہ جس طرح سوار ایک درخت کے نیچے ٹھہرا پھر چل دیا۔ (ترمذی)

عام طور پر حد سے زیادہ لاڈ پیار، افراط دولت، عمدہ سے عمدہ غذائیں، بھاری بھاری لباس اور سامانِ عیش اولاد کی تربیت میں بہت بڑا بگاڑ پیدا کرتے ہیں، ایسے گھرانوں کی اولاد عموماً دین سے تو دور ہوتی ہی ہے دنیا میں بھی کمانے کے لائق نہیں رہتی، چنانچہ حد سے زیادہ عیش کی وجہ سے ایسے گھرانوں کی اولاد عموماً شراب، جوا، ریس، زنا، چوری، دھوکہ بازی، گالی گلوچ، آوارہ گردی کی عادی بن جاتی ہے، وہ لاڈ اور عیش کے ماحول میں نہ کوئی اخلاق ہی سیکھتی ہے اور نہ دینی و دنیوی قابلیت حاصل کرسکتی ہے، ایسے گھرانوں کے بچے دنیوی تعلیم سے بھی اکثر یا تو بالکل محروم رہتے ہیں یا پھر آہستہ آہستہ ان میں تعلیم حاصل کرنے کا شوق بھی ختم ہوجاتا ہے، تمام سہولتوں، نوکر چاکر، سواری، افراط دولت، سامانِ عیش کے باوجود وہ تعلیم سے دور ہوجاتے ہیں، چنانچہ پچھلے زمانوں میں نوابوں اور جاگیرداروں کی اکثر اولاد کے بگاڑ کی اصل وجہ یہی ہے کہ ان کے گھروں میں حد سے زیادہ لاڈ پیار اور عیش و آرام تھا، نازنخروں کی وجہ سے ان کی اولاد نکمّی، ناکارہ اور نااہل نکلی۔

اس لئے دولت مند ماں باپ کو چاہئے کہ وہ خود حد سے زیادہ عیش و آرام کی زندگی نہ گذاریں اور اپنی اولاد کو عمدہ سے عمدہ غذائیں، بھاری سے بھاری لباس اور حد سے زیادہ لاڈ پیار اور سامان عیش کا عادی نہ بنائیں اور حد سے زیادہ کھیل کود اور سیر وتفریح کی عادت نہ ڈالیں، مگر اکثر بے شعور ماں باپ دولت کی افراط کی وجہ سے بغیر سامان عیش کے زندگی نہیں گذار سکتے اور اپنی اولاد کو بھی حد سے زیادہ سامان عیش مہیا کر کے ناکارہ بنا دیتے ہیں، چنانچہ ماں باپ کے

ایسے عیش کی وجہ سے موجودہ زمانہ کی اکثر اولاد بڑی عمر تک کمانے کی بالکل فکر نہیں کرتی اور بے روزگار رہتے ہوئے دن بھر گھر سے باہر رہ کر آوارہ گردی کرتی، دوستوں میں پھرتی اور گروپ کی شکل میں ہوٹلوں میں جمع ہو کر چائے اور سگریٹ نوشی کرتی ہوئی گالی گلوچ کے ساتھ بیکار گفتگو میں محو رہتی ہے اور مختلف ہوٹلوں کے مزے چکھتے ہوئے باپ کی کمائی کو پانی کی طرح بہاتی ہے، ان کو گھر کی غذائیں پسند ہی نہیں آتیں، ان کے نزدیک معمولی کپڑوں کی کوئی حیثیت نہیں رہتی، وہ ضرورت سے زیادہ کپڑے ہونے کی وجہ سے بھاری بھاری لباس کو بھی ادھر ادھر پھینک دیتی ہے اور ذرا سا کھونچ یا سلائی کھلنے پر پہننا پسند نہیں کرتی۔

اگر اولاد کا مزاج ایسا بنایا گیا تو وہ آئندہ ایک فضول خرچ انسان بن کر زندگی گذارے گی اور فضول خرچی کرنے والا قرآن کی روشنی میں شیطان کا بھائی ہوتا ہے اور ایسی اولاد کو آئندہ زندگی میں دولت نہ ملے تو ان کو سیدھی سادھی زندگی بغیر سامانِ عیش کے گذارنا بہت بڑی بے عزتی نظر آئے گی اور سیدھا سادھا کپڑا پہننا شان کے خلاف سمجھے گی، چنانچہ وہ رشتہ داروں اور دوستوں کے سامنے اپنی اس جھوٹی شان کو برقرار رکھنے کے لئے دکھلاوے کے کام کرے گی جو مومنانہ زندگی کے خلاف ہوگا، نوابوں کی جب دولت اور جاگیریں ختم ہو گئیں تو ان کی اولاد نے بھی یہی کام کیا اور محض اپنی جھوٹی شان کی خاطر ظاہری دکھاوا اختیار کر کے قرضدار بن گئی، اس لئے ماں باپ کے پاس اگر دولت ہے تو وہ حد سے زیادہ عیش اختیار نہ کریں اور اعتدال والی زندگی گذارتے ہوئے اولاد کو بھی بچپن ہی سے اعتدال والی زندگی گذارنے کی تربیت دیں۔

حد سے زیادہ عیش سب سے پہلے بچوں کی ذہنیت کو خراب کرتا ہے

بچے عام طور پر بھاری بھاری لباس پہن کر اور اعلیٰ قسم کی غذائیں اور دن رات میوے، مٹھائیاں کھا کر اور سامان عیش میں زندگی گذارتے ہوئے شعور کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ہم عمر بچوں اور غریب رشتہ داروں کے سامنے اترانے، اکڑنے اور غرور و تکبر کی باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں اور معمولی لباس سیدھی سادھی زندگی گذارنے والوں کو حقیر، غریب، ادنیٰ اور بے

عزت سمجھ کر اپنے آپ کو اعلیٰ اور امیر سمجھتے ہیں، اس طرح بچوں میں بچپن ہی سے متکبّرانہ مزاج نشونما پانے لگتا ہے، غیر اسلامی مزاج کی یہ کیفیت بچپن ہی سے ماں باپ کی غفلت اور لاشعوری کی بدولت ان میں پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے، لڑکیوں میں تو یہ خرابی بچپن ہی سے بہت تیزی کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے، وہ بچپن میں دینی تربیت کے نہ ملنے کی وجہ سے غیر مسلم بچوں کی طرح اپنے حسن، اپنے کپڑوں، اپنے زیورات اور اپنے اسکول اور ماں باپ کے مال و دولت پر اترانا اور غرور کرنا شروع کر دیتی ہیں جس کی وجہ سے ان کی یہ عادات پختہ ہو کر مرنے تک نہیں جاتی اور وہ ہمیشہ لڑکی رہنے تک دوسری لڑکیوں میں اور عورت بن جانے کے بعد دوسری عورتوں میں بیٹھ کر غرور و تکبّر کا انداز اختیار کرتے ہوئے غیر مسلموں جیسی حرکتیں کرتی رہتی ہیں۔

اس لئے دولتمند ماں باپ کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کے دوران بھاری لباس کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی ادنیٰ و معمولی لباس بھی پہنائیں اور ادنیٰ و معمولی لباس کے ساتھ بچہ کو لوگوں میں گھومنے کی ترغیب دیں، اعلیٰ قسم کی غذاؤں کے ساتھ معمولی اور سیدھی سادی غذا بھی کھانے کی عادت ڈالیں، حد سے زیادہ سیر و تفریح کی عادت سے بچائیں اور ہمیشہ نرم نرم گدوں ہی پر نہ سلائیں، ایرکنڈیشن اور ایرکولر کے بغیر بھی رہنے کا عادی بنائیں، ہمیشہ گرم پانی اور خوشبودار صابن سے ہی منہ ہاتھ نہ دھلائیں، موٹر کار یا موٹر سائیکل کے بغیر بھی اپنے پاؤں پر چلنے کی عادت ڈالیں۔

اوسط درجہ کے کپڑے، سادہ غذا اور سامان عیش کے بغیر زندگی گذارنے سے اور گھر میں اپنا کام آپ خود کر لینے، نوکروں کا سہارا نہ لینے سے بچہ کے مزاج میں سادگی پیدا ہوتی ہے اور وہ غرور و تکبر سے دور رہتا ہے، محنت و مشقت کا عادی بنتا ہے، خدانخواستہ برا وقت آجائے تو مصیبت والی زندگی کا آسانی سے مقابلہ بھی کر سکتا ہے۔

اولاد کے سامنے خاص طور پر غریبوں سے عزت و محبت سے پیش آئیں، ان کو حقیر نہ سمجھئے اور اسلامی تعلیمات کے تحت ان کے ساتھ انسانی مساوات کا سلوک کرتے ہوئے ان کو اپنے ساتھ کھانے، اٹھنے بیٹھنے کی پوری خوشدلی کے ساتھ اجازت دیجئے، اولاد آپ کا یہ رویہ دیکھ کر خوش اخلاق بنے گی اور خاص طور پر ان میں غرور و تکبر پیدا نہیں ہوگا۔

فوج میں جس طرح ایک فوجی کو مختلف حالات کا سامنا کرنے کا عادی بنایا جاتا ہے، بالکل اسی طرح ہر ماں باپ پر ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو زندگی کے مختلف حالات کا مقابلہ کرنے کی تربیت دیں تاکہ بچہ بچپن ہی سے گرمی، سردی، بھوک، پیاس، مصیبت اور خوشحالی، امیری وغریبی، اجتماعی وانفرادی زندگی کے حالات کو اسلامی طور طریقہ کے ساتھ اختیار کرتا ہوا زندگی گذارنا سیکھے اور ہر حالت میں ایک کامیاب مسلمان کی زندگی گذار سکے، مگر آج کے دور میں اولاد کی تربیت نہ کرنے کی وجہ سے نہ وہ خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ بن کر رہتی ہے اور نہ مصیبت و پریشانی میں صبر اختیار کر سکتی ہے، ان کے بگاڑ کا یہ عالم ہے کہ جیسے جیسے دولت وخوشحالی ملتی جاتی ہے وہ اتنی ہی زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمان اور ناشکری بنتی چلی جاتی ہے اور مصیبت کے وقت صبر کرنا تو جانتی ہی نہیں، محنت ومجاہدہ کرنے کے بجائے لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلا پھیلا کر بھیک مانگنا شروع کر دیتی ہے یا پھر چوری، رشوت اور دھوکہ بازی وغیرہ اختیار کر لیتی ہے۔

غرض یہ کہ موجودہ دور میں اکثر مسلمانوں کو دنیا کی زندگی کے مختلف حالات میں اسلامی انداز پر زندگی گذارنے کی صلاحیت اسلئے نہیں ہوتی کہ ان کے ماں باپ ان کو صرف یکطرفہ طور پر عیش ہی کی زندگی گذارنا سکھاتے اور عادی بنا دیتے ہیں اور مختلف حالات میں اسلامی طرز پر زندگی گذارنے کی تربیت ہی نہیں کرتے جس کی وجہ سے ان میں مجاہدہ کی کوئی صلاحیت ہی نہیں ہوتی۔

لڑکیوں کو بچپن ہی سے زیور اور کپڑوں کا شوقین مت بنایئے بلکہ جو بھی لباس پہنائیں اس کو صاف ستھرا رکھنے کی زبردست طریقہ سے تربیت کیجئے، کیونکہ مسلمانوں کی اکثر عورتوں کا لباس گندہ، میلا اور بدبودار ہوتا ہے، وہ صاف ستھرا رہنے کی عادی نہیں ہوتیں، اس کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک ہی لباس میں سوتیں، گھر کا کام کاج کرتیں، باورچی خانہ میں پکوان کرتیں، پانی بھرتیں، بیت الخلاء بھی اسی لباس میں جاتیں اور نماز بھی اسی لباس میں پڑھتی ہیں اور ضرورت پڑنے پر برقعہ پہن کر اسی لباس میں نکلتی ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے لباس کو صاف ستھرا نہیں رکھ پاتیں، اس لئے ان کو بچپن ہی سے صاف ستھرا رہنے کا عادی بنایا جائے اور

ہو سکے تو سونے اور پکوان کے وقت علاحدہ علاحدہ لباس پہننے کا عادی بنایا جائے اور خاص طور پر باہر نکلنے کیلئے علاحدہ لباس استعمال کریں، بعض مالدار عورتیں زیور تو پہن لیتی ہیں لیکن کپڑے گندے اور سر کو جنگل بنائے رکھتی ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ زبردستی دکھاوے کیلئے سونا اپنے اوپر لادی ہوئی ہیں، سونا پہن کر بھی ان میں خوبصورتی پیدا نہیں ہوتی، پرورش کے زمانہ میں ماں کو چاہئے کہ وہ اولاد کو بھی صاف ستھرا رکھے اور خود بھی صاف ستھری بن سنور کر رہے، اولاد پر اس بات کا بہت اچھا اثر پڑتا ہے، وہ بھی صاف ستھرا رہنے کی تربیت پائے گی۔

اولاد کو سلائی کھلنے یا کھونچ وغیرہ لگنے پر مرمت کر کے پہننے کا بھی عادی بنائیں، لڑکے کو بچپن ہی سے رنگین اور چمکیلے کپڑے پہننے سے نفرت دلائیے اور ان کا ذہن بنائیے کہ رنگین کپڑے عورتیں پہنتی ہیں، ضرورت سے زیادہ کپڑے نہ بنائیے، اس سے ایک تو اسراف ہوگا اور دوسرا بچہ کا ذہن بھی خراب ہو جائے گا اور وہ بچپن ہی سے خوب کپڑے پہننے کا شوقین اور عادی بن جائے گا، آج کل تو الماریاں کپڑوں سے لدی رہتی ہے، یہ کپڑے ضرورت کے لئے نہیں ہوتے بلکہ زیادہ تر شان وشوکت اور دکھاوے کے لئے ہوتے ہیں۔

دولتمندی وشان ظاہر کرنے کیلئے گھروں کو غیر ضروری طور پر سجایا جاتا ہے

موجودہ زمانہ میں ایمان کی کمزوری اور افراط دولت کی وجہ سے اکثر مسلمان غیر مسلموں کی طرح دنیا اور دنیا کے عیش کی طرف دوڑ رہے ہیں، ان کو اسلامی انداز پر مسافر کی طرح زندگی گذارنا، افلاس، غربت اور بے عزتی نظر آتی ہے، دولت آجانے کے بعد وہ نہ سردی کو برداشت کر سکتے ہیں اور نہ گرمی کو برداشت کر سکتے ہیں اور نہ پیدل چل پھر سکتے ہیں اور نہ اپنی عورتوں کو پردہ میں رکھ سکتے ہیں اور نہ دستر خوان پر کھانا کھا سکتے ہیں، وہ دولت کے آتے ہی اسلام کو گھر سے باہر نکال کر گھر کو اور گھر والوں کو عیسائی رنگ میں رنگ دیتے ہیں اور عیش والی کافرانہ وملحدانہ زندگی گذارنا شروع کر دیتے ہیں، گویا دولت اور عیش کے آتے ہی ان کی عقل ختم ہو جاتی ہے، غور کیجئے جب ماں باپ کا یہ عالم رہا تو پھر ایسے گھرانوں میں اولاد کی کیسے اسلامی انداز پر تربیت کی جا سکے گی؟ جن کے ماں باپ کو خود اسلام کا ہوش باقی نہ رہے؟

ایک ایسی امت جسے پوری دنیا کا امام ورہبر بنایا گیا ہو اگر وہ دولت کے ملتے ہی عیش کے نشہ میں چور ہو کر اعتدال سے ہٹ جائے اور بے ہوشی کی زندگی گذارنا شروع کردے تو پھر دنیا کے دوسرے انسانوں کو صحیح اور سیدھی راہ کون بتلائے گا؟ اور ایک ایسی امت جسے اندھوں کو راستہ بتلانے کے لئے رکھا گیا ہو وہ اوران کی اولاد خود اندھی بن کر اندھوں کے راستوں پر بھٹکتی رہے تو پھر اندھوں کو راستہ کون بتلائے گا؟

اسلامی ذہن بنانے کیلئے بچوں کو غیر اسلامی کھیل سے بچانا ضروری ہے

ماں باپ کی ایک بڑی تعداد اتنی بے شعور ہے کہ ان کو قطعی اس بات کا احساس نہیں ہوتا ہے کہ ان کی اولاد کس چیز سے اپنے کھیل کود کے شوق پورا کر رہی ہے؟ چنانچہ غیر مسلموں کے تہوار آتے ہی مسلمانوں کے بچے بھی پٹاخے اور پتنگ بازی کے لئے ضد کرتے ہیں، اکثر بے شعور ماں باپ ان کی یہ خواہش پوری کرنے کے لئے پیسے دیتے ہیں یا خود خرید کر لاتے ہیں اور اپنے بچوں کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر ان سے پٹاخے چھوڑواتے ہیں اور خوش بھی ہوتے ہیں، غور کیجئے کیا یہ تربیت کا صحیح انداز ہے؟ غیر مسلموں سے زیادہ خود مسلمان بچے پٹاخے اور پتنگ بازی کے ذریعہ ایک کافی بڑی رقم برباد کر کے غیر مسلموں کے تہوار کو غیر شعوری انداز سے خود بھی مناتے اوران کا ساتھ دیتے ہیں۔

اسی طرح ماڈرن مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد جو اسلامی تہذیب کے مقابلہ میں مغربی تہذیب کی دلدادہ ہے، ہر سال کے ختم پر ۳۱ر ڈسمبر کو رات بھر جشن مناتی ہے اور اپنے بچوں کو جشن منانے کیلئے پیسے دیتی ہے اور نیا سال شروع ہونے پر غیروں کی طرح مبارکباد دیتی پھرتی ہیں، ان کی اولاد بھی غیروں کی طرح ہوٹلوں کلبوں اور راستوں پر نیا سال کے شروع ہونے کے جشن میں شریک ہو کر ناچ گانے میں مصروف رہتی ہے، چنانچہ تربیت نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی اولاد ان تمام طریقوں میں غیر مسلموں سے بھی آگے نکلی ہوئی ہے۔

اس لئے ماں باپ اگر اولاد کی تربیت اسلامی انداز پر کرنا چاہتے ہوں تو اپنی اولاد کو خاص طور پر غیر مسلموں کے طور طریقوں پر کھیل کود سے سختی سے بچائیں اوران کو بچپن ہی سے

احساس دلائیں کہ کونسے کام ایمان والوں کے ہیں اور کونسے کام غیر ایمان والوں کے؟ تا کہ بچہ بچپن ہی سے غیر اسلامی ذہن اور اثرات سے محفوظ رہے، بچوں کو صاف طور پر سمجھائیں کہ پٹاخہ، پتنگ بازی، سال نو کا جشن منانا، رنگ کھیلنا، ناچ گانا اور ڈرامے کرنا یہ سب غیر مسلموں کے کام ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کاموں سے منع فرمایا ہے جس میں غیروں کی مشابہت ہوتی ہے اور غیروں کی تقلید ہوتی ہے، ان تمام چیزوں میں فضول خرچی بھی ہے اور دوسرے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، ہم برائی کو مٹانے کے لئے رکھے گئے ہیں نہ کہ برائی کا ساتھ دے کر اس کو پھیلانے کیلئے، مسلمانوں کے اکثر گھروں میں شادی کے دوسرے دن دولہا والے دولہن والوں کے ساتھ رنگ وغیرہ کھیل کر ہندو معاشرہ کے تہوار کی نقل کرتے ہیں۔

عیسائیوں کی تقلید کرتے ہوئے سالگرہ منا کر اولاد کے ذہن میں غیر شعوری طور پر عیسائیت پیدا کی جاتی ہے

اکثر بے شعور مغربی تہذیب کے دیوانے ماں باپ ہر سال باقاعدہ اپنے بچے کی سالگرہ عیسائیوں کی تقلید کرتے ہوئے مناتے ہیں اور غیر شعوری طور پر بچہ کے ذہن میں عیسائیت پیدا کرتے ہیں اور کیک کاٹ کر ناچتے، گاتے، تالیاں بجاتے ہوئے بچہ کو سالگرہ کی مبارکباد دیتے ہیں یا پھر اپنی شادی کی سالگرہ ہر سال منا کر اولاد کے سامنے چھچھورا پن کرتے ہیں، سالگرہ منانا بالکل غیر اسلامی طریقہ کار ہے جس میں یہود و نصاریٰ کی تقلید اور مشابہت ہوتی ہے، غور کیجئے کہ کوئی انسان بھی اپنی عمر کے گھٹ جانے پر خوش نہیں ہوتا، اگر وہ ہر سال عمر کے کم ہو جانے پر خوش ہوتا ہے تو لوگ اس کو عقلمند نہیں بیوقوف کہیں گے، آپ کا بچہ بھی ہر سال پیدائش سے دور اور موت کے قریب ہوتا جاتا ہے، ہر سال اس کی عمر گھٹتی اور کم ہوتی جاتی ہے، آخر آپ سالگرہ کس خوشی میں مناتے ہیں اور بچے کے ذہن کو خواہ مخواہ کیوں خراب کرتے ہیں؟ اگر ماں باپ اپنی اولاد کو بے وقوفی اور بے شعوری کے ساتھ پالیں گے تو ان کو صالح اور دیندار اولاد نہیں ملے گی اور ان کی اولاد اسلام سے دور ہی رہے گی، جس قوم کو عقلمند اور باشعور بنا کر رکھا گیا ہو وہ خود بے وقوفی اور بے شعوری کے کام کرے تو پھر دنیا کے دوسرے انسانوں کو عقل کون بتلائے گا اور شعور کون دے گا؟

اولاد کو پالنے اور پرورش کرنے کے جنگلی اور جاہلانہ طریقے

ماں باپ کی جہالت اور بے شعوری بھی اولاد کی تربیت میں بہت بڑی رکاوٹ بنتی ہے، چنانچہ اکثر جاہل اور بے شعور ماں باپ اپنے بچوں کو بالکل جنگلی اور جاہلانہ طریقوں پر پالتے اور پرورش کرتے ہیں جس کی وجہ سے بچے بچپن ہی سے اسلامی ماحول سے محروم رہتے ہیں اور بظاہر بھی اسلامی گھرانے کے نونہال نظر نہیں آتے، اکثر مائیں بے انتہاء کاہل اور بے ڈھنگی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی اولاد کو اسلامی مزاج کے ساتھ نہیں پالتیں بلکہ لاپرواہی، کاہلی اور جہالت کے ساتھ غیر مسلم ماؤں کی طرح پرورش کرتی ہیں، مثلاً:

کھانا کھانے کے آداب سکھانے کا طریقہ

بچے اسکول سے آتے ہی کھانا مانگنے لگتے ہیں، مائیں جو آرام پسند ہوتی ہیں وہ بچوں کو منہ ہاتھ دھونے اور کپڑے بدلنے کی ترغیب دینے کے بجائے یا تو لیٹے لیٹے بچوں سے کہتی ہیں کہ وہ خود باورچی خانہ میں جا کر کھانا لے لیں یا پھر ان کو الگ الگ پلیٹ میں کھانا ڈال کر ہر ایک کے ہاتھ میں پلیٹیں تھما دیتی ہیں، بچے بغیر یونیفارم اتارے اور بغیر منہ ہاتھ دھوئے پلیٹ ہاتھ میں لیکر ادھر ادھر بیٹھ کر کھانا کھالیتے ہیں یا پھر باورچی خانہ میں دھوم مچا کر لڑتے جھگڑتے ہوئے کھانا گرا پڑا کر لے لیتے ہیں اور ادھر ادھر بیٹھ کر کھالیتے ہیں۔

اکثر بچوں کی ناک بہتی رہتی ہے، مائیں ان کے ہاتھوں میں روٹی کا ٹکڑا یا بسکٹ دے کر چھوڑ دیتی ہیں، وہ پورے گھر میں گرا گرا کر کھاتا پھرتا ہے اور رزق کی بے حرمتی کرتا ہے، یا پھر ناک بہتی ہی رہتی ہے اور وہ ریزش بھی کھاتا پھرتا ہے، اس سے دیکھنے والوں کو بھی کراہت ہوتی ہے۔

یہ غیر اسلامی ماحول کی علامت ہے اس سے بچوں میں اسلامی تہذیب پیدا نہیں ہوتی، ماں کا کام ہے کہ بچہ جیسے ہی مدرسہ سے گھر آئے تو اسے فوراً اسلامی آداب کے مطابق سنبھالے اور بچہ کو علاحدگی میں جا کر یونیفارم تبدیل کر کے پیشاب وغیرہ سے فارغ ہو کر منہ ہاتھ دھونے اور وضو کی عادت ڈالنے کے لئے وضو کی ترغیب دے اور پھر بچہ سے کہے کہ وہ اپنے پیغمبر ﷺ کی اتباع میں دسترخوان بچھا کر دسترخوان پر سنت کے مطابق بیٹھ کر کھانا کھائے، ماں کا کام ہے کہ وہ

اولاد کے ساتھ کھانا کھانے تک بیٹھی رہے اور اولاد سے کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد کی دعائیں باقاعدہ ترجمہ کے ساتھ ہر روز سنتی رہے، کھانا کھاتے وقت بچوں کو توحید کی تعلیم دے کہ بیٹا! یہ کھانا اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا فرمایا ہے، ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اس لئے ہم کو اللہ کا نام لئے بغیر نہیں کھانا چاہئے اور جب اللہ پاک ہماری بھوک مٹا رہا ہے تو ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ادا کرنا چاہئے، ہم جب اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا کھانا کھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کی فرمانبرداری کرنی چاہئے، غیر مسلم ناشکرا ہوتا ہے، وہ کھاتا تو اللہ تعالیٰ کا ہے لیکن فرمانبرداری دوسروں کی کرتا ہے۔

بچوں کو ہمیشہ صاف ستھرا رکھئے، ان کی ناک وغیرہ بہنے پر فوراً صاف کیجئے، لاپرواہی مت کیجئے تاکہ مسلمان کی اولاد مسلمان نظر آئے، کھانے پینے کی چیزیں بھی بغیر ناک صاف کئے مت دیجئے اور ان کے ہاتھوں میں بسکٹ یا روٹی کا ٹکڑا دینے کے بعد ان کو ایک جگہ بیٹھ کر کھانے کی ترغیب دیجئے۔ پاکی صرف شرمگاہ کو صاف رکھنے کا نام نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں صفائی کا اہتمام ہو۔

بعض بچے کھاتے وقت بڑے بڑے لقمے بنا کر منہ میں رکھتے ہیں جس کی وجہ سے دونوں گال پھول جاتے ہیں، یہ عادت بچہ میں بے صبری پیدا کرتی ہے، ماں کا کام ہے کہ وہ بچہ کو تھوڑا تھوڑا چبا چبا کر کھانے کی ترغیب دے۔

بچوں کو زیادہ میٹھی چیزیں نہ کھلایا کریں اس سے پیٹ میں کیڑے پیدا ہوتے ہیں، بچوں کو عادت ڈالئے کہ وہ میٹھی چیز کھا کر کلی کیا کریں ورنہ دانت میں کیڑ لگ جانے کا خطرہ رہتا ہے، کھانا کھانے اور دودھ پینے کے بعد منہ اور دانتوں کو اچھی طرح صاف کرنے کی عادت بچپن ہی سے ڈالئے، خصوصاً رات کے وقت دودھ پینے کے بعد بچوں کو کلی کرنے کی ترغیب دیجئے ورنہ دانت خراب ہو سکتے ہیں۔

بعض مائیں بچوں کو کھڑے کھڑے یا کھیلتے کھیلتے یا چلتے چلتے یا کھڑکیوں میں کھڑے ہو کر بازار کا تماشہ دکھاتے ہوئے لاڈ کر کے کھانا کھلاتی ہیں یہ بھی بہت بری عادت ہے، بچہ کو کھڑے کھڑے یا لیٹے لیٹے کھانے کا عادی نہ بنایئے، ماں بھرپور کوشش کرے کہ بچہ بچپن ہی سے اسلامی آداب کے ساتھ کھانا کھانے کا عادی بن جائے۔

اکثر گھروں میں ماں باپ کا حد سے زیادہ لاڈ پیار اور بیوقوفی کی وجہ سے بچہ کو کھانے پینے میں بہت آزادی مل جاتی ہے، چنانچہ گلی کوچوں میں جب پھیری کرنے والے آتے ہیں تو وہ ماں باپ سے ضد کر کے پیسے لیتے ہیں یا ماں باپ خود ان کو پیسے دیتے ہیں اور وہ دوڑ کر کھانے کی چیز خریدتے اور وہیں کھڑے کھڑے یا گھر آنے تک راستہ ہی میں کھا لیتے ہیں۔

اکثر بچوں کو کھانے کی ایسی عادت پڑ جاتی ہے کہ وہ پیسے لئے بغیر اسکول یا بازار کو جاتے ہی نہیں، ہر روز پیسے لیتے ہیں پھر من چاہی چیزیں خریدتے اور راستوں ہی میں کھا جاتے ہیں، اس سے ایک تو بچہ یونہی چرتے رہنے کا عادی بن جاتا ہے جس سے صحت کے خراب ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، دوسرا اس کو اسلامی طریقہ پر کھانے پینے کے آداب ہی نہیں معلوم ہوتے اور پھر وہ جب من پسند کی چیزیں کھانے کا عادی بن جاتا ہے تو اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے چوری بھی شروع کر دیتا ہے اور یہ چوری اس کو آئندہ بڑی چوری کی طرف بھی رغبت پیدا کر سکتی ہے، من پسند چیزیں کھانے کی یہ عادت بوڑھا ہونے تک نہیں جاتی۔

اکثر مائیں بچہ کے ذرا ضد کرتے ہی کھانے کی پلیٹ ہاتھ میں دیدیتیں یا دودھ کی شیشی منہ کو لگا دیتی ہیں جس کی وجہ سے بچہ دن میں چار پانچ مرتبہ کھانے کا عادی بن جاتا ہے، جو تندرستی کے لحاظ سے بہت ہی مضر ہوتا ہے، نیز اس سے اس کو بچپن ہی سے خوب کھانے کی عادت پڑ جاتی ہے، چنانچہ ایسے بچے جب دوسروں کے گھر جاتے ہیں تو وہاں بھی سب سے پہلے کھانے اور دودھ ہی کے لئے تنگ کرنا شروع کر دیتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ بچہ کو بڑوں کی نسبت بھوک زیادہ لگتی ہے مگر بار بار کھانا کھلانے سے بچہ کھانے کا عادی بن جاتا ہے اور بغیر بھوک لگے بھی کھانا یا دودھ مانگتا ہے اور بغیر بھوک اور رغبت کے بھی کھانے کی چیزوں پر ٹوٹ پڑتا ہے اس لئے کھانے کے لئے باقاعدہ اوقات مقرر کیجئے اور بچہ کو عادت ڈالئے کہ جب بھوک لگے تب ہی کھائے، اس کو تاکید کیجئے کہ بغیر بھوک کے کھانا نہ مانگے اور سمجھائیے کہ بغیر بھوک کے کھانے سے کیا کیا نقصانات ہوتے ہیں اور زیادہ کھانے سے پیٹ میں کیچوے اور کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور خوب کھانے والے بیل، ہاتھی وغیرہ جانور ہوتے ہیں، ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کافر و مشرک کی طرح پورا پیٹ نہیں کھاتا، ہمارے آقا حضرت محمد صلی

اللہ علیہ وسلم نے ہم کو پیٹ کا کچھ حصہ خالی رکھنے کی تاکید فرمائی ہے، ہم کافروں کی طرح پورا پیٹ غذا سے ہی نہیں بھر لیتے، اس سے صحت خراب ہو جاتی ہے اور خوب پیٹ بھر کر کھانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف بھی ہے، پیٹ میں غذا کے علاوہ ہوا پانی کی بھی گنجائش ہونی چاہئے، اس طرح سمجھانے سے بچہ میں عقل پیدا ہوگی اور وہ آپ کی ہدایات پر غور کرے گا اور زیادہ کھانے سے پرہیز کرے گا۔

''یاد رکھئے کہ ناسمجھی اور بیوقوفی کی وجہ سے بار بار کھانے کا عادی بنانا اور ہر وقت پھیری کی چیزیں یا میوے، مٹھائی، چاکلیٹ، بسکٹ کا عادی بنادینا یا پھر بالکل ہی کم کھانے پینے دینا یا مٹھائی وغیرہ سے بالکل ہی منع کر دینا بچہ کی پرورش میں بہت بڑی خرابی پیدا کرتا ہے''۔

شعور کے آنے تک بچہ کو پیسے نہ دیجئے بلکہ آپ خود اپنی بساط کے مطابق پھل پھلاری، میوے، مٹھائی بازار سے خرید کر گھر لایئے اور بچوں میں تقسیم کرکے خود بھی ان کے سامنے کھایئے اور ان کو بھی کھلایئے یا کوئی چیز خرید کر لانے کے بعد اپنے کسی ایک بچہ کے ذریعہ بھائی بہنوں کو اور گھر کے دوسرے بچوں میں تقسیم کروایئے تاکہ اولاد کو یہ تربیت ملے کہ کوئی بھی چیز جب خرید کر گھر لائی جائے تو گھر میں بھائی بہنوں اور دوسرے افراد میں تقسیم کرکے کھائی جائے، اس سے اولاد بھی باپ کی طرح نقل کرتے ہوئے ایک دوسرے کا خیال کرے گی، ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا ہوگا، کنجوسی دور ہوگی اور سخاوت کی عادت پڑے گی اور بچہ محض اکیلا نہیں بلکہ سب کو کھلا کر کھانے کا عادی بنے گا، باپ کو چاہئے کہ وہ لڑکیوں کی شادی ہونے تک گھر میں ایسی چیزیں لائے یا پکا کر کھلاتا رہے جو عام طور پر مرد کو باہر کھانے کو ملتی رہتی ہیں، لیکن پردہ دار لڑکیاں ان چیزوں کے کھانے سے محروم رہتی ہیں۔

بے شعور بچوں کو پیسے دینے سے وہ بھاگ بھاگ کر بازار جاتے ہیں اور سڑکوں اور راستوں ہی میں کھڑے کھڑے یا چلتے چلتے کھالیتے ہیں اس سے ایک طرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ کی خلاف ورزی ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بازاروں میں چلتے پھرتے کھانے سے منع فرمایا ہے، دوسرا بچہ غیر مسلموں کی طرح بے شعوری کے ساتھ بازار یا گھر کے باہر ہی کھانے کا عادی ہو جائے گا، اس میں خود غرضی پیدا

ہو جائے گی، وہ اکیلا ہی کھاتے ہوئے اپنا ہی نہیں بلکہ دوسروں کا بھی حصہ خود ہڑپ کرنے کی کوشش کرے گا اور بڑا ہو کر بھی وہ اپنے بیوی بچوں اور ماں باپ سے نظر بچا کر گھر کے باہر ہی کھاتا رہے گا، چنانچہ موجودہ زمانہ کے اکثر مرد اپنے بیوی بچوں کو کوئی چیز نہیں کھلاتے مگر خود چوری چھپے ہوٹلوں اور بازاروں میں اکیلے مزے اڑاتے رہتے ہیں، یہ دراصل ان کے بچپن ہی کی عادت ہوتی ہے جو جوان ہو جانے کے بعد پختہ ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ چوری سے اکیلے ہی کھانے کے عادی بنے رہتے ہیں۔

اکثر بچے تربیت کے نہ ملنے کی وجہ سے بچپن ہی سے کھانے پینے اور کھیلنے کی چیزوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور دوسرے بھائی بہنوں کا حق مار کر کھا جاتے ہیں یا ان چیزوں پر قبضہ کر لیتے ہیں، مثلاً اکثر بچوں میں اپنے ہمجولی کا کھلونا زبردستی چھین لینے کی عادت ہوتی ہے اور واپس کرنے سے صاف انکار کر دیتے ہیں، بیوقوف ماں باپ لاڈ پیار یا ان کی ضد کی وجہ سے خاموشی اختیار کر لیتے ہیں یا اس کو دلیری اور بچہ کی ہوشیاری یا شرارت سمجھ کر خوش ہوتے ہیں، مگر شیطان بچپن ہی سے حق مارنے کی یہ عادت بچہ میں پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تا کہ بچہ اسی عادت پر پختہ ہو کر بڑا ہو جائے، بچوں کو بچپن ہی سے دوسروں کی ملکیت کے احترام کی تعلیم دینا بہت ضروری ہے ورنہ بچے بڑے ہو کر دادا گیری کریں گے، ظلم وستم ڈھائیں گے اور حق مارنے کے عادی بن جائیں گے، تربیت اولاد میں بچہ کو بچپن ہی سے بدتمیزی سے کھانے پینے اور کھیلنے کی چیزوں پر جانوروں کی طرح ٹوٹ پڑنے سے روکنا بہت اہم کام ہے تا کہ اس کو بچپن ہی سے اسلامی اخوت اور بھائی چارگی کا درس ملے اور اپنے بھائی بہنوں اور گھر کے دوسرے بچوں کے ساتھ محبت اور ہمدردی، ایثار وقربانی کی مشق کرتا رہے۔

جب کوئی چیز گھر میں لائیں تو اکیلے کسی بچہ کو اس کا مالک ہرگز نہ بناؤ کیونکہ پھر اس کی ملکیت میں دیدینے کے بعد آپ کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کا مال زبردستی دوسروں کو آپ دلائیں، ماں باپ اکثر یہ غلطی کرتے ہیں کہ کوئی چیز لا کر اپنے کسی ایک اولاد کو مالک بنا دیتے ہیں پھر اس کے نہ دینے پر اس کو تنبیہ اور غصہ کرتے ہیں کہ وہ دوسروں کو بھی دے، اس سے ماں باپ خواہ مخواہ گنہگار بن جاتے ہیں۔

بعض لاڈ پیار والے بچہ کھانے کی چیز مثلاً مٹھائی یا پھل پھلاری پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور دوسروں کا لحاظ کرے بغیر سب کی طرح تھوڑا تھوڑا لینے کے بجائے یکدم دونوں ہاتھوں میں بھر لیتے ہیں اور ماں باپ بچے کو بچہ سمجھ کر کچھ نہیں کہتے، یہ عادت بھی بچہ میں بدتمیزی پیدا کرتی ہے اور اسی عادت کی وجہ سے وہ اپنے گھر کے علاوہ دوسروں کی محفلوں میں اسی قسم کی بدتمیزی کرسکتا ہے، اس لئے ماں باپ کو فوراً اس حرکت سے روکنا چاہئے اور سب کے ساتھ تھوڑا تھوڑا ادب کے ساتھ کھانے کی ترغیب دینی چاہئے ورنہ بچہ اسی عادت کے ساتھ پختہ ہوکر بڑے ہونے کے بعد دسترخوان پر دوسروں کا لحاظ کئے بغیر ساری اچھی چیزیں یکدم اپنی ہی پلیٹ میں ڈال لے گا۔

بعض بچے پھل پھلاری وغیرہ جیسی چیزوں کے کھانے میں بڑا بے صبراپن اختیار کرتے ہیں، تقسیم سے پہلے ہی چھینا جھپٹی شروع کردیتے ہیں، کبھی اتنی جلد بازی کرتے ہیں کہ کاٹنے بھی نہیں دیتے، چھلکے کے ساتھ ہی دانتوں سے کتر دیتے ہیں اور بندروں کی طرح بالکل جنگلی انداز میں کھانے لگ جاتے ہیں، یہ بھی بڑی بدتہذیبی کی بات ہے۔

بعض بچے پھیری والے سے خریدنے سے پہلے اس کی ہنڈی میں ہاتھ ڈال کر کھانا شروع کردیتے ہیں، ماں باپ کو چاہئے کہ خریدنے سے پہلے پھیری والے کی کوئی چیز بچہ کو لینے نہ دیں اور بچہ کو احساس دلائیں کہ بغیر خریدے کھانا کسی حال میں ٹھیک نہیں ہے۔

اولاد کو بچپن ہی سے تعلیم دیجئے کہ جب کوئی ان کو کھانے پر بلائے تو وہ جواب میں ''بارك الله ۔(اللہ برکت دے)'' کہے، بعض لوگ کھانے کے بلانے پر بارك الله کہنے کے بجائے بسم الله کہتے ہیں، یہ غلط ہیں۔

اکثر لوگ اپنے بچوں سے بازار کا سودا منگواتے ہیں، بچے بازار سے یہ سودا وغیرہ اپنے پہنے ہوئے کپڑوں میں لاتے ہیں، یہ بھی بدسلیقہ اور غیر مہذب انداز ہے، ماں باپ کا کام ہے وہ بچہ سے جب بھی کوئی چیز منگوائیں چاہے ایک ہی چیز ہو بچہ کو تھیلی کے ساتھ روانہ کریں تاکہ بچہ بچپن ہی سے طریقہ اور سلیقہ کے ساتھ تربیت پائے اور ایک مسلمان کا وقار باقی رہے۔

اگر کسی چیز کے گھر لانے سے پڑوسی کا بچہ بھی آپ کے بچہ کے ساتھ ہے اور آپ اگر اس بچہ کی موجودگی میں اپنے بچہ کو کچھ دینا چاہتے ہیں تو پڑوسی کے بچہ کو بھی ضرور دیجئے، ہوسکے تو

اپنے ہاتھ سے کھلایئے، یہ مسلمانوں کی تہذیب اور شان ہے۔

عام طور پر کھانے کی چیزوں کو الگ الگ نہ دیں، اس سے اجتماعی طور پر کھانے اور ایثار کرنے کے جذبات مردہ ہو جاتے ہیں، ساتھ کھلایا جائے اور تھوڑی تھوڑی چیز ادب کے ساتھ لینے اور ساتھیوں کا خیال کر کے کھانے کی ہدایت دی جائے۔

بچوں کی عمر کے لحاظ سے ان کو کھانا دیں، زیادہ کھانا ان کے سامنے نہ رکھیں اس لئے کہ ان کو اپنی غذا کا اندازہ نہیں ہوتا ورنہ وہ بچپن ہی سے خوب کھانے کے عادی بن جاتے ہیں اور زیادہ کھانے سے جگر بھی خراب ہو جاتا ہے۔

رمضان المبارک میں بچے روزہ افطار کے لئے مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور افطار کی چیزیں حاصل کرنے کیلئے بھکاریوں اور فقیروں کی اولاد کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں، اتنا شور مچاتے ہیں کہ مسجد کی بے حرمتی ہونے لگتی ہے، مسجد کا فرش بھی گندا کر دیتے ہیں، بچوں کو اس طرح بھیک مانگنے کی عادت سے بچانا بہت ضروری ہے، ماں باپ کو اولاد کی اس حرکت پر شرم کرنی چاہئے، اپنے بچہ میں خودداری پیدا کیجئے، ویسے عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ کھانے کی چیز جب تقسیم ہوتی ہے تو بڑے چھوٹے سب ملکر ٹوٹ پڑتے ہیں، جب بڑوں ہی میں ڈسپلین اور تہذیب نہیں رہے گا تو بچے بھی بڑوں کی نقل کریں گے، یہ عمل اسلامی تہذیب کے خلاف ہے، اس سے دیکھنے والوں کی نظر میں بھی مسلمانوں کی بے عزتی ہوگی اور اسلام کا وقار بھی متاثر ہوگا، اسی طرح Bufo سسٹم یعنی کھڑے کھڑے کھانا کھانے سے پرہیز کیجئے، یہ بالکل جانوروں کا طریقہ کار ہے اور یہود و نصاریٰ کی اتباع ہے، اس سے بچوں میں اسلامی ذہن پیدا نہیں ہوتا۔

اکثر عورتیں پکاتے پکاتے چولہے کے پاس ہی پلیٹ ہاتھ میں لیکر کھانا کھاتی رہتی ہیں اور اولاد اگر آ جائے تو اس کو بھی ایک دو نوالے دیدیتی ہیں، یہ طریقہ بھی ٹھیک نہیں ہے، اس سے بھی اولاد میں آداب پیدا نہیں ہوتے اور وہ سنت والی زندگی نہیں سیکھ پاتی۔

پانی پینے کے آداب سکھانے کا طریقہ اسی طرح پانی پیتے وقت ماں باپ خود سنت کی پابندی نہیں کرتے اور کھڑے کھڑے بائیں ہاتھ سے ایک ہی سانس میں پورا پانی غیر اسلامی طریقہ پر پی جاتے ہیں، نہ پانی پینے سے پہلے خدا کو یاد کرتے اور نہ پانی پینے کے

بعد خدا کا شکر ادا کرتے ہیں، غیر مسلموں کی طرح غافل ہی غافل بنے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی اولاد بھی ان ہی کی نقل کرتی ہے۔

اکثر مائیں بچہ کے پانی مانگنے پر ان کو گلاس میں پانی ڈال کر تو دیدیتی ہیں مگر یہ تربیت نہیں کرتیں کہ وہ بِسْمِ اللّٰہِ کہہ کر پانی پیئے اور گلاس کو سیدھے ہاتھ میں پکڑ کر اور بیٹھ کر دو یا تین سانسوں کے وقفہ سے پانی پیئے، بچہ کھڑے کھڑے بائیں ہاتھ میں گلاس پکڑ کر ایک ہی سانس میں خدا سے غافل رہ کر غیر مسلموں کی طرح پورا پانی پی جاتا ہے اور بازو ماں کھڑے کھڑے دیکھتی ہی رہتی ہے۔

اسی لئے ماں کا کام ہے کہ وہ اولاد کے سامنے باقاعدہ سنت کا مظاہرہ کرتی ہوئی پانی پیتی رہے اور جب بچہ پانی مانگے تو بچہ کو پانی دینے سے پہلے کسی کرسی یا تپائی پر بٹھا کر یہ کہے کہ بیٹا مسلمان پانی کھڑے ہو کر نہیں پیتا بلکہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بیٹھ کر پیتا ہے اور پینے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھتا ہے، اس کو پانی دے اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھائے اور پھر اس کو توحید کا عقیدہ سمجھائے کہ یہ پانی کا مالک اکیلا اللہ تعالیٰ ہے اس نے ہم کو یہ نعمت عطا فرمائی اس لئے ہم پانی پیتے وقت اللہ کا نام لیکر پئیں اور پھر اس کو سمجھائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک ہی سانس میں پورا پانی پینے کا حکم نہیں دیا بلکہ دو یا تین سانسوں میں وقفہ وقفہ سے آہستہ آہستہ پینے کی تربیت فرمائی اور پانے پینے کے بعد اپنے مالک اور پروردگار کا شکر ادا کرنے کا حکم فرمایا، اس لئے ہم کو ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق پانی پینا چاہئے اور پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا چاہئے، غیر مسلموں کی طرح خدا سے غافل بن کر من چاہے انداز میں پانی نہیں پینا چاہئے۔ ہو سکے تو ہر گھر میں پانی پینے کے مقام پر ایک کرسی یا تپائی رکھی جائے تاکہ بچے بڑے سب ہی بیٹھ کر پانی پینے کے عادی بنیں، اس طرح تربیت کی جائے تو بچہ خود بخود اسلامی آداب کے ساتھ پانی پینے والا بن جائے گا اور اسی عادت پر پختہ ہو جائے گا اور زندگی بھر پانی پینے میں سنت کی پیروری کرے گا۔

بچہ کو قبلہ کی طرف تھوکنے اور کلی کرنے سے منع کیا جائے اور قبلہ کا احترام بتایا جائے، چھوٹے بچوں کو بھی مائیں نیند کی حالت میں لٹاتے وقت قبلہ کی طرف پیر کر کے نہ لٹائیں اور

قبلہ کا احترام ملحوظ رکھیں، بعض بچے فریج وغیرہ میں سے پانی کا بوتل نکال کر منہ کو لگا لیتے ہیں، بچوں کو اور بڑوں کو بھی اس عمل سے روکنا اور سنت کے مطابق اسلامی آداب کے ساتھ پانی پینے کی ترغیب دینا چاہئے۔

جس طرح پانی کے پیتے وقت سنت کی پیروی کرنا ضروری ہے اسی طرح ہر قسم کے مشروبات کے پینے میں بھی سنت کی پیروی ضروری ہے۔

بعض لوگ ایک دوسرے کا جھوٹا پانی نہیں پیتے حالانکہ حدیث کی روشنی میں ایک مومن کا جوٹھا دوسرے کے لئے شفاء ہے، البتہ جو لوگ کسی سخت بیماری کے شکار ہوں، ان کا جھوٹا نہیں پینا چاہئے، جس سے اس کی بیماری سے خود بھی متاثر ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

بیت الخلاء جانے کے آداب سکھانے کا طریقہ اکثر ماں باپ بول و براز کے وقت جب بیت الخلاء جاتے ہیں تو اسلامی آداب کا لحاظ نہیں رکھتے، غیر مسلموں کی طرح کھلے سر جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی اولاد بھی بول و براز کرتے وقت سنت کی پابندی نہیں کرتی اور بے شعوری کے ساتھ اپنی حاجت کو پورا کرتی ہے۔

چنانچہ اکثر ماں باپ سنت کے خلاف کھلے سر جاتے اور جانے سے پہلے کوئی دعاء وغیرہ نہیں پڑھتے اور نہ ان کو یہ معلوم رہتا ہے کہ کونسا پیر رکھ کر اندر جانا چاہئے اور کونسے پیر سے باہر نکلنا چاہئے، وہ بیت الخلاء میں بیٹھ کر باہر والوں سے بات بھی کرتے یا سگریٹ پیتے یا ناولیں بھی پڑھتے ہیں اور پھر فارغ ہونے کے بعد ہاتھ پیر دھوئے بغیر سیدھے باورچی خانہ میں داخل ہو کر پکوان شروع کر دیتے ہیں یا دوسرے کاموں میں لگ جاتے ہیں جو بد تہذیبی کی علامت ہے اور دیکھنے والے بھی اسے خراب سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے اولاد بھی ماں باپ ہی کی نقل کرتی ہے۔

اس لئے خاص طور پر ماں باپ کا کام ہے کہ وہ خود بھی اسلامی آداب کے ساتھ بیت الخلاء جائیں اور اولاد کو بھی بیت الخلاء جاتے وقت اپنے پیغمبر کی اتباع کی ترغیب دیں، ان کو سمجھائیں کہ مومن ہر کام میں اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کرتا ہے اس لئے وہ بول و براز کرتے وقت بھی اسلامی آداب کا خیال رکھے، اولاد کو بیت الخلاء کے آداب سکھانے کیلئے

کچھ دن ان پر نظر رکھنی ہوگی، جب بھی بول و براز کیلئے جائے تو ان سے بیت الخلاء میں جانے کی دعاء مع ترجمہ سنیں اور ان کو پوری طرح سر ڈھانکنے کی تاکید کریں اور اولاد کو تعلیم دیں کہ وہ بایاں پیر رکھ کر اندر جائیں اور نکلتے وقت سیدھا پیر باہر رکھ کر نکلے اور اپنے جسم کو پوری طرح چھپائے، یہ بھی تاکید کریں کہ اندر بیٹھ کر کوئی بات نہ کرے اور نہ کوئی دعاء پڑھے اور نہ سلام کا جواب دے، بول و براز کے وقت آسمان کی طرف نہ دیکھے اور نہ بول و براز کو دیکھے، ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد بچہ سے کہئے کہ وہ اپنا ہاتھ مٹی یا صابن سے صاف کرے، منہ ہاتھ دھولے یا ہو سکے تو وضو کی ترغیب دیں اور وضو کی عادت ڈالیں اور پھر بچہ سے کہئے کہ وہ ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد کی دعاء مع ترجمہ سنائے۔

اگر ماں باپ کچھ دنوں تک اسی انداز سے بچہ پر نظر رکھیں گے تو بچہ انشاء اللہ تعالیٰ زندگی بھر بیت الخلاء جانے کے آداب نہیں بھولے گا، مگر اکثر ماں باپ دینی مزاج نہیں رکھتے اس لئے وہ بچہ پر اتنی محنت نہیں کرتے۔

اکثر مائیں بے شعوری اور دین سے دوری کی وجہ سے بچوں کو بول و براز کے وقت قبلہ رخ بٹھا دیتی ہیں، ماں کا کام ہے کہ وہ بچہ کو بچپن ہی سے قبلہ رخ یا قبلہ کی طرف پشت کر کے بیٹھ کر بول براز کرنے سے منع کرتی رہے، اسی طرح بچوں کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے بھی منع کرتی رہے۔

بعض بچے پیشاب پاخانہ کے بعد بغیر دھلائے انہی کپڑوں کے ساتھ بہت دیر تک پھرتے رہتے ہیں، لوگ ان کو غفلت سے گود میں اٹھا لیتے ہیں یا پھر مائیں بغیر پائجامہ کے ان کو ننگا چھوڑ دیتی ہیں اور وہ گندگی لگائے پورے گھر میں پھرتے رہتے ہیں، بعض بچے بول و براز گھر کے کسی بھی حصہ میں کر دیتے ہیں، ماں کو وہ جگہ صاف کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی اور غلاظت بہت دیر تک گھر میں پڑی رہتی ہے جس کی وجہ سے دیکھنے والوں کو کراہت اور تکلیف ہوتی ہے، بدبو آتی ہے اور مکھیاں پیدا ہوتی ہے، یہ تمام حرکتیں غیر اسلامی معاشرہ کی علامت ہیں۔

ماں کا کام ہے کہ وہ بچہ کو خاص انداز میں تربیت کرے اور اس بات کا عادی بنائے کہ پیشاب پاخانہ کی ضرورت محسوس ہونے پر اپنی حاجت کا احساس دلائے، بچہ کو یہ بھی عادت

ڈالئے کہ وہ ہر جگہ پیشاب پاخانہ نہ کرے بلکہ اس کی ایک جگہ مقرر کر دیجئے، بچہ کو ضرورت محسوس ہوگی تو ماں کو اشارہ کر دے گا یا اس جگہ جا کر ٹھہر جائے گا، بچہ گھر کے کسی حصہ میں بول و براز کرے تو ماں فوراً اس کو صاف کر دے، اس کے لئے ایک علاحدہ اسپنج یا کپڑا رکھے۔

سفر میں بچہ کو ساتھ رکھنا ہو تو پیشاب پاخانہ پہلے کرائیں اور سفر میں زیادہ نہ کھلائیں، نیند سے پہلے یا بیدار ہونے کے فوراً بعد ماں کا کام ہے کہ وہ بچہ کو ضرورت سے فارغ کرائے اور نیند سے بیدار ہونے کے بعد منہ ہاتھ دھلائے ورنہ اکثر بچوں کے آنکھوں میں میل اور ناک صاف نہیں رہتی۔

گھر میں چھوٹا بچہ جس جگہ بول و براز کرتا ہے اس جگہ پر فینائل ڈالتے رہنا چاہئے ورنہ پورے گھر میں بدبو پھیلتی رہتی ہے اور گھر آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

بعض مائیں بچوں کے پیشاب پاخانہ کے کپڑے دھو کر ایسی جگہ ڈالتی ہیں جو کھانا کھانے یا کھانا پکانے یا مہمان کے بیٹھنے کی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ان کپڑوں سے پیشاب وغیرہ کی بدبو آتی ہے، یہ بدسلیقہ پن اور مزاج میں گندگی کی علامت ہے۔

اکثر کھیل کود کرنے والے بچوں کے ہاتھوں اور پیروں پر کافی میل ہوتا ہے، وہ جہاں چاہے بیٹھ یا لیٹ جاتے ہیں، ان کے کپڑے گندے ہو جاتے ہیں، ناخن بڑے بڑے ہونے کی وجہ سے ان میں میل بھرا ہوا ہوتا ہے، ماں کا کام ہے کہ وہ کم سے کم ہر جمعہ بچوں کے ناخن کاٹے اور ہاتھوں اور پیر کو خوب اچھی طرح رگڑ کر میل صاف کرے۔

اسی طرح ماں باپ کا کام ہے کہ وہ اولاد کو زندگی کے دوسرے شعبے مثلاً سونے اور جاگنے، نہانے، بات چیت کرنے، کپڑے پہننے اور اتارنے، جوتا چپل پہننے اور اتارنے، گھر میں داخل ہونے اور باہر نکلنے میں سنت والی زندگی کی تربیت کرتے رہیں۔

گھروں میں سلام کا رواج عام کرنا تربیت میں بہت اہمیت رکھتا ہے

سلام مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت ہی قیمتی نعمت ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں آپس میں سلام کا رواج ہی نہیں، نہ باپ بیٹے کو اور نہ بیٹا باپ کو، نہ بھائی بہنوں کو اور نہ بہنیں بھائیوں کو، نہ ماں باپ ایک دوسرے کو سلام کرتے اور سمجھتے ہیں کہ سلام صرف گھر سے باہر کے افراد ہی کو کیا جاتا ہے، یہ کیفیت بھی دیندار معاشرہ کی علامت نہیں،

اولاد میں دینداری کو پیدا کرنا اور گھر کی فضاء کو نورانی بنانا ہو تو گھر کے تمام افراد آپس میں سلام کے رواج کو عام کریں اور کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کے ذریعہ دعاء دیتے رہیں، جس گھر اور خاندان میں سلام کا رواج نہیں وہ گھر اور خاندان بنیادی طور پر اسلامی تہذیب سے دور ہے اور ایسا گھر اور معاشرہ جنگلی اور بے دین معاشرہ کہلائے گا۔

سلام دراصل مسلمان کیلئے سلامتی اور رحمت و برکت کی دعا اور محبت پیدا کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، اگر ماں باپ اپنی اور اپنے آل اولاد کی ہر قسم کی سلامتی چاہتے ہوں اور آپس میں محبت بڑھانا چاہتے ہوں تو گھر اور خاندان میں سلام کے رواج کو خوب عام کریں تاکہ ان کو اور ان کی آل اولاد کو اللہ کی طرف سے ہر قسم کی سلامتی ملتی رہے اور گھروں میں نورانی ماحول پیدا ہو اور گھر کے تمام افراد ہر قسم کی بلاؤں اور پریشانیوں سے محفوظ رہیں۔

☆ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”بات کرنے سے پہلے سلام کیا کرو“۔

مگر افسوس ہمارے معاشرہ کے اکثر گھروں میں ماں باپ، بیٹا بیٹی، بھائی بہنیں ہر روز صبح کو اٹھتے اور کمروں سے باہر نکل کر ایک دوسرے کے سامنے آتے اور اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف بغیر سلام کئے بات چیت شروع کر دیتے ہیں، دن میں کئی مرتبہ باپ اور بھائی گھر میں آتے جاتے ہیں تب بھی گھر والوں کو کوئی سلام نہیں کرتے، چنانچہ اس قسم کے سینکڑوں گھر اسلامی تہذیب سے دور زندگی گذار رہے ہیں، افسوس ہے کہ ان گھروں میں نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ہے اور نہ رحمت و برکت ہے، اولاد اور ماں باپ میں کافی لڑائی جھگڑے ہیں اور ایسے گھر عام طور پر نافرمانی اور بغاوت کے دنگل بنے ہوئے ہیں، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی کی حدیثوں سے ثابت ہے کہ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو، چھوٹے بچوں کو اور خاص طور پر بیویوں کو سلام کیا کرتے تھے، ماں باپ اپنے گھروں میں سلام کے رواج کو عام کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ ضرور سلام کی برکات اور اثرات کو محسوس کریں گے، ان کی اولاد میں دینداری بڑھے گی اور ان کا گھر دنیا میں بھی جنت نما بن جائے گا۔

بعض ماں باپ سلام جیسی رحمت و برکت والی دعا کو چھوڑ کر غیروں کے الفاظ استعمال کرتے اور اپنے بچوں کے سامنے دوست احباب اور رشتہ داروں کو گڈ مارننگ، گڈ آفٹر نون، گڈ

ایوننگ کہتے ہوئے ملاقات کرتے ہیں، جس کی وجہ سے اولاد بھی ماں باپ کی نقل کرتی ہے یا پھر اکثر بچے انگریزی اسکولوں میں تعلیم پا کر السلام علیکم کہنے کے بجائے غیروں کے الفاظ کہنے کو برا نہیں سمجھتے، اس لئے ماں باپ خاص طور پر اولاد میں اسلامی کلچر پیدا کرنا چاہتے ہوں اور ان کو اسلامی تہذیب سے آراستہ کرنا چاہتے ہوں تو السلام علیکم کے الفاظ کے ذریعہ سلام کرنے کا عادی بنائیں اور خود بھی گھر میں آتے جاتے بار بار اولاد اور گھر کے دوسرے افراد کو سلام کرتے رہیں، سلام شعار اسلام ہے اور مسلمان ہونے کی پہچان ہے، اگر آپ کی اولاد سلام کے ان کلمات کو چھوڑ کر دوسری قوموں کے الفاظ ادا کرے گی تو وہ اجنبی انسانوں کے سامنے مسلمانوں کی ملاقاتی شناخت کا کس طرح اظہار کرے گی۔

اگر آپ معاشرہ اور خاندان میں سلام کے رواج کو عام کریں گے تو دوسری قوموں کو بھی سلام کی خوبیوں کو سمجھنا آسان ہوگا، آپ کے معاشرہ اور خاندان کی نورانیت اور محبت کو دیکھ کر ان کیلئے اسلام قبول کرنا آسان ہوگا، وہ سوچیں گے کہ مسلمان کلمہ کی بنیاد پر ایک دوسرے سے کیسی محبت کرنے والے ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہی سلام کرتے اور ایک دوسرے کی سلامتی چاہتے ہیں، اگر مسلمان خود اپنی تہذیب کو چھوڑ کر دوسری قوموں کی نقل کریں گے تو اسلام کی خوبیوں کو کیا سمجھائیں گے، اسلئے ان کی اولاد پختہ مسلمان بننے کے بجائے کرسچن ٹائپ کی مسلمان بنے گی۔

بچوں کو گھر کے کام کاج کا عادی بنائیں ماں باپ کی عقلمندی ہوگی کہ وہ اپنی اولاد پر بچپن ہی سے کام کا ہلکا سا بوجھ ڈالیں تاکہ بچے کاہل، ایدی اور کام چور نہ بن جائیں، اکثر گھروں میں لاڈ پیار کی وجہ سے لڑکیوں سے کام نہیں لیا جاتا جس کی وجہ سے وہ جوان ہو کر گھر کا کام کاج کرنا اور شوہر کی خدمت کرنا ایک بوجھ اور مصیبت سمجھتی ہیں اس لئے لڑکوں سے ان کے مناسب اور لڑکیوں سے ان کی مناسبت سے گھر کا کام کاج لیا جانا چاہئے، اس سے ان میں آہستہ آہستہ ڈھنگ اور سلیقہ پیدا ہوتا چلا جائے گا اور وہ کام کے عادی بھی بنیں گے، ہفتہ پندرہ دن میں ایک مرتبہ گھر کے پورے افراد مل کر گھر کی صاف صفائی کریں ورنہ اکثر گھروں میں کثرت سے دھول گرد بھری ہوئی ہوتی ہے، اس سے اولاد کو بچپن ہی سے گھر صاف ستھرا

رکھنے کی عادت پڑے گی۔

دودھ چھڑانے والے بچہ کی عرصہ تک یہ خواہش ہوتی ہے کہ ماں ہی اسے کھلاتی پلاتی اور کپڑے پہناتی رہے، چنانچہ بعض بچے لاڈ و پیار سے پلتے اور جوان ہونے تک ماں ہی کے ہاتھوں کھاتے ہیں اور بعض تو کافی بڑے ہونے تک پاجامہ کا ناڑا تک خود نہیں باندھ پاتے بلکہ ماں سے بندھواتے ہیں اس لئے جلد سے جلد اپنے بچوں کو اپنا کام خود کرنے کا عادی بنانا چاہئے۔

☆حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی سہولت ہونے کے باوجود نہ صرف خود ہی بلکہ اپنی ازواج مطہرات اور آپ کی باحیات اکلوتی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو بھی یہی ہدایت دی تھی کہ وہ سیدھی سادی فقیرانہ زندگی گذاریں، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بی بی فاطمہؓ سے بے انتہا محبت تھی، وہ گھر کا سارا کام کاج خود کرتی تھیں، یہ نبی کی بیٹی کی حالت تھی جن کے پاس بے شمار لونڈیاں اور غلام آتے رہتے تھے، ان کو یا تو رہا کر دیا جاتا یا دوسروں کو دیدیا جاتا تھا، ایک مرتبہ بی بی فاطمہؓ نے ایک باندی کی خواہش کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''فاطمہ! سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ لیا کرو''۔

بچہ میں کفایت شعاری بچپن ہی سے پیدا کرنی چاہئے عام طور پر بچے پیسے ہاتھ میں آتے ہی بازار کا رخ کرتے ہیں اس لئے ان کو فضول خرچی سے بچانے اور ان میں کفایت شعاری بچپن ہی سے پیدا کرنے کیلئے ان کو خاص ترکیب اور نفسیاتی طریقہ سے کفایت شعار بنانا ہوگا تا کہ وہ بڑا ہو کر فضول خرچی بھی نہ کرے اور کنجوس بھی نہ بنے، مثلاً اگر آپ ان کے نیک کاموں پر انعام وغیرہ کے عنوان سے پیسے دیتے ہوں تو ان کو ان پیسوں کا کچھ حصہ کھانے کی اجازت بھی دیجئے اور باقی پیسوں کو محفوظ کرنے کی عدات بھی ڈالئے تا کہ وہ پورے پیسے کھانے والے نہ بن جائیں، ان کو ڈبہ خرید کر دیجئے جس میں وہ کچھ پیسے کھانے سے بچا کر جمع کرتے جائیں، بچوں میں پیسے جمع کرنے کا بہت شوق ہوتا ہے وہ پیسے جمع کر کے بہت خوش ہوتے ہیں۔

بچوں کو یہ بھی عادت ڈالنی چاہئے کہ ان کے پاس جو پیسے ہوں خواہ وہ ماں باپ نے دئے ہوں یا رشتہ داروں نے وہ اپنے پاس نہ رکھیں بلکہ ان کو اپنے ڈبہ میں محفوظ کر دیں یا ماں

باپ کے پاس رکھ دیں، ورنہ شعور آنے سے پہلے بچوں کے ہاتھوں میں پیسے رہیں تو وہ بہت تیزی کے ساتھ بری عادتوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، ماں باپ ان پیسوں کو ہڑپ نہ کرلیں کیونکہ بچہ ان پیسوں کا مالک بن جاتا ہے اور وہ بچہ کی امانت ہوگی، اس سے بچہ میں ماں باپ پر اعتماد ختم ہوتا چلا جائے گا، پیسے جمع ہونے کے بعد لڑکیاں اگر ہوں تو ان ہی کے لئے ان کی پسند کا زیور دلا دیجئے یا پھر اولاد کی تعلیم وغیرہ پر خرچ کیجئے۔

متفرق ہدایات

❁ غرور و تکبر کی بیماری کو دور کرنے کا بہترین علاج سلام کرنا ہے، سلام کرنے سے عاجزی و انکساری پیدا ہوتی ہے، اسلئے اولاد کو بچپن ہی سے زیادہ سے زیادہ سلام کرنے کا عادی بنایا جائے۔

❁ بچوں میں سلام کے رواج کو عام کرنے کے لئے ماں باپ اگر خود پہل کریں تو بچے خود بخود اس کے عادی بن جاتے ہیں اور ان کو سلام کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی۔

❁ بعض لوگ بچوں کو ہاتھ اٹھا اٹھا کر سلام کرواتے ہیں، اس کے بجائے زبان سے بلند آواز کے ساتھ سلام کے الفاظ ادا کرتے ہوئے سلام کرنے کی عادت ڈالئے، ہاتھ اٹھا کر ملاقات کرنا عیسائیت کا طریقہ ہے۔ بچوں کو بچپن ہی سے محفل میں اٹھنے بیٹھنے کے آداب سکھائیے اور تاکید کیجئے کہ گھر پر آنے والے ہر مہمان کو اور ملاقاتی کو راستہ چلنے والوں کو اور محلّہ کے تمام بڑوں، چھوٹوں کو سلام کرنے میں پہل کریں۔

اولاد کو نیک بنانے کیلئے بری باتوں پر فوراً روکنا ٹوکنا بہت ضروری ہے

اگر بچپن میں اولاد کے اخلاق کی اصلاح نہ ہوگی تو بڑے ہونے کے بعد اس کا بہت برا انجام ہوگا، اس لئے بچوں میں بچپن ہی سے بری عادتیں پیدا ہوجائیں تو ماں باپ کو چاہئے کہ فوراً انہیں روکیں اور ٹوکیں ہوسکے تو مناسب سزا بھی دیں، اس لئے کہ بچپن میں بچوں کی عادتوں میں مرضی کے مطابق تبدیلی لائی جاسکتی ہے مگر بڑے ہونے کے بعد جب عادتیں پختہ اور دماغ میں گھر کر جاتی ہیں تو پھر اس تیز بہاؤ کو کسی طرح روکا نہیں جاسکتا۔

بچے توڑ پھوڑ کریں یا مار پیٹ کریں تو ہمت افزائی نہیں کرنی چاہئے

بیوقوف ماں باپ شروع شروع میں بچوں کی غیر مناسب حرکتیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کا بچہ تو بہت ہوشیار اور چنچل ہے اس لئے اس کی شرارتوں اور بری عادتوں کی طرف دھیان نہیں دیتے، بعض ماں باپ کا خیال ہوتا ہے کہ بچہ جتنا شریر ہوگا اتنا ہوشیار اور نڈر نکلے گا، اس لئے وہ ایسے بچوں کی شرارتوں پر الٹا ان کی ہمت افزائی کرتے اور خوش ہوتے ہیں، مثلاً بچے بچپن میں دلیری کے ساتھ لڑتے اور اپنے ساتھی بچوں کو گھونسہ وغیرہ مار کر منہ ہاتھ زخمی اور لہولہان کر دیتے ہیں، ماں باپ یہ کہتے ہوئے کہ ہمارا بچہ بہت بہادر اور نڈر ہے اس کی ہمت بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیٹا مار کھا کر گھر میں نہیں آنا، یہ بزدلی ہے یا پھر اس کی تائید میں لڑتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ "ہمارے بچہ نے بلا وجہ نہیں مارا ہوگا، آپ کے بچہ نے بھی کچھ کیا ہی ہوگا؟ تب ہی ہمارے بچہ نے مارا ہے"، ایسے ماں باپ کی اولاد خبیث، بدمعاش، غنڈے اور دادا قسم کی ہی نکلتی ہے۔

بچوں میں باہم لڑائی ہوجائے تو اپنے بچہ کی بے جا تائید وحمایت نہ کیجئے، یہ ذہن میں رکھئے کہ اپنے بچہ کے لئے آپ کے سینہ میں جو جذبات ہیں وہی دوسروں کے سینہ میں ان کے بچوں کے لئے بھی ہوتے ہیں، ماں باپ کو ہمیشہ اپنے بچہ کے قصوروں پر نگاہ رکھنی چاہئے، ہر پیش آنے والے ناخوشگوار واقعہ میں اپنے بچہ کا قصور اور غلطی کی کھوج لگا کر حکمت اور دانشمندی سے اس کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کیجئے اور ہو سکے تو مناسب سزا بھی دیجئے تاکہ بچہ بچپن ہی سے ظلم و زیادتی کا عادی نہ بنے اور غیر ضروری نقصانات نہ کرے ورنہ اولاد پوری طرح بگڑ جائے گی۔

<u>بچہ کو یکطرفہ صبر کرنے کی بچپن ہی سے مشق کرائیے</u> اگر آپ اپنے بچہ کو بچپن ہی سے داعیانہ صفات سے آراستہ کرنا چاہتے ہوں تو اسے یکطرفہ صبر کرنے کا عادی بنائیے، بچہ کی خواہ مخواہ طرفداری کبھی نہ کیجئے، ہر حال میں اور ہر بات میں بچہ کو زبان سے، چال سے، برتاؤ سے، عاجزی وانکساری اختیار کرنے کی عادت ڈالی جائے، اس کو ہمیشہ اس بات کا عادی بنایا جائے کہ کوئی غلطی ہوجائے تو اس کا اقرار کرلیا کرے اور معافی مانگ لیا کرے، ہمیشہ لڑائی جھگڑوں سے اپنے آپ کو دور رکھے، دوسرے بچوں کی زیادتی پر یکطرفہ صبر کرنے اور ظلم کو

برداشت کرنے اور دوسروں کی خطاؤں کو معاف کرنے کا عادی بنایا جائے، بچوں میں بدلہ لینے کا جنون سوار ہوتا ہے اس لئے ان کو اس عادت سے سختی سے روکا جائے، اسی میں ان کی اور ان کے دین کی سلامتی اور دنیا کی راحت وعزت ہے، یہ صفت پیدا کرنے سے بچہ بڑا ہو کر دعوت اسلام کا کام بہت آسانی کے ساتھ کر سکتا ہے، داعی بننے کیلئے صبر کی صفت پیدا ہونا بہت ضروری ہے، تب ہی وہ دعوت کے میدان میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

چونکہ موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی اولاد کی تربیت اس طرح سے نہیں کی جارہی ہے اس لئے آج کے نوجوانوں میں صبر نام کی کوئی چیز ہی نہیں، نہ وہ اپنوں کے ساتھ صبر کر سکتے ہیں اور نہ غیروں کے ساتھ صبر کر سکتے ہیں، اپنے حالات کا جائزہ اور اپنی قوت کا اندازہ لگائے بغیر ہی بس جوش میں ہوش کھو بیٹھتے اور ذرا ذرا سی معمولی معمولی باتوں پر پڑوسیوں کی عزت اور اپنے ہی بھائیوں کی جان و مال لوٹ لیتے ہیں، یاد رکھئے برا بنانے کے لئے کسی محنت کی ضرورت نہیں، بغیر محنت کے لڑائی، انتقام اور غصہ جیسی چیزیں تو خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں مگر قوت برداشت، صبر، عفو و درگذر وغیرہ جیسے اوصاف بغیر محنت اور تربیت کے پیدا نہیں ہوتے، اس لئے اولاد کو نیک صالح اور داعی بنانا ہو تو بچپن ہی سے ہر چیز پر صبر کرنے کی عادت، مشق اور تربیت کرنا بہت ضروری ہے، صبر ایک بہت عظیم الشان صفت ہے، اس کے بغیر آپ کی اولاد شریف النفس انسان نہیں بن سکتی اور یہ صفت پیدا ہو جائے تو پھر ہر قسم کی جہالت سے انسان دور رہ سکتا ہے۔

بعض بچے بڑوں یا پڑوسیوں کے ساتھ جواب سوال کرتے یا منہ زوری کرتے ہیں تو بیوقوف ماں باپ خوش ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ "ہمارا بچہ بڑا حاضر جواب ہے" وہ یہ نہیں سوچتے کہ ان کا بچہ بچپن ہی سے بد اخلاق اور منہ زور بن رہا ہے، بڑوں کے ساتھ بدتمیزی کر رہا ہے اور پڑوسیوں کو تکلیف پہنچا رہا ہے۔ بچہ کو بچپن ہی سے پڑوسیوں کے حقوق بتلائیے، مسلمانوں کا اکرام سمجھائیے اور بے جا ظلم و زیادتی پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس دلائیے، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہر ایک کے ساتھ داعی اسلام کی حیثیت سے زندگی گذارنے کی تربیت دیجئے۔

حد سے زیادہ کھیل کود سے دنیا کی رغبت بڑھتی ہے

حد سے زیادہ کھیل کود دین سے غفلت پیدا کرتا ہے، مسلمانوں کے اکثر بچے دن بھر گلیوں اور میدانوں میں کھیلتے رہتے ہیں، پڑوسیوں کے ڈرانے پر ماں باپ تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا ہم ہمارے بچوں کو کھیلنے سے روک کر بیمار کردیں؟ چنانچہ ایسے ماں باپ کو اولاد پڑھنے لکھنے سے زیادہ کھیل کود اور تماشہ کی زیادہ شوقین بن جاتی ہے، ان کا پڑھنے لکھنے میں جی نہیں لگتا، کھیل کی زیادتی کی وجہ سے پڑھائی سے ان کی دلچسپی ختم ہوتی چلی جاتی ہے، تعطیلات کے زمانہ میں ایسے بچے بس دن ہو یا رات مارے مارے پھرتے ہیں۔

چنانچہ کھیل کی انتہاء یہ ہے کہ مغرب کے بعد بھی اکثر بچے گھروں کے سامنے کھیلتے یا گھروں سے باہر دوستوں سے باتیں کرتے بیٹھے رہتے ہیں اور اگر بجلی بند ہوجائے تو عورتیں دروازوں اور چبوتروں پر بیٹھ کر پڑوسیوں سے باتوں میں مصروف رہتی ہیں اور اولاد گھروں کے سامنے کھیلتے ہوئے بے انتہاء چیخ و پکار اور شور وغل کرتی ہے۔

اولاد کی صحیح طریقہ پر تربیت کا اصول یہ ہے کہ ان کے کھیل کے اوقات مقرر کئے جائیں، مدرسہ سے آنے کے بعد دل بہلانے، جسمانی ورزش اور طبیعت میں تازگی پیدا کرنے کیلئے ان کو مغرب تک ہی کھیلنے کی اجازت دیجائے، تعطیل کے دن بھی چار بجے کے بعد ہی ان کو گھر سے باہر نکلنے اور کھیلنے کی اجازت دی جائے، اگر مدرسہ جانا نہ ہو تو سوائے نماز کے چار بجے سے پہلے گھر سے باہر نکلنے نہ دیا جائے، اولاد کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بٹھا دیجئے کہ وہ صرف چار تا چھ بجے کے درمیان ہی کھیلیں گے، کھیل بھی ایسے ہوں جس میں کوئی گناہ اور فضول خرچی نہ ہو۔

بچوں کو مغرب کے فوراً بعد گھروں میں آجانے کی تاکید کیجئے، حدیث میں ہے کہ سورج ڈوبنے کے وقت وبائیں اور شیطان کے لشکر نکلتے ہیں، اس لئے نقصان سے بچانے اور وباؤں سے محفوظ رکھنے کے لئے مغرب کے ساتھ ہی گھروں میں آجانے کی تاکید کیجئے۔

بعض بے وقوف لوگ چاقو اور چھری بچے کے بدن، ہاتھ پیر پر چلا کر مذاق اور دل لگی کرتے ہیں یا پھر چاقو چھری کے وار کر کے دوسرے کو مارنے کی نقل کرتے ہیں، اس سے بچہ بھی

نقل کر سکتا ہے اور اس کے ذہن میں بھی یہ کھیل بیٹھ جاتا ہے، اسی طرح کمسن بچوں کے سامنے جانور بھی ذبح نہیں کرنا چاہئے۔

جو بچے پیسے خوب خرچ کرنے اور گھر سے باہر رہنے کے زیادہ عادی ہوں ان سے اپنی اولاد کو بچایا جائے۔

گھروں میں دیر سے آنے اور گھروں سے دیر تک غائب رہنے اور صبح دیر تک سونے کا عادی نہ بنایا جائے، اسی طرح بہت جلد سونے کا بھی عادی نہ بنایا جائے سویرے فجر کے ساتھ ہی بیدار ہونے کی عادت بچپن ہی سے ڈالی جائے۔

بعض بے وقوف والدین اولاد کو برائی سے روکنے کے بجائے الٹا برائی سکھاتے ہیں، مثلاً بچوں کو بات کرتے دیکھ کر ہنسی دل لگی اور کھیل میں ان کی توتلی زبان سے گالیاں سن کر یا سکھلا کر بڑا لطف اٹھاتے اور خوش ہوتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ بچپن ہی سے گالیاں دینے کا عادی بن جاتا ہے اور بغیر کسی حجاب کے گالیوں کے ساتھ بات کرتا ہے، آج کل مسلم معاشرہ میں مسلم نوجوانوں کی زبان پر کثرت سے گالی گلوچ کا زیادہ استعمال یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کے ماں باپ گھروں میں بغیر کسی حجاب کے گالی گلوچ کرتے ہیں جس کی وجہ سے اولاد بھی اس کی عادی بن گئی ہے حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

''منافق کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ جب بات کرتا ہے تو گالی گلوچ کرتا ہے''۔

کردار کی حفاظت ضروری ہے اور اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ زبان کی حفاظت کی جائے، درمنثور کی ایک روایت ہے رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

''جب میری امت آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے گی تو اللہ تعالیٰ کی نظر سے گر جائے گی''۔

بعض ماں باپ اپنے بچے بچیوں کو کھیل کود میں ڈانس کرتا اور گانا گاتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور بار بار دوستوں رشتہ داروں کے سامنے ان کو پیش کر کے ڈانس کرواتے ہیں اور گانا گانے کے لئے کہتے ہیں اور پھر سب مل کر خوش ہوتے تالیاں بجاتے ہیں، یہ غیر اسلامی

حرکت ہے، اس سے شیطان خوش ہوتا ہے اور یہ اسلامی مزاج اور اعمال صالحہ کے خلاف ہے بلکہ شیطانی مزاج کی کیفیت ہے اس سے اولاد میں اسلامی کردار پیدا نہیں ہوتا۔

تعطیلات کے زمانہ میں اولاد کو کسی بزرگ کی صحبت میں کچھ دن رکھا کیجئے تا کہ وہ ان کے پاس رہ کر علم دین سیکھے اور اعمال صالحہ بھی اپنے اندر پیدا کرے یا پھر اپنے خاندان کے دیندار گھرانے میں چھوڑ یئے، اولاد کو نیک اور صالح بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ان کو پاک صاف، نیک اور دیندار ماحول میں چھوڑتے رہیں۔

موجودہ محلوں کی خراب حالتوں کی وجہ سے بچوں کیلئے ایسے کھیلوں کا انتخاب کیجئے جو وہ گھروں ہی میں بیٹھ کر کھیلتے رہیں اور کم سے کم شعور کے آنے تک گندے ماحول سے دور رہیں۔

اولاد کو اس بات کی ہدایات کیجئے کہ وہ گھر اور دوکان کے ملازموں سے برا سلوک نہ کریں اور ان کو مارنے اور گالی دینے سے روکیں یہ اسلامی مساوات انسانی کے خلاف ہے، مالدار گھرانوں کے بچے اپنے والدین کو خدمت گذاروں کے ساتھ بے عزتی کا سلوک کرتا ہوا دیکھ کر عموماً ملازمین کو حقیر سمجھتے اور ان کے ساتھ ذلت کا برتاؤ کرتے ہیں، ان کی توہین بھی کرتے ہیں اس کی بہتر شکل یہ ہے کہ آپ خود بھی ملازموں سے اچھا برتاؤ کریں، جو حضور اقدس ﷺ کے اخلاق کو ظاہر کرتا ہو تا کہ آپ کے خدمت گذار اور ملازمین آپ سے محبت کریں اور ان کو اپنی غربت اور مجبوری کا احساس نہ ہو اور وہ اسلام کے اخلاق کو آپ کے پاس رہ کر سیکھ سکیں۔

گھروں کو ناچ گانے کے ماحول سے بالکل پاک کرنا ہوگا

اولاد کو نیک اور صالح بنانے کیلئے گھروں سے ناچ گانے کے ماحول کو بالکل ختم کرنا ہوگا، اس کو ختم کئے بغیر گھروں میں اسلامی ماحول پیدا نہیں ہوسکتا، گھروں میں جب تک ناچ گانے ہوتے رہیں گے اولاد میں صالحیت پیدا نہیں ہوسکتی، اکثر گھروں میں بچے ویڈیو کیسیٹ لا کر دوستوں کے ساتھ کمرہ بند کر کے فلمیں دیکھتے، ناچتے گاتے اور تالیاں بجاتے ہوئے ڈانس کرتے ہیں، سوچئے اس قسم کی چھوٹ اور آزادی سے کیا نیک اور صالح اولاد تیار ہوسکتی ہے؟ نیک اور صالح اولاد آسمان سے نہیں ٹپکتی بلکہ ماں باپ کو محنت کر کے تیار کرنا پڑتا ہے، آج کل تو مسلمان کا کوئی گھر ایسا نہیں جہاں سے گانوں کی آوازیں نہ آتی ہو۔

اولاد کو بری صحبتوں سے بچایا جائے اور ان کے دوستوں پر کڑی نظر رکھیں اولاد کی تباہی و بربادی کا یہ بھی ایک بہت بڑا ذریعہ ہے، اگر والدین اس نکتہ کو ذہن میں نہیں رکھیں گے تو اچھی سے اچھی تربیت بھی کچھ اثر نہیں دکھائے گی، قرآن مجید میں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ ۔

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اور سچوں کی صحبت میں رہو۔ (پارہ:۱۱)

اکثر اوقات گھروں کا ماحول تو اچھا ہوتا ہے مگر باہر کی صحبتوں اور آوارہ قسم کے لڑکوں سے دوستی کی وجہ سے اچھے بچے بھی بگڑ جاتے ہیں، اس لئے اولاد کو نیک اور صالح بنانے کے لئے بری صحبتوں سے بچانا اور ان کے دوستوں پر کڑی نظر رکھنا بہت ضروری ہے کہ وہ کس سے مل رہے ہیں؟ کس کے ساتھ کھیل رہے ہیں؟ اور کس کی صحبت میں اٹھ بیٹھ رہے ہیں، ان کو خاص طور پر تاکید کی جائے کہ وہ محلّہ اور اسکول میں فلاں فلاں بچوں کے ساتھ نہ رہیں اور فلاں فلاں بچوں کے ساتھ نہ کھیلیں۔ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ۔ الگ رہو جاہلوں سے۔ (پ:۹/۱۹۹)

بچوں کو اپنے ہم عمر شریف النفس دیندار بچوں ہی کے ساتھ دوستی کرنے کی ترغیب دیجئے، بڑی عمر کے بچوں سے دوستی نہ کرنے دیجئے ورنہ وہ بڑی عمر کے بچوں کے ساتھ رہ کر وقت سے پہلے جوان ہونے کے بعد کی اکثر باتیں سیکھ جاتے ہیں؟ اگر ماں باپ اس تعلق سے لاپرواہی برتیں گے تو ان کی اولاد کی آوارہ بچوں سے دوستی بڑھے گی اور وہ بھی آوارہ بن جائیگی، عام طور پر پکچر دیکھنے والے، پیسے چوری کرنے والے، جوا کھیلنے والے، اسکول سے بھاگنے والے، عشق و عاشقی کا مزاج رکھنے والے، پان سگریٹ استعمال کرنے والے، گالیاں دینے والے، بڑوں کی بے عزتی کرنے والے اور نماز سے دور بھاگنے والے اور یہود و نصاریٰ کے کلچر کو پسند کرنے والے بچوں کے ساتھ رہ کر اچھے بچے بھی جلد خراب ہو جاتے ہیں اور وہ بھی اپنی تمام اچھی عادتیں چھوڑ کر یہ سب کام شروع کر دیتے ہیں۔

چنانچہ بچوں کی ایک بڑی تعداد ماں باپ کی اسی غفلت اور لاپرواہی کا شکار ہو کر دن بہ دن آوارہ بنتی چلی جا رہی ہے اور معاشرہ میں آوارہ بدتہذیب لڑکوں کا اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اکثر ماں باپ اپنی اولاد کو بلا وجہ چوراستوں پر کھڑا ہوا دیکھ کر یا غنڈے اور بدمعاش قسم کے

لڑکوں کے ساتھ گھومتا ہوا پا کر یا محلّہ والوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرتا ہوا یا کسی کوستا تا ہوا دیکھ کر بھی کچھ نہیں کہتے، پھر جب یہی اولاد ماں باپ اور گھر کے افراد کو تنگ کرنا، اپنی آوارگی اور بد تمیزیوں سے معاشرہ اور خاندان میں ماں باپ کو بدنام اور ذلیل کرنا اور ہر روز گھر میں لڑائی جھگڑا شروع کر دیتی ہے تو ماں باپ ان سے بیزار اور پریشان ہو کر یا تو ان کو گھر سے نکال دیتے ہیں یا پولیس وغیرہ کے ذریعہ ان کو پابند کرتے ہیں، اس لئے بچپن میں اولاد کو سختی کے ساتھ آوارہ لڑکوں سے دور رکھا جائے، نیک اور صالح قسم کے لڑکوں کے ساتھ رہنے کی ترغیب دی جائے۔☆ حدیث میں ہے کہ: ''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، تم میں سے ہر آدمی سوچ لے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے''۔

بعض بیوقوف ماں باپ اپنی اولاد کو دولتمند لوگوں کی اولاد کے ساتھ دوستی کرنے کی ترغیب دیتے یا مالدار لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے پر خاموشی اختیار کرتے ہوئے خوش ہوتے اور فخر کرتے ہیں کہ ہماری اولاد کے دوست فلاں فلاں دولتمند لوگوں کی اولاد ہے، اس میں وہ اپنی اولاد کی عزت سمجھتے ہیں حالانکہ عام طور پر دولتمند گھرانوں کی اولاد مختلف بد اعمالیوں اور جرائم کا شکار ہوتی ہے، وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی خراب کر دیتی ہے، ان کی ساری برائیاں دوسرے بچوں میں منتقل ہو جاتی ہیں، اسلئے اپنے بچوں کو دیندار، با اخلاق، صالح اعمال رکھنے والے بچوں کے ساتھ رہنے کی ترغیب دی جائے، ماں باپ کو چاہئے کہ وہ خود بھی بے دین لوگوں کی دوستی سے دور رہیں ماں باپ اگر دیندار لوگوں کی صحبت میں رہیں گے اور ان کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں گے تو بچے بھی ماں باپ کی نقل کریں گے اور صالح بنیں گے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ سلم کا ایک ارشاد کا مفہوم ہے:

☆''اگر انسان عطر فروش سے دوستی نہ بھی کرے مگر اس کے قریب بیٹھے تب بھی اس کے کپڑوں میں خوشبو آئے گی اور لوہار سے اگر دوستی نہ بھی کرے مگر اس کی دوکان کے قریب بیٹھے تو اس کے کپڑے اور جسم کو دھواں اور کالک لگ ہی جائے گی''۔

پس یہی حال محلّہ اور معاشرہ کا ہے، اپنی اولاد کی خاطر ایسے محلّہ اور اسکول کا انتخاب کیجئے جہاں پر نیک نفس اور شریف بچے زیادہ ہوں اور ایسے محلّہ میں رہئے جہاں دین کا چرچا

اور محنت زیادہ ہوتی ہو، اس محلّہ اور اسکول سے دور رہئے جہاں آوارہ، بدمعاش، بدچلن اور بے دین بچے زیادہ ہوں۔

اولاد کے دیندار دوستوں کی عزت کیجئے، کبھی کبھی گھر پر لانے کیلئے کہئے اور ان کی خاطر تواضع کا اہتمام بچے ہی سے کرائیے، اس سے اولاد میں اخلاق پیدا ہوں گے اور دیندار دوستوں سے دوستی اور محبت بڑھے گی اور زیادہ دیر تک قائم بھی رہے گی۔

اولاد کو بچپن ہی سے دوسروں کی برائی اور غیبت کرنے سے فوراً روکا جائے

اکثر ماں باپ اپنے بچوں کے سامنے بے شعوری کے ساتھ دوسروں کی برائی اور غیبت کرتے رہتے ہیں، اولاد بھی ماں باپ کو برائی اور غیبت کرتا ہوا دیکھ کر بے تکلفی کے ساتھ غیبت اور برائی شروع کر دیتی ہے جس کی وجہ سے خاندان اور معاشرہ میں غیبت عام ہو جاتی ہے اور بچے بڑے ہو جانے کے بعد اس کو برا نہیں سمجھتے، چنانچہ اکثر گھروں میں اولاد بچپن ہی سے ماں باپ کو ساس سسر یا دوسرے سسرال والوں کی برائی اور غیبت کرتا ہوا دیکھ کر بڑے ہونے کے بعد اپنے رشتہ داروں کی غیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں، خاص طور پر لڑکیاں سسرال سے میکے آتے ہی اپنے ماں باپ اور بھائی بہنوں کے سامنے سسرال والوں کی برائی اور غیبت کرتی رہتی ہیں اور ماں باپ دوسرے گھروں کے قصے، جھگڑے، غیبت کی شکل میں سن کر خوش ہوتے، ان کا مذاق اڑاتے، قہقہے مار کر ہنستے اور اپنی بیٹیوں کو مزید برائی سکھاتے ہیں۔

اس لئے بچپن ہی سے بچوں میں خاص طور پر غصہ ہونا، جھوٹ بولنا، کسی کو دیکھ کر جلنا، یا حرص کرنا، چوری کرنا، چغلی کرنا، بیکار بکواس کرنا، یا بہت زیادہ باتیں کرنا، بیکار ہنسنا یا زیادہ ہنسنا، دھوکہ دینا، اچھی اور بری بات کو نہ سمجھنا اور دوسروں کی برائی کرنا، غیبت کرنا، تہمت لگانا جیسی چیزیں پیدا نہ ہونے دیں، بچہ میں ہنسی دل لگی کی عادت نہ ڈالیں، ورنہ اکثر بچے بے محل مذاق دل لگی کر کے بدتمیزی کرتے ہیں، اکثر بچے بہت زیادہ بکواس کرتے ہیں، اگر یہ عادت پختہ ہو جائے تو وہ بڑے ہونے کے بعد بھی بیکار بکواس ہی کرنے کے عادی بن جائیں گے اس لئے ایسے بچوں کو احساس دلائیے کہ وہ بیکار بکواس کر کے غیر اسلامی حرکت کر رہے ہیں، مسلمان کم

بات کرتا ہے اور کام کی بات کرتا ہے بیکار بات نہیں کرتا، وقت کو خراب نہیں کرتا، دوسروں کو بے عزت نہیں کرتا اور نہ دوسروں کو برے ناموں سے پکارتا، کسی کے پیچھے برائی نہیں کرتا، اس سے بچہ کو آہستہ آہستہ کم بات کرنے اور کام کی بات کرنے کی عادت پڑے گی، مگر چونکہ اکثر ماں باپ ہی سنجیدہ نہیں ہوتے اور بیکار بکواس کرتے رہتے ہیں اس لئے اولاد بھی بکواس کرنے کی عادی بن جاتی ہے، ماں باپ کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کو عمدہ آداب سکھانے کی غرض سے اولاد کے سامنے کم بات کریں، کام کی بات کریں، سلیقہ اور طریقہ کی بات کریں۔

ماں کی غیر ضروری طرفداری سے بھی بچہ بگڑ جاتا ہے اکثر بچوں کے بگاڑ میں بہت زیادہ رول ماں کا ہوتا ہے، بیوقوف قسم کی مائیں اپنے بچوں کو لاڈ اور پیار کی وجہ سے بچوں کی بہت ساری بری باتیں اور غیر اسلامی حرکتوں کو اپنے شوہروں سے چھپا چھپا کر رکھتی ہیں یا باپ کی سختی پر باپ کے غیاب میں پیچھے سے بچے کی مدد کر کے ہمیشہ اس کی ہمت افزائی کرتی رہتی ہیں، اس طرح بچہ کی عادت کو درست ہونے نہیں دیتیں، مثلاً بچہ اگر محلّہ کے غنڈے اور بدمعاش قسم کے لڑکوں کے ساتھ گھوم پھر رہا ہے یا گھر سے یا اسکول سے پیسے کتابیں وغیرہ چرایا ہے یا کسی سے لڑائی جھگڑا کیا ہے یا گالی گلوج سیکھ رہا ہے تو اس کی اطلاع عورتیں اپنے مردوں کو نہیں دیتیں اور سمجھتی ہیں کہ باپ خفاء و ناراض ہو کر پٹائی کر ڈالے گا یا پھر بچہ اسکول سے غیر حاضر ہو کر کھیل کود یا فلم دیکھنے چلا گیا ہو اور باپ خفا ہو کر شام کا کھانا یا روز کے جیب خرچ کے پیسے سزا کے طور پر بند کر دینے کا حکم دیا تو بیوقوف مائیں اولاد کی محبت میں ان کو کھانا بھی دیدیتی ہیں اور جیب خرچ بھی چوری سے دیدیتی ہیں، اس سے بچہ میں برائی ہمیشہ برقرار رہتی ہے اور وہ باپ سے صرف ظاہری اور رسمی طور پر ڈرتا ہے، اس کو باپ کی سزا باپ کے غصہ اور ناراضگی کی کچھ پروا بھی نہیں ہوتی، وہ دوستوں کے سامنے باپ کو برا اور ماں کی تعریف کرتا ہے، ماں کا اس قسم کا رویہ اولاد کی تباہی کا ذریعہ بنتا ہے، یہ محبت نہیں بلکہ جہالت اور دشمنی ہے اور اپنے بچہ کو برباد کرنا ہے۔

ماں اگر اپنے بچہ کی صحیح تربیت کرنا چاہتی ہو تو وہ بچہ میں جس قسم کی بھی برائی دیکھے یا غیر اسلامی حرکت کرتا ہوا پائے تو پہلے حسن تدبیر کے ساتھ اس کو دور کرنے کی کوشش کرے اور اپنے شوہر کو اس کی خبر بھی کر دے تا کہ باپ بھی اولاد کی پوری نگرانی کرتا رہے، نیز میاں بیوی دونوں

مل کر اپنے بچوں میں سے برائی کو نکالنے کی تدابیر سوچتے رہیں، اسلامی انداز پر ان کی تربیت کا پروگرام بنائیں جس میں ماں بھرپور طریقہ سے باپ کا پوری دیانت داری سے ساتھ دیتی رہے، عورتیں عقل میں کم ہوتی ہیں اور مامتا میں اندھی ہوتی ہیں اسلئے وہ اولاد کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کر کے اپنی اولاد کو جہنم کے قابل بنا دیتی ہیں، اس اندھی محبت میں اسے اچھے برے کی تمیز باقی نہیں رہتی، چنانچہ بچہ کو بچپن ہی سے برائی کی طرف ڈالنے اور اعمال صالحہ سے دور رکھنے میں ماں بھی ذمہ داری بنتی ہے۔

بچپن کا بویا ہوا بیج جڑ پکڑنے کے بعد جب مضبوط ہو جاتا ہے تو اس کا اکھاڑنا آسان بات نہیں، اس لئے مائیں بچپن میں بچوں پر کڑی نظر رکھیں، ان کی ہر بات، ہر کام اور ہر چال کو اسلامی انداز پر جانچتی رہیں، اپنے شوہر سے مشورہ اور مدد حاصل کر کے اپنے بچوں کی اسلامی انداز پر تربیت کرتی رہیں، ورنہ وہ بھی اولاد کی ساری برائیوں کی پہلے ذمہ دار بنے گی، بری عادتوں کی اصلاح کا مناسب وقت بچپن ہی کا زمانہ ہوتا ہے، اگر ماں باپ تربیت نہیں کریں گے تو وہ بچے خود ماں باپ کیلئے، محلّہ و معاشرہ کیلئے، ملک اور قوم کیلئے اور مذہب کیلئے ناسور اور پھوڑا بنیں گے۔

یہ بھی یاد رہے کہ جیسے اچھی عادتوں کی مشق اور ترغیب دینا ضروری ہے ویسے ہی بری عادتوں کے پیدا ہوتے ہی فوراً ان پر کنٹرول حاصل کرنا بہت ضروری ہے، ورنہ وہ بری عادتیں خود بخود دور نہیں ہوتیں بلکہ آہستہ آہستہ پختہ ہو جاتی ہیں۔

ماں کا کام ہے کہ وہ اولاد میں باپ کا ادب واحترام پیدا کرے

ماں کا کام ہے کہ وہ اپنی اولاد میں شوہر کا ادب واحترام پیدا کرائے، اس سے گھر کی فضاء میں ڈسپلن پیدا ہوتا ہے اور اس کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ماں خود اپنے شوہر کے ساتھ ادب واحترام کو ملحوظ رکھے۔

باپ اگر اولاد پر غصہ ہو رہا ہو اور بیٹا منہ زوری کرے یا جواب سوال کرے یا گھور کر دیکھے تو ماں کا کام ہے کہ بچہ کو منہ زوری سے روکے اور اپنی نگاہوں کو نیچی رکھنے کی تاکید کرے

ورنہ وہ بچپن ہی سے نڈر، لڑاکو اور منہ زور بن جائے گا۔

اسی طرح ماں کا کام ہے کہ وہ اولاد کو یہ آداب سکھائے کہ وہ باپ کے پیچھے پیچھے چلے اور کسی محفل میں باپ سے پہلے نہ بیٹھے، باپ کی جگہ پر نہ بیٹھے اور بڑوں سے بات کرے تو آہستہ آواز سے بات کرے، نیز ماں باپ کی طرف پیر پھیلا کر نہ بیٹھے اور باپ کا نام لیکر نہ پکارے، بعض ماڈرن گھروں میں ماں باپ کا نام لیکر اولاد آپس میں گفتگو کرتی ہے۔

اکثر عورتیں اپنے شوہر کی شکایت اور برائی اولاد کے سامنے کرتیں اور وہ خود ان کا بحیثیت گھر کے امیر کے ادب واحترام نہیں کرتیں، جس کی وجہ سے اولاد بھی باپ سے نہ ڈرتی ہے اور نہ ادب واحترام کرتی ہے بلکہ اکثر گھروں میں صرف ماں کا راج ہوتا ہے، باپ کا کوئی عمل دخل نہیں رہتا، برائے نام رسمی انداز سے باپ کی کچھ فرمانبرداری کی جاتی ہے اور اولاد ماں کے اشاروں پر ناچتی اور ماں کے حکم کو خدا کا حکم سمجھتی ہے، چنانچہ ایسے گھروں میں فساد ہی فساد برپا رہتا ہے جس سے کسی اسلامی معاشرہ کی توقع نہیں کی جاسکتی، موجودہ زمانہ میں اکثر گھروں میں عورتوں کی حکومت ہے جس کی وجہ سے گھر میں شرعی فضاء پیدا نہیں ہورہی ہے، آج مسلم معاشرہ میں کثرت سے بدعات وخرافات کا رواج، شادی بیاہ اور دوسرے کاموں میں کثرت سے رسوم ورواج اور ہر قسم کی فضول خرچیاں محض عورتوں کا گھروں پر راج ہونے کا ہی نتیجہ ہیں، اولاد پر پورا کنٹرول صرف ماں کا ہوتا ہے، ماں کے قبضہ میں ساری دولت بھی ہوتی ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے، وہ جیسا چاہے ان کو استعمال کرتی ہے، اسلئے عورتوں کو حاکم نہ بنایا جائے اور مال اور اولاد کو اپنے قبضہ میں رکھا جائے، عورتوں کے ہاتھ میں گھر کے سارے کاروبار دے کر ان کو حاکم بنادینا نہ شریعت سے ہم آہنگ ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت، نہ مصلحت ہے اور نہ وقت کا تقاضا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے:

☆ ''وہ قوم کبھی کامیاب نہ ہوگی جس کی حاکم عورت ہو''۔ (شعب الایمان)

ماں باپ چلا کر بات کرنے سے پرہیز کریں ماں باپ کرخت آواز سے بولنے اور گلا پھاڑ کر چیخنے چلانے سے خود بھی پرہیز کریں اور اولاد کو بھی تاکید کریں کہ وہ درمیانی آواز سے

نرمی کے ساتھ گفتگو کریں، ان کو آپس میں کھیل کود کے وقت بھی چیخنے چلانے نہ دیں۔

اکثر ماں باپ گھروں میں اتنی زور سے اور چلا کر بات کرتے اور ہنستے ہیں کہ ان کی تمام باتیں اور ہنسی مذاق گھر کے باہر دوسروں یا پڑوسیوں کو سنائی دیتا ہے، اس سے اولاد بھی ماں باپ کی نقل کرتی ہوئی بلند آواز سے چلا کر بات کرنے اور قہقہے مار کر ہنسنے کی عادی بن جاتی ہے، لڑکیوں کو خاص طور پر بلند آواز سے بات کرنے اور قہقہہ مار کر ہنسنے سے سختی کے ساتھ روکا جائے، ورنہ یہ غیر مسلم معاشرہ کی علامت اور شرم وحیا سے دوری کا اظہار ہوگا، اولاد کو سمجھایئے کہ آوازوں میں ایک آواز گدھے کی بھی ہوتی ہے جو لوگوں کو بری لگتی ہے اس طرح سے نہ چلائیں۔

اولاد کو آپس میں لڑائی جھگڑے سے روکا جائے اکثر گھروں میں بھائیوں اور بہنوں کے درمیان لڑائی جھگڑے چلتے رہتے ہیں اور وہ بات بات پر ایک دوسرے کے بال نوچتے کپڑے پھاڑتے اور مار پیٹ کرتے رہتے ہیں، لڑکیاں خاص طور پر مار کھاتی ہوئی بھی منہ زوری کرتی، کوستی رہتی ہیں، اس لئے ماں باپ اولاد کو بچپن ہی سے بڑے بھائی بہنوں کا ادب واحترام کرنے اور بڑوں کو چھوٹوں سے محبت اور شفقت کا سلوک کرنے کی تربیت کریں، چھوٹوں کو تربیت کریں کہ وہ بڑوں کے مقام ومرتبہ کو ملحوظ رکھ کر ان سے گفتگو کریں اور ان کا نام ادب واحترام سے لیکر پکاریں اور اولاد کو آپس میں بحث وتکرار، لڑائی جھگڑے اور مار پیٹ کرنے سے سختی سے روکیں ورنہ اولاد بچپن ہی سے ذرا ذرا سی بات پر اختلاف کرتے ہوئے لڑائی جھگڑے کی عادی بن جائے گی، اگر لڑکیوں میں یہ عادت پختہ ہو جائے تو وہ بڑی ہو کر شوہر کے ساتھ بھی ذرا ذرا سی بات پر چلائے گی، منہ زوری کرے گی اور لڑائی جھگڑا کرے گی اور اس کی وجہ سے مار بھی کھائے گی، چونکہ پٹائی کی بنیاد عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ شوہر کی ڈانٹ کو سن کر بیوی خاموش نہیں رہتی بلکہ جواب سوال کرتی ہے اور مار کھا کر بھی منہ زوری کرتی اور کوستی رہتی ہے، لڑکیوں کو گھر کا کام کاج کرنے کا عادی بنایئے، اکثر مائیں اپنی بچیوں کو لاڈ پیار میں کاہل، سست اور بدسلیقہ بنا دیتی ہیں، اس لئے لڑکیوں کو خاص طور پر طریقہ اور سلیقہ سکھایئے تاکہ وہ آئندہ زندگی میں اپنے شوہر اور اولاد کو اسلامی ڈسپلن سکھائے، ماں کی یہ تربیت لڑکی کے لئے زندگی بھر فائدہ مند ہوتی ہے۔

متفرق ہدایات

❁ والدین کو چاہئے کہ اولاد کی زبان کو معیاری بنانے کی کوشش کریں، یہ بھی عمدہ ادب سکھانے میں شامل ہے، بازاری، دیہاتی اور جنگلی الفاظ بولنے سے روکیں، معیاری ادب ولحاظ کی میٹھی گفتگو سے دوسروں کا دل جیتا جاسکتا ہے، ماں باپ خود بھی میٹھی معیاری، ادب والی زبان میں گفتگو کریں۔

❁ اکثر لوگ اولاد کے سامنے اپنے رشتہ داروں کو برا بھلا یا تحقیر آمیز انداز میں کچھ کہتے ہیں جس کے سبب ماں باپ کی اس آپس کی رنجش کو سن کر اولاد کے دل سے ان رشتہ داروں کی عظمت نکل جاتی ہے یا پھر بچے بھی ماں باپ کی تائید اور دفاع میں ان رشتہ داروں کو برا بھلا کہنے یا گالی دینے لگتے ہیں یا ان کے سامنے ان کا ادب نہیں کرتے، اس لئے ماں باپ کو یہ رویہ ترک کرنا چاہئے اور خاندان کے تمام افراد کا ادب واحترام کرنے کی تاکید کرنا چاہئے اور اولاد کو اپنے ان رشتہ داروں کے خلاف بدتمیزی کرنے سے سختی سے روکنا چاہئے، کیا معلوم کہ آج آپ کے ساتھ جو اختلافات ہیں وہ کل دور ہو جائیں۔

❁ بعض بچے مہمان کو دیکھ کر جب گھر میں جا کر گھر والوں کو مہمان کے آنے کی اطلاع دیتے ہیں تو زور زور سے چلا کر مہمان کے ناک نقشے یا اس کی ہیئت کو بیان کرتے ہیں، باہر مہمان سنتا رہتا ہے، یہ بری بات ہے، اس سے مہمان کو تکلیف ہوتی ہے اور عمدہ ادب کے خلاف ہے، مہمان آپ کی اولاد کو بد اخلاق اور بدتمیز سمجھے گا اور آپ کی اولاد سے اسلامی اخلاق کا مظاہرہ نہیں ہوگا، اس لئے ان کو عمدہ ادب سکھایئے اور اسلامی تہذیب سے آراستہ کرتے ہوئے یہ تربیت دیجئے کہ کوئی بھی گھر پر تشریف لائے تو وہ پہلے انہیں سلام کریں، پھر نام پوچھیں اور دریافت کریں کہ وہ کہاں سے تشریف لائے ہیں، پھر گھر میں آکر ان کا نام اور مقام بتلا کر اطلاع دیں اور پھر آنے والے سے تمیز سے بات کریں۔

❁ اکثر گھروں میں مہمان کی ضیافت کے لئے کوئی چیز لائی جاتی ہے تو بعض بچے بڑوں کے نہ روکنے کی وجہ سے ہاتھ ڈال کر مہمان سے پہلے کھانا شروع کر دیتے ہیں، بچوں کی یہ حالت دیکھ کر مہمان اپنا ہاتھ روک لیتا ہے، چنانچہ یہ بھی بے ادبی کی بات ہے، بچوں کو

تربیت کیجئے کہ ایسے موقعوں پر اگر ان کو دیا جائے تو کھائیں ورنہ خاموش بیٹھے رہیں، لڑکیوں کا بات بات پر روٹھنا، لڑنا ضد کرنا، چلانا اور اپنے آپ کو بہت زیادہ خوبصورت سمجھنا اور دوسروں پر اترانا، اپنی بات کو منوانا، جی میں آنے والی ہر چیز کی فرمائش کرکے والد اور بھائیوں سے منگوانا ایسی تمام حرکتوں سے روکنا بہت ضروری ہے، ورنہ یہ عادتیں سسرال میں خراب حالات پیدا کرتی ہیں اور لڑکی میں عمدہ ادب کا تصور قائم نہیں ہوتا جو ماں باپ کے لئے شرمندگی کا باعث بنتا ہے۔

❁ بعض لڑکیوں کو بچپن ہی سے لڑنے جھگڑنے کوسنے اور مار کھا کر بھی بڑوں کو جواب دینے کی بری عادت پڑ جاتی ہے جو آئندہ زندگی میں بہت خرابی پیدا کرتی ہے، پوری طرح دھیان رکھنا چاہئے کہ بچیاں ان امراض کا شکار نہ ہوں، اولاد کو ترغیب دیں کہ وہ غریب کمزور لوگوں کا کام اور خدمت کریں بلکہ اپنی نگرانی میں ان سے اس قسم کے لوگوں کی خدمت کرانی چاہئے اور اولاد سے ایسے کام بھی کرواتے رہئے تاکہ وہ کوئی صحیح کام کرنے میں عیب نہ سمجھیں۔

❁ اولاد میں جب کوئی چیز تقسیم کریں تو پہلے بچی کو دو پھر بچہ کو، دونوں کو مساوی تقسیم کرو، اسی طرح اولاد کو خاص طور پر بولنے، سوال کرنے، جواب دینے یا کوئی چیز لینے میں اپنی باری کا انتظار کرنے کی تربیت دی جائے، اس سے بچپن ہی سے صبر وتحمل پیدا ہوگا، لڑکیوں میں استعمال کے بعد اشیاء کو مناسب جگہ پر سلیقہ کے ساتھ رکھنے کی عادت ڈالنے سے ڈھنگ پیدا ہوتا ہے۔

❁ بعض رشتہ دار بچوں کو ماں باپ سے بدظن کرتے ہیں کہ تیرے فلاں بھائی کو ماں زیادہ چاہتی ہے یا چیزیں زیادہ دیتی ہے، ایسے لوگوں سے بچوں کو بچایا جائے۔

❁ اپنی غربت، پریشانیوں اور خانگی تنگی کے مسائل اولاد کے سامنے بیان نہ کیجئے اس سے بچوں میں احساس کمتری پیدا ہوتی ہے۔

❁ بچوں کے ہاتھوں غریبوں کو کھانا کپڑا پیسے خیرات کرایا جائے۔

❁ اولاد کو بے لگام اونٹوں کی طرح گلیوں اور سڑکوں پر دن بھر کے لئے مت چھوڑیئے اس سے وہ آوارہ بن جائے گی، لڑکیوں کو گائے بھینس بکریوں کی طرح گلیوں بازاروں سڑکوں پر گھومنے پھرنے کا عادی مت بنایئے۔

اولاد کے ساتھ ماں باپ کی غیر شعوری دشمنی

اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ ۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں۔(التغابن)
یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَاراً وَ قُوْدُھَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَۃُ ۔ (تحریم:۶)
اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

اولاد ماں باپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت، عظیم عطیہ اور قیمتی سرمایہ ہے، انسانی معاشرہ میں ان کی حیثیت پھولوں اور کلیوں کی ہے، وہ انسانوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور راحت کا ذریعہ ہیں، اگر ماں باپ چاہیں تو ان کو مسلمان بنا کر جہنم سے بچالیں یا چاہیں تو بگاڑ کر جہنم کے حوالہ کر دیں، کوئی ماں باپ اولاد کو اپنی آنکھوں کے سامنے تکلیف و مصیبت میں دیکھنا نہیں چاہتے، مگر ماں باپ پر دنیا کا بھوت اور آخرت سے غفلت اس قدر طاری ہوگئی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو صحیح مسلمان نہیں بنا رہے ہیں اور اولاد کی آخرت سنوارنے کے بجائے صرف دنیا ہی بنا رہے ہیں ان کو جنت سے دور دوزخ کے قریب لے جا رہے ہیں اور ان کو اپنی اس روش پر قطعی یہ احساس نہیں ہو رہا ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ رحم کر رہے ہیں یا ان کے ساتھ دشمنی کا سلوک کر رہے ہیں۔

☆ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: قیامت کے دن مرتبہ کے لحاظ سے بدترین وہ بندہ ہوگا جس نے اپنی آخرت کو دنیا حاصل کرنے کے لئے ضائع کر دیا۔(ابن ماجہ)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے:

اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۔ مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔(الکہف:۴۶)

مسلمان اپنے اور اپنی اولاد کیلئے دین کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور غیر مومن اپنے اور اپنی اولاد کیلئے دنیا کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس لئے کہ مومن کو اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ:

''دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے''۔(مسلم)

قید خانہ کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ قیدی اپنی زندگی میں آزاد نہیں ہوتا اور اپنی مرضی پر

زندگی نہیں گذارتا اور قید خانہ سے دل نہیں لگاتا، اس کو اپنا حقیقی گھر نہیں سمجھتا بلکہ ہر وقت اس سے نکلنے کا خواہشمند اور متمنی رہتا ہے۔

اس لئے کفار کی اولاد میں اور مومن کی اولاد میں فرق ہونا چاہئے، دنیا جب مومن کے لئے قید خانہ اور اولاد دنیا کی زینت ہے تو مومن اپنی اولاد میں گم نہیں ہوجاتا ہے بلکہ اپنے آپ کو بیدار رکھتے ہوئے اولاد کی زیادہ سے زیادہ حفاظت کرنے، سنوارنے اور سنبھالنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ جنت کے ستارے بن جائیں اور جہنم سے بچ جائیں، غیر مسلم آدمی اولاد میں گم ہوجاتا ہے، وہ اولاد کو زیادہ سے زیادہ دنیا کمانے اور حاصل کرنے کے قابل بناتا ہے، اس لئے کہ مومن کو اس کے پروردگار کی یہ تاکید خوب اچھی طرح یاد رہتی ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَاراً وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۔ (تحریم:۶)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

مگر موجودہ دور کے اکثر ماں باپ جن کی خود ان کے ماں باپ نے تربیت نہیں کی اور پھر قرآن سے دوری کی وجہ سے وہ نہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام ہی سے واقف ہیں اور نہ اپنی اولاد کو جہنم میں جانے سے بچانے کی فکر رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے اکثر ماں باپ یا تو اپنی اولاد کو دینی تعلیم وتربیت سے محروم کر کے جنگلی اور جاہل بنا دیتے ہیں اور بچپن ہی سے روپے کمانے میں لگا دیتے ہیں یا پھر ایسی یکطرفہ تعلیم دلاتے ہیں کہ وہ دنیا کی اعلیٰ ڈگریاں رکھنے کے باوجود دین سے بالکل ناواقف رہتی ہے۔

ایسے بچوں کو نہ اپنی مادری زبان ہی آتی ہے اور نہ وہ طہارت اور غسل کے مسائل سے ہی واقف رہتے ہیں، روایتی انداز کی دینی تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے ان میں کوئی شعور بیدار نہیں ہوتا اور وہ قرآن پڑھتے بھی ہیں تو اسلام کے تعلق سے مختلف قسم کے وسوسوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، ان کے نزدیک دین پر چلنے والے انتہاء پسند رجڈ Regid نظر آتے ہیں، ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا، وہ مسلمان ہوتے ہوئے غیر اسلامی طور طریقوں کو پسند کرتے ہیں اور غیروں کے طریقوں پر ہی زندگی گذارتے ہیں، مذہبی اعتبار سے وہ اَن پڑھ اولاد سے کچھ زیادہ ہی گمراہی کا شکار ہوتے ہیں، اَن پڑھ اولاد کم سے کم اسلام سے محبت اور اس کا ادب واحترام تو ضرور کرتی ہے۔

اس زمانہ کی دنیوی تعلیم ایسی ہے کہ اس کو حاصل کرنے کے بعد بچے اپنے ماں باپ کا ادب واحترام اور فرمانبرداری تو کیا کرتے الٹا وہ ماں باپ کو جنگلی جاہل، دقیانوسی اور غیر مہذب سمجھتے ہیں اور مذہب کو ایک دقیانوسی عقیدہ سمجھ کر اس کی رسمی انداز پر پابندی کرتے ہیں، اسی لئے اکبرالٰہ آبادی کہتے ہیں۔ ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں ☆ کہ جن کو پڑھ کر بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

مگر اس کے باوجود موجودہ زمانہ کے اکثر بیوقوف ماں باپ خوش ہیں کہ ان کی اولاد دنیا کی اونچی ڈگری رکھتی ہے، لاکھوں روپئے کمارہی ہے، موٹر گاڑیاں، بنگلہ اور عیش کے سامان رکھتی ہے اور نام ونمود کی زندگی گذار رہی ہے، ان کو قطعی اس بات کا غم نہیں ہوتا کہ وہ مسلمان کی اولاد ہوتے ہوئے اسلام سے واقف نہیں، مسلمان ہوتے ہوئے نماز نہیں پڑھتے، نیم برہنہ اپنی بیوی بچوں کے ساتھ پھرتے ہیں اور اسلام کے ہر ہر حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ان کو یہ احساس ہی نہیں کہ قیامت میں وہ بھی اولاد کی وجہ سے ان کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔

قیامت میں ماں باپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے اولاد کو انجینئر اور ڈاکٹر کیوں نہیں بنایا؟ اور دنیا کی اعلیٰ تعلیم کیوں نہ دلائی؟ بلکہ پوچھا یہ جائے گا کہ قرآن وحدیث سے کتنا واقف کرایا؟ ان کو صحیح معنی میں سچا اور پکا مسلمان بنایا کہ نہیں؟ حضور اقدس ﷺ کے امتی اولاد کی شکل میں تم کو دئے گئے تھے تم نے انہیں کیا بنایا؟ ان سے غفلت برتی یا تم ہوشیار اور چوکنا رہے؟ تم کو یہ اولاد اس لئے نہیں دی گئی تھی کہ تم ان کو دنیا دار تاجر اور غافل بے شعور مسلمان بناؤ اور قرآن وحدیث کی تعلیم سے دور رکھ کر جانوروں کی طرح پرورش کرو؟ بلکہ تم کو یہ ہدایت دی گئی تھی کہ تم ان کو جو بھی بناؤ، دیندار تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بناؤ اور دوزخ کی آگ سے بچاؤ ورنہ اولاد کی تباہی کے خود ماں باپ بھی ذمہ دار ٹھہریں گے۔

سوچئے اسلام کی حفاظت ہم اپنی اولاد سے نہیں تو کس سے کرائیں گے؟ کیا یہود و نصاریٰ اس کی حفاظت کریں گے؟ کیا غیر مسلم اپنے بچوں کو اس پر چلائیں گے؟ اگر آپ خود اپنے مال کی حفاظت نہیں کریں گے تو دوسرا کون کرے گا؟ ایسی صورت میں ہم خود اپنی غفلت، کوتاہی اور لاپرواہی سے اپنی نسلوں کی تباہی وبربادی کے ذمہ دار ٹھہریں گے۔

اولاد کے ساتھ دشمنی کا پہلا طریقہ اکثر ماں باپ صرف دنیوی تعلیم دلاتے ہوئے یہ

سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی اولاد کی تربیت کا حق ادا کردیا، حالانکہ موجودہ زمانہ کی دنیوی تعلیم سے بچہ نہ اللہ تعالیٰ سے واقف ہوتا ہے اور نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سیکھ سکتا ہے اور نہ اس کو زندگی کے مختلف شعبوں میں زندگی گذارنے کے اصول وآداب بتائے جاتے ہیں، ہاں دنیوی تعلیم سے دنیا کمانے کا طریقہ سیکھ سکتا ہے، علم جغرافیہ کے ذریعہ کسی ملک کی آب وہوا اور موسموں کا حال جاننے اور تاریخ کے ذریعہ بادشاہوں کے جھوٹے سچے قصے پڑھنے، علم حساب کے ذریعہ کاروبار اور سودی لین دین سیکھنے اور انگریزی یا دوسری زبانوں کو فیشن کے ساتھ بولنے کی وجہ سے انسان میں اخلاق وکردار پیدا نہیں ہوسکتے، اللہ تعالیٰ کو صحیح پہچاننے اور آخرت کی زندگی کی تیاری کرنے اور دنیا کو صحیح برتنے کا طریقہ سیکھنے کے لئے قرآن کو سمجھنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے واقف ہونا ضروری ہے، تب ہی انسان صحیح معنی میں انسان بنتا ہے ورنہ وہ انسانی شکل میں جانوروں کی طرح زندگی گذارتا ہے۔

موجودہ دور کی تعلیم سے صرف کاغذ کا ایک سرٹیفیکٹ تو ضرور مل جاتا ہے مگر یہ ڈگری اور یہ تعلیم مرنے کے بعد کامیابی نہیں دلاسکتی، اس تعلیم سے ایک انسان ڈاکٹر یا انجینئر تو ضرور بن جاتا ہے مگر صحیح معنی میں انسان نہیں بن سکتا، یعنی یہ تعلیم آدمی کو انسان نہیں بناتی، اگر کسی دنیوی علوم پڑھے لکھے انسان کے پاس جسم، گوشت، چربی، آنکھیں، کان، ناک، ہاتھ، پیر ہوں تو اس کا نام انسانیت اور آدمیت نہیں ہے، انسانیت تو بہت آگے کی چیز ہے وہ تو صرف اور صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے ہی سے پیدا ہوتی ہے۔

موجودہ دور میں اسلامی کلچر اور تہذیب کو مٹانے کی ایک بہت بڑی سازش چل رہی ہے اور عیسائیوں کی طرف سے مشین اسکول کے نام پر بہت سارے ماڈرن اسکولس کھولے جارہے ہیں تاکہ دوسرے مذاہب کے بچوں کو ان کے مذہب سے ہٹا کر اپنے مذہب کی تعلیم دی جائے، غافل اور بیوقوف سرپرست بس مغربی تہذیب کے دیوانے بنے ہوئے ہیں، ان کی عقل وفکر انگریز کی غلام بنی ہوئی ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسی ہی تعلیم سے ان کے بچے صحیح انسان بنیں گے، ان کے نزدیک صرف انگریزی میں فیشن کے ساتھ بات کرلینے کا نام قابلیت ہوتا ہے اور وہ خود اسلامی تہذیب وتمدن کو چھوڑ کر مغربی تہذیب وتمدن اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں، وہ ہزاروں

روپے ڈونیشن کے نام پر دے کر اور عیسائیوں کے منت وسماجت کر کے اپنے بچوں کو ان کے اسکولوں میں شریک کراتے ہیں، حالانکہ وہاں نیم برہنہ لباس پہننے پر مجبور کیا جاتا ہے، نماز پڑھنے سے سختی کے ساتھ روکا جاتا ہے، شرکیہ الفاظ میں نظمیں پڑھائی جاتی ہیں، داڑھی اور پردہ رکھنے پر پابندی ہوتی ہے، لڑکیوں کو خاص طور پر مردوں کی برابری کا ہر روز سبق دیا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اسلامی کلچر سے نفرت دلا کر مغربی کلچر کا شیدائی بنایا جاتا ہے، مگر بے شعور ماں باپ منت سماجت کر کے اپنے نونہالوں کو شریک کرواتے ہیں اور زبردستی پکڑ پکڑ کر ان روحانی بیمار اور اسلام کے دشمن انسانوں کے پاس رکھ کر اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہیں۔

یاد رکھئے جو قوم خود تہذیب سے ناواقف ہو ہر قسم کی بے حیائی اور بے شرمی کے کاموں میں اونچا مقام رکھتی ہو اور اپنے بچوں کے مقابلہ کتوں کی تربیت کرتی ہو، فیشن کے کاموں میں سب سے آگے اور ننگی رہتی ہو، مکاری اور دھوکہ بازی جس کی عادت ہو، جانوروں جیسی زندگی گذارتی ہو بلکہ جانوروں سے بھی بڑھ کر گئے گذرے کام کرتی ہو، اس قوم کے اسکولوں میں ہزاروں روپے دے کر اپنے بچوں کو شریک کرا کر آپ کیا حاصل کر رہے ہیں؟ ایسے ماں باپ الٹا پیسے دے کر ان کی تمام بیماریوں کو اپنے بچوں کے ذریعہ اپنے گھروں میں منتقل کرتے ہیں اور عیسائی کلچر کو پھیلنے میں مدد دے رہے ہیں، جس کی وجہ سے دن بہ دن مسلم ماحول میں دین سے بیزاری ہی بیزاری پیدا ہو رہی ہے اور مسلمانوں کے گھروں میں مغربی تہذیب تیزی کے ساتھ گھس رہی ہے اور مسلمانوں کی اولاد میں ایمان واعمال صالحہ پیدا ہونے کے بجائے خدا سے ناواقفیت دین سے بیزاری اور الحاد کا ذہن پیدا ہو رہا ہے اور وہ مسلمان ہوتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور اور اسلام کو پسند نہیں کر رہے ہیں، ایسی دنیوی تعلیم دلا کر ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے اولاد کی تربیت کر دی اور ان کا بحیثیت ماں باپ حق ادا کر دیا ہے۔

ایک ذمہ دار کرسچن سے رپورٹ مانگی گئی کہ کتنے مسلمانوں کو اس کی جماعت نے عیسائی بنایا؟ تو اس نے رپورٹ دی کہ مسلمانوں کو تو ہم عیسائی نہیں بنا سکے مگر ان کو ہم نے مسلمان بھی رہنے نہیں دیا، یعنی ان کو اپنے اسکولوں کے ذریعہ دنیا کی تعلیم دی اور دنیا پرست بنایا، ان کے لباس اتروادئے، پردہ سے بے پردہ کر دیا، ان کی صورتیں تبدیل کر دیں، ان میں

دین بیزاری اور الحاد پیدا کیا اور ان کو ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے دور کیا، یعنی ان کو عملی اعتبار سے مسلمان باقی نہیں رکھا۔

چنانچہ انہی عیسائی اسکولوں کی تعلیم کا اثر مسلمانوں کی اولاد پر یہ ہو رہا ہے کہ وہ مسلمان ہوتے ہوئے شرعی لباس کی جگہ یہود ونصاریٰ کا بے شرمی و بے حیائی والا لباس پسند کررہے ہیں، لڑکیوں میں پردہ سے بیزاری اور بے پردگی کا ذہن بڑھتا جارہا ہے اور وہ غیر مسلم لڑکیوں کی طرح بے شرمی، بے حیائی کے ساتھ نیم عریاں اور فحش انداز سے مردوں سے باڈی شو کے ساتھ گفتگو کرتی اور مردانہ لباس پہننا پسند کررہی ہیں، بہت سے مسلمان فیشن کی زندگی کی وجہ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے میں بے عزتی اور تکلیف محسوس کرتے ہیں اور دستر خوان کی جگہ میز کرسی کو ترجیح دیتے ہیں اور مسلمان ہوتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا چہرہ بنانے کے بجائے یہود ونصاریٰ کا سا چہرہ بناتے ہیں، گھروں کی سجاوٹ، بناوٹ اور وضع بھی بالکل غیر مسلموں کے گھروں کی طرح پسند کرتے ہیں، بہت سے ماڈرن مسلمانوں کو اسلامی اصولوں پر مکانات کی تعمیر کرنا، روشنی سے دوری اور ہوا سے محرومی نظر آتی ہے اور وہ بالکل مغربی اسٹائل پر مکانات تعمیر کرتے ہیں جس سے گھروں کی عورتیں باہر سے نظر آتی ہیں، غرض یہ کہ نہ ان کی معاشرتی زندگی سے اسلامی معاشرہ کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور نہ ان کو دیکھنے کے بعد مسلمان سمجھنا آسان ہوتا ہے، اگر معاشرتی زندگی کا یہ حال رہا تو اولاد میں صالحیت پیدا نہیں ہوسکتی، اپنی اولاد کو گھسیٹ گھسیٹ کر ان اداروں میں شریک کرانا گویا اپنی اولاد کو گویا گھسیٹ گھسیٹ کر جہنم کے راستہ پر لے جانا ہے، اور اپنی اولاد کے ساتھ ہمدردی نہیں بلکہ بہت بڑی دشمنی ہے، اپنی اولاد سے حقیقی ہمدردی اور محبت تو اسی وقت ظاہر ہوگی کہ اگر آپ رات دن اللہ تعالیٰ کی اس تاکید کو ذہن میں رکھکر تربیت کریں گے: ”اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے“۔ اور پھر ان کو جہنم کی آگ سے بچانے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”انگریز پروفیسروں اور پرنسپل کے غیر محدود اثر ونفوذ کی وجہ سے ملت اسلامیہ کے منتخب اور ذہین نوجوان جو کالج میں زیر تعلیم ہیں، انگریزی معاشرت وتمدن اور برطانوی سیاست سے متاثر ومسحور ہوتے

جا رہے ہیں، نیز اس مغربی ماحول کا اثر جو کالج پر چھایا ہوا ہے ایک ایسی اسلامی نسل پیدا ہو رہی ہے جو نام کے لحاظ سے تو مسلمان ہے لیکن ذہن و دماغ (اور عمل) کے لحاظ سے خالص مغربی ہے، معاشرت وتمدن میں انگریزی طور طریقے کی پابند اور عقائد میں کمزور اور متزلزل ہے، اس وقت کا سب سے بڑا جہاد یہی ہے کہ نئی نسل کے ایمان اور عقیدہ کی حفاظت کی جائے''۔ (ماہنامہ الاسلام برطانیہ)

آج کل کے اکثر دیندار ماں باپ کا یہ عالم ہے کہ وہ خود تو نماز اور روزہ کی پابندی کرتے ہیں مگر ان کی اولاد کا یہ حال ہے کہ وہ فرنگی اسکولوں میں یہود و نصاریٰ کی تہذیب و تمدن سیکھ رہی ہے۔ (ماہنامہ الاسلام، مولانا ابراہیم یوسف باوا رنگونی)

برطانوی پارلیمنٹ میں برطانوی پارلیمنٹ میں لارڈ میکالے نے کہا: ''اس ہاؤس میں میری تجویز یہ ہے کہ ہندوستان میں ایسی تعلیم رائج کی جائے جس کے ذریعہ ہر ہندوستانی لباس، بول چال، رہن سہن اور طرز تمدن میں انگریز معلوم ہونے لگے، چاہے وہ عیسائی نہ بھی ہو مگر زندگی کے ہر شعبہ میں انگریز دکھائی دے'' (ایضاً)

آج عوام تو عوام خواص بھی جو دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور دین پر عمل کر رہے ہیں وہ بھی اولاد کی تربیت سے غافل بنے ہوئے ہیں اور عام مسلمانوں کی طرح دیندار ہونے کے باوجود اپنی اولاد سے خوش نہیں، وہ بھی اولاد کی شکایت کرتے ہیں، وہ بھی سمجھتے ہیں کہ فرنگی اسکولوں میں پڑھانے سے ہی ان کی لڑکیوں کی شادیاں ہوں گی، ان کی اولاد قابل بنے گی، ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ فرنگی اسکولوں میں پڑھانے سے ان کی اولاد بے شرم، بے حیاء اور بے دین و بے نمازی بن رہی ہے، اسلام سے متنفر اور مغربی تہذیب کی شیدا اور فریفتہ ہو رہی ہے، اس طرح محض نام کی مسلمان ہے اور جہنم کی طرف جا رہی ہے۔

ماہنامہ البلاغ (کراچی): مسلمان بچے اور فرنگی تعلیم گاہوں کا تعارف کرتے ہوئے ماہنامہ ''البلاغ'' لکھتا ہے: ''یہود و نصاریٰ اور دیگر غیر مسلموں کی طرف سے تمام اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو مسلسل یلغار ہو رہی ہے اس سے مسلمانوں کا کوئی شعبہ محفوظ نہیں رہا، عصر حاضر میں جو نہایت خطرناک سنگین ترین مسئلہ ہے جس کی طرف سے مسلمان بالخصوص ان کے علماء کی بھی توجہ نہیں وہ تعلیم گاہوں اور نصاب تعلیم میں غیر مسلموں کا اثر و رسوخ ہے، جس کے ذریعہ وہ ہماری نسلوں کو

بگاڑنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھ رہے ہیں‘‘۔(ماہنامہ الاسلام برطانیہ)

تمام اسلام دشمن عناصر اس بات پر متفق معلوم ہوتے ہیں کہ مسلمانوں کو دین سے ہٹانے انہیں گمراہی اور ضلالت میں مبتلا کرنے اور ان پر اپنے نظریات ٹھونسنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ان کے نصاب تعلیم اور مدارس میں اپنے عقائد ونظریات داخل کر کے مسلمان بچوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک وشبہات پیدا کئے جائیں تاکہ جب وہ ان ادارو ں سے تعلیم حاصل کر کے نکلیں تو نام کے اعتبار سے تو مسلمان رہیں اور ذہنی اعتبار سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہوں۔

چنانچہ مشنری اسکولوں کا جو مقصد ہے وہ اس میں پوری طرح کامیاب ہیں، ہمارے مسلمان گھرانوں میں ملحد اور بے دین پودے تیار ہوتے جارہے ہیں جو ان کی نمائندگی کررہے ہیں، گویا یہ تعلیم گاہیں نہیں بلکہ روحانی قتل گاہیں ہیں اور حقیقت میں یہ مسلمان بچوں کا روحانی قتل ہے جس کا مسلمان اور بطور خاص والدین کو احساس ہی نہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا ۔۔۔ افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

یوں تو شیخ بھی ہو مرزا بھی ہو پٹھان بھی ہو ۔۔۔ تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

مشہور عالم شیخ حسن بن محمد المشاط عرب کے مشہور محدث شیخ حسن بن محمد المشاط نے لکھا ہے: والدین کے لئے اپنے بچوں کو غیر مسلموں کی تعلیم گاہوں میں تعلیم دلانا نہایت خطرناک اور تباہ کن ہے، اس وقت مسلم معاشرہ باہر کی ہواؤں سے جتنا متاثر ہے اتنا شائد کبھی نہ تھا، اس سے محفوظ رہنے کے لئے بچوں کی گھریلو تربیت انتہائی ضروری ہے جو اسلامی فکر کی بنیاد قائم کرتی ہے، اس سلسلہ میں عام مسلمان بلکہ بہت سے خواص تک غفلت میں مبتلا ہیں، خود عمل کرنے کو کافی سمجھ بیٹھے ہیں، اہل وعیال کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ اگر ماں باپ کی وجہ سے ان کی اولاد آج دین سے دور ہوگئی تو خطرہ واندیشہ ہے کہ نسل درنسل قیامت تک پھیلتی رہے گی اور ان سب کے بارے میں آج کے ماں باپ کی بھی گرفت اور باز پرس ہوگی۔(ماہنامہ الاسلام، برطانیہ)

آج کے ماں باپ جو نماز بھی پڑھتے ہیں مگر اپنی لڑکیوں کو فرنگی اسکول میں ڈال کر نیم برہنہ لباس پہناتے، انگریز عورتوں کی طرح اپنی لڑکیوں کے بال کاٹتے اور نم آستین کپڑے یعنی فراک چڈی پہناتے، ان کے جسم ہلا ہلا کر انگریزی میں بات کرنے سے خوش ہوتے، ان کو

سڑک درسڑک پھرانے اور ہوٹلوں، دوکانوں، دفاتر اور کمپنیوں میں بھیج بھیج کر ان کو دنیا پرست بناتے، ان کے ایمان ودین کا جنازہ نکال رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ لڑکیاں غیر مسلموں تک سے شادی بیاہ کرنے کو حرام نہیں سمجھتیں، ایسے ماں باپ کو ذرا سی بھی نہ شرم آتی ہے اور نہ اپنی بربادی پر افسوس اور رونا آتا ہے۔

اکثر انگریزی اسکولوں میں پڑھنے والی اولاد بے دین ملحد اور دین بیزار بدعقیدہ اور بے نمازی ہی بن رہی ہے اور ماں باپ کو کوئی فکر ہی نہیں، صحیح بخاری میں ہے کہ:

☆ ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداءؓ (نہایت) غصہ کی حالت میں گھر تشریف لائے، اہلیہ محترمہ نے جب یہ دیکھا تو دریافت فرمایا کہ آپ کے اس قدر غصہ کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں عہد نبوت کی اب کوئی بات نہیں دیکھتا سوائے اسکے کہ لوگ (نماز کیلئے) مسجد میں جمع ہوجاتے ہیں اور بس اس کے علاوہ مسلمانوں میں بہت کچھ تغیر اور تبدل آچکا ہے۔ (مفہوم حدیث)

غور کیجئے موجودہ دور کے مسلمانوں کا کیا حال ہوگیا ہے کہ گھر کے افراد پورے کے پورے جہنم کے راستہ پر ڈھکیل دئے جائیں اور ماں باپ بس نماز کی پابندی کرتے رہیں۔

موجودہ زمانہ کے ماں باپ کی نگاہ غیر مسلم ماں باپ کی طرح صرف دنیا ہی پر ہے اور وہ اپنی اولاد کی صرف اور صرف دنیا ہی بنانا چاہتے ہیں، ایسے ماں باپ کو دنیا کی حقیقت جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھائی ہے یاد رکھنی چاہئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: الدنیا مزرعة الاٰخرة۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے''۔ یعنی مومن کی نظر میں دنیا مقصود نہیں ہونا چاہئے کیونکہ مقصود تو صرف آخرت ہے، اس حدیث کو نگاہ میں رکھئے پھر اپنے رویے پر نظر ڈالئے کہ کیا آخرت ہمارا مقصود ہے؟ آخرت مقصود ہوتی تو ہم اپنی اولاد کو دنیا کے لائق بنانے کے بجائے آخرت کے لائق بنانے کی کوشش کرتے، دیندار بناتے اور تربیت کر کے اللہ تعالیٰ کا صحیح بندہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدائی بناتے۔

☆ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص دریا میں انگلی ڈالے اور پھر دیکھے کہ انگلی کیا چیز لیکر واپس آئی ہے۔ (مسلم)

☆ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ بکری کے ایک مردہ بچہ کے قریب سے گذرے جس کے کان کٹے ہوئے تھے، حضور اکرم ﷺ نے اسے دیکھ کر صحابہؓ سے فرمایا تم میں سے کوئی اس بچہ کو ایک درہم میں لینا پسند کرتا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم اس کو کسی چیز کے بدلہ میں بھی لینا نہیں چاہتے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: قسم ہے رب العزت کی! یہ دنیا حق تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جتنا کہ تمہاری نظر میں یہ بکری کا بچہ ذلیل ہے۔ (مسلم)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور دنیا کے لئے وہ جمع کرتا ہے جس کے پاس کچھ بھی عقل نہ ہو۔ (مشکوۃ)

☆ ایک اور روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مرنے والا مرجاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اس نے آخرت میں کیا بھیجا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ اس نے دنیا میں کیا چھوڑا ہے۔ (بیہقی)

آج کل ماں باپ اپنی اولاد کو دنیا دار بنانے کیلئے ایسی تربیت کر رہے ہیں جیسی تربیت گائے کی قصائی کرتا ہے، اس کو خوب کھلاتا پلاتا ہے یہاں تک کہ وہ خوب موٹی تازی ہو جاتی ہے، اسکا مقصد اور انجام یہ ہوتا ہے کہ اس کے گلے پر چھری پھیر دی جاتی ہے، اسی طرح لوگ اپنی اولاد کو خوب زیب و زینت کے ساتھ ناز و نعمت میں پالتے ہیں اور دنیا کی ڈگریاں دلا کر اسلام سے کورا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے دور کھ کر پیسے کمانے کے قابل بناتے ہیں، لیکن اس کا انجام جہنم کا لقمہ ہوتا ہے، اس کی بدولت تربیت کرنے والوں کی بھی گردن ناپی جائے گی، کیونکہ دنیا کی محبت میں انہوں نے بھی دین و آخرت کو بھلا رکھا ہے، اسلام نے زندگی کے جن شعبوں کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض کیا ہے اس کو چھوڑ کر ایسا علم اولاد کو دلانا جس سے بچے اسلام سے بالکل ناواقف رہیں تو یہ اولاد کے ساتھ دشمنی ہوگی، اگر آپ ان مدارس میں اپنی اولاد کو پڑھانے کے لئے مجبور ہیں تو پھر اپنی اولاد پر ہر منٹ اور ہر سکنڈ بیدار اور چوکنا رہ کر نگاہ رکھنا ہوگا اور گھر پر بنیادی دینی تعلیم انتہائی اونچے اور مضبوط معیار پر بچہ میں شعور آنے تک دلانا ہوگا اور خود کو بھی دین کا پابند بنائے رکھنا ہوگا تاکہ بچہ روحانی بیماریوں میں جا کر خود بھی بیمار نہ ہو جائے۔

غرض اولاد کے بگاڑ میں سب سے زیادہ ماں باپ ذمہ دار ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس

حکم سے بالکل آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں کہ: ''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں''۔ (تحریم:٦)

آپ جب اپنی موٹر گاڑی اپنے کسی نوکر کو استعمال کرنے کے لئے دیتے ہیں وہ اگر بے احتیاطی کے ساتھ اس گاڑی کو استعمال کرے اور توڑ پھوڑ کر خراب کردے تو آپ کو کتنا غصہ آئے گا؟ بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ قیمتی انسان اولاد کی شکل میں بطور امانت دیا ہے اور حقیقی مالک آپ نہیں اللہ تعالیٰ ہی ہے، اگر آپ ان کے ساتھ بے احتیاطی برتیں اور ان کو ضائع وبرباد کردیں تو سوچئے اللہ تعالیٰ کتنا ناراض ہوگا؟

خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ آپ کے بچے سب کچھ بن سکتے ہیں مگر خود بخود دیندار اور مسلمان نہیں بن سکتے، دیندار اور مسلمان بنانے کے لئے آپ کو محنت کرنی ہوگی۔

ایسے ماں باپ کو ان لوگوں کی مثال کو ذہن میں رکھنی چاہئے، جو یورپ جا کر اونچی تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اپنے آپ کو اسلام سے علاحدہ نہیں کیا، کیونکہ ان کو گھروں پر ابتدائی دینی تعلیم بہت ہی مضبوط معیار پر دی گئی تھی، گھر کی تعلیم مضبوط ہو تو کوئی طاقت آپ کے بچہ کو گمراہ نہیں کرسکتی، انگریزی تعلیم کے شوق میں دین کی ضروری تعلیم کو ناقص اور کمزور انداز میں مت دلائیے، افسوس ہزاروں روپئے خرچ کرنے کے بعد بھی آج اولاد میں اخلاق وکردار پیدا نہیں ہو رہے ہیں اور نہ وہ اولاد ماں باپ ہی کیلئے سکون وراحت کا ذریعہ بن رہی ہے اور نہ دین کا عملی نمونہ۔

غرض یہ کہ موجودہ زمانہ میں اولاد کی بغاوت نافرمانی اور شرارت ماں باپ کی مجرمانہ غفلت اور فرائض سے کوتاہی کا نتیجہ ہے، ایسے ماں باپ خواہ مخواہ اپنی اولاد کی شکایت کرتے پھرتے ہیں حالانکہ وہ خود ان کو باغی اور سرکش اور نافرمان بنا دیتے ہیں، ان کے نزدیک اسلام کی حیثیت رسمی اور دنیا کی حیثیت سب سے زیادہ ہوتی ہے، ایسے ماں باپ کی حالت بالکل اس شعر کے مطابق ہوتی ہے ۔

مذہب نے پکارا اے اکبر اللہ نہیں تو کچھ بھی نہیں
یاروں نے کہا یہ قول غلط تنخواہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

ایسے ہی ماں باپ کو رسول ﷺ کے یہ ارشادات خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہئے:

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ: ہر بچہ

اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ (اس کی غلط تعلیم و تربیت کر کے) اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (بخاری)

☆ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کر دے جن کو وہ کھلاتا پلاتا ہے۔ (ریاض الصالحین)

اس لئے ماں باپ کو چاہئے کہ تمام علوم کے حاصل کرنے میں اسلام کی تعلیم کو اولین درجہ دیں تب ہی وہ اپنی اولاد کو مسلمان بنا سکتے اور دوزخ سے بچا سکتے ہیں۔

بچپن ہی سے کمانے پر لگا دینا اولاد کے ساتھ دشمنی کا دوسرا طریقہ ہے

موجودہ مسلم معاشرہ میں یہ بات کثرت سے دیکھی جا رہی ہے کہ اکثر ماں باپ کاہل، ایدی اور سست ہوتے ہیں، وہ اپنے بچوں پر بچپن ہی سے تعلیم و اخلاق کی محنت کرنے کے بجائے ان کو بالکل چھوٹی سے عمر میں کمانے اور کھانے پر مجبور کر دیتے ہیں جبکہ یہ عمر ان کے اندر تعلیم و اخلاق سیکھنے کی ہوتی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک ایک پودا جھاڑ نہیں بن جاتا اس وقت تک پھل نہیں دیتا، ایک جانور کا بچہ جب تک بڑا نہیں ہو جاتا اس وقت تک دودھ اور انڈے نہیں دیتا بلکہ ماں باپ خود ان کو کھلاتے پلاتے ہیں اور اڑنا سکھاتے ہیں، ان کو شکار کرنا، گھونسلہ بنانا اور خطرات سے بچنا اور دانا چگنا سکھاتے ہیں اور وقت سے پہلے ان پر یہ تمام ذمہ داریاں نہیں ڈالتے مگر افسوس یہ کہ انسان جو صاحب عقل اور اشرف المخلوقات ہے، جانوروں سے بھی گری ہوئی حرکت کر کے اپنے بچوں کی دنیا اور آخرت کی زندگی برباد کر دیتا ہے اور ایک ایسی عمر جس میں ان کو کچھ سیکھنا، سمجھنا چاہئے ان پر کمانے اور کھانے کی ذمہ داری ڈال کر ان کو زندگی بھر کیلئے ناکارہ، نااہل، بداخلاق، غیر مہذب، غیر تربیت یافتہ بنا کر چھوڑ دیتے ہیں۔

چنانچہ اس قسم کے بچے اکثر تعلیم سے دور، دین سے ناواقف زندگی بھر معاشرہ میں جاہل اور اَن پڑھ ہی رہ جاتے ہیں اور کم عمری میں پیسہ ہاتھ آنے اور عقل کی کمی کی وجہ سے ہر قسم کی برائی سیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ جوا، شراب اور زنا وغیرہ جیسے گناہ کبیرہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں، بچپن میں تربیت کے نہ ملنے کی وجہ سے ایسے بچے گناہ کے ماحول میں پلتے ہیں

اور بڑے ہو کر شراب پی پی کر بیوی بچوں اور محلّہ والوں کے ناک میں دم کر دیتے ہیں، بیوی کی خوب پٹائی کرتے ہیں۔

اس قسم کے بچوں سے مسلم معاشرہ بدنام ہوتا ہے اور غیر مسلموں کے سامنے اسلام کی شکل غلط طریقہ سے آتی ہے، مسلم معاشرہ میں ایسے ہزاروں بچے ملیں گے جو کارخانوں، مِلوں اور دکانوں پر بہت ہی چھوٹی چھوٹی عمروں میں کمانے اور کھانے پر لگے ہوئے ہیں، ان کے اندر نہ کوئی دین ہے اور نہ دین کی سمجھ، اس ساری تباہی و بربادی کے ذمہ دار ان کے ماں باپ ہیں جو بچوں کی خاطر خود محنت کرنا نہیں چاہتے بلکہ اپنی سستی و کاہلی اور ایدی پن کی وجہ سے اپنی ذمہ داری کو جلد سے جلد کم کرنے اور محنت سے بچنے کیلئے اپنے بچوں کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور خود شراب جوا اور عیش کرتے پھرتے ہیں، چنانچہ اس قسم کے اَن پڑھ بچوں کی جب شادی کر دی جاتی ہے تو وہ بھی اپنی اولاد کو اسی ڈگر پر ڈالتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے ماں باپ کو کرتے دیکھا اور اپنی بھی اولاد کو بغیر تعلیم دیئے بس کمائی پر لگا دیتے ہیں اور یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا رہتا ہے۔

اس لئے ماں باپ کو چاہئے کہ وہ اولاد کو وقت سے پہلے کمائی پر نہ لگائیں، جس عمر میں جس چیز سے آراستہ کرنا ہے اسی چیز سے اپنی اولاد کو آراستہ کیجئے اور خود کمائی اور محنت کو برداشت کرتے ہوئے بچوں میں شعور آنے تک تعلیم اور اسلامی اخلاق سے انہیں آراستہ کیجئے، ہمارے واعظین بھی اس نکتہ پر ماں باپ کو خاص طور پر متوجہ کرنا چاہئے تا کہ باپ اپنی اولاد کے لئے زیادہ سے زیادہ محنت کر کے کمائے اور اولاد کو تعلیم و اخلاق سیکھنے کا موقع فراہم کرے، ایسے گھر جہاں کمائی کی مجبوری ہو اور بچوں کے کمائے بغیر چارہ نہیں تو خاندان اور محلّہ کے دوسرے بھائیوں کو چاہئے کہ وہ ایسے بچوں کی مل جل کر کفالت کریں اور ان کو کمانے سے آزاد رکھ کر علم دین اور علم دنیا سیکھنے کا موقع دیں۔

اولاد کی اسلامی انداز پر تربیت کرنے کیلئے اللہ کے واسطے محبت کرنا ہوگا

محبت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک مامتا والی (نفسانی) محبت، دوسری اللہ والی محبت، اور ان دونوں کے اثرات و نتائج بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔

ماںتا والی (نفسانی) محبت کے اثرات

ماںتا والی محبت میں جنون ہوتا ہے۔

ماںتا والی محبت میں بے شعوری ہوتی ہے۔

ماںتا والی محبت میں حیوانیت پیدا ہوتی ہے۔

ماںتا والی محبت میں صبر نہیں ہوتا۔

ماںتا والی محبت میں اندھا پن ہوتا ہے اور وہ اسلامی احکام کے خلاف چلا کر نافرمانیاں کرواتی ہے۔

ماںتا والی محبت زیادہ تر حق تلفی، ناانصافی اور ظلم کی طرف مائل کرتی ہے۔

اللہ والی محبت کے اثرات

اللہ والی محبت میں اعتدال ہوتا ہے۔

اللہ والی محبت میں شعور ہوتا ہے۔

اللہ والی محبت میں انسانیت پیدا ہوتی ہے۔

اللہ والی محبت میں صبر پیدا ہوتا ہے۔

اللہ والی محبت میں اندھا پن نہیں ہوتا اور وہ اسلامی احکام کی پابندی کروا کر فرمانبرداری کرواتی ہے۔

اللہ والی محبت زیادہ تر حق کی ادائیگی انصاف اور امن وسکون کی طرف مائل کرتی ہے۔

ماںتا والی محبت میں گناہ کا احساس ہی نہیں ہوتا موجودہ زمانہ کے اکثر ماں باپ کے پاس اللہ والی محبت نہ ہونے کی وجہ سے وہ ماںتا والی محبت کے جنون میں اولاد کے اتنے زیادہ دیوانے بنے ہوئے ہیں کہ ان کو اپنی اولاد کا اللہ کی نافرمانی کرنا اور گناہوں میں مبتلا ہونا قطعی نظر نہیں آتا، وہ بس اپنی اسی محبت کے جنون میں اولاد کو جہنم کی طرف ہانک رہے ہیں۔

اولاد کی ماںتا کے جادو نے حد سے زیادہ ماں باپ کو اندھا بنا دیا ہے، مثلاً ان کی اولاد جب کسی بیماری میں مبتلا ہو جاتی ہے یا حادثہ کا شکار ہو جاتی ہے یا ان پر کوئی آفت ومصیبت آتی ہے یا ان کی خیر خیریت معلوم نہیں ہوتی تو ماں باپ اور خاص طور پر ماں پر دیوانگی کی کیفیت طاری ہونا شروع ہو جاتی ہے اور ماں اپنے ہوش وحواس کھو دیتی ہے، کھانا چھوڑ دیتی ہے اور بعض تو بیہوش تک ہو جاتی ہیں، مگر وہی اولاد اگر نماز نہیں پڑھتی، قرآن سے ناواقف رہے، ہر قدم پر اسلامی احکام کی خلاف ورزی کرے، یہود ونصاریٰ کی اتباع کرتے ہوئے، بے حیاء، بے پردہ، نیم برہنہ، بے نمازی بن کر زندگی گذارے تو ماں باپ کو کوئی پریشانی کوئی دیوانگی، کوئی گھبراہٹ، بے چینی طاری نہیں ہوتی، نہ کوئی ماں اپنی اولاد کے نماز نہ پڑھنے، قرآن سے ہٹ کر زندگی گذارنے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کرنے میں نہ کھانا چھوڑتی ہے اور نہ بیہوش ہوتی ہے، ماں باپ کی یہ ساری کیفیت اللہ والی محبت کے بجائے صرف ماںتا

والی محبت کا نتیجہ ہوتی ہے۔

اس کے برعکس جو ماں باپ اپنی اولاد سے مامتا والی محبت سے آگے بڑھ کر اللہ کے واسطے محبت کرتے ہیں وہ ان کی دنیوی پریشانیوں پر جتنا گھبراتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ اپنی اولاد کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ نافرمانیوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے منہ موڑنے اور قرآن سے دور رہنے پر بے چین و بے قرار ہو جاتے ہیں، بار بار اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں مانگتے ہیں اور اولاد کی آخرت کو سنوارنے کی زبردست محنت کرتے ہیں تا کہ ان کی اولاد آخرت کے خسارہ اور دوزخ کی آگ سے بچ جائے۔

مامتا والی محبت میں اولاد کے ساتھ محبت میں کمی اور زیادتی

موجودہ زمانہ کے اکثر ماں باپ کو صرف (نفسانی) مامتا والی محبت ہونے کی وجہ سے جب تک ان کی اولاد چھوٹی ہوتی ہے وہ اپنی تمام اولاد کے ساتھ یکساں محبت، سلوک، انصاف و مساوات کرتے ہیں مگر جب اولاد جوان ہو جاتی ہے تو ان کے سلوک اور برتاؤ میں فرق آجاتا ہے اور وہ کسی سے کم کسی سے زیادہ محبت کا اظہار کرتے ہیں جس کی وجہ سے اولاد اور ماں باپ میں کافی کشیدگی، لڑائی جھگڑا اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے سے دور زندگی گذارتے ہیں جس کے عام نتائج یہ نظر آتے ہیں کہ کوئی اولاد حرام طریقہ سے کما کر ماں باپ کو دولت اور عیش مہیا کرے اور دوسری اولاد صرف اپنی آمدنی کے لحاظ سے شرعی حصہ دے یا بیوی کو ماں باپ سے علاحدہ رکھے یا ماں باپ کے ناجائز مطالبات اور خواہشات کا ساتھ نہ دے یا ماں اور بیوی کے درمیان حق کی بات کرے تو ماں باپ کی محبت کا توازن بالکل بگڑ جاتا ہے اور ان کی نظر میں ایسی اولاد کی حیثیت گر جاتی ہے، اب وہ اپنی اس اولاد سے اتنی محبت نہیں کرتے جتنی ان کو اپنی دوسری اولاد سے ہوتی ہے، اگر ماں باپ کو اولاد سے اللہ کے واسطے محبت ہو تو یہ سارا بگاڑ پیدا نہیں ہوتا۔

دنیا امتحان و آزمائش کی جگہ ہے، اللہ تعالیٰ انسان کو اس امتحان گاہ میں رکھ کر مختلف چیزوں سے اس کا امتحان لینا چاہتا ہے، جس میں امتحان کی چیزیں اس کی جان و مال اور اولاد

بھی ہیں، اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ انسان کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے اور وہ اپنے رب کی محبت پر کن کن چیزوں کو غلبہ دیتا ہے، چنانچہ غیر مسلم کو اپنی جان مال اولاد سے حد سے زیادہ صرف (نفسانی) مامتا والی محبت ہوتی ہے اور وہ اسی محبت میں گم ہو جاتا ہے، مومن کو اپنی جان و مال اور اولاد سے مامتا سے بھی آگے اللہ والی محبت ہوتی ہے اور وہ مامتا کی محبت پر اللہ والی محبت کو غلبہ دیتا ہے، غیر مسلم اللہ والی محبت سے محروم رہتا ہے، چنانچہ غیر مسلم پر یہ محبت بے شعوری پیدا کرتی ہے اور مسلم کو شعور ملتا ہے، ایک حدیث کا مفہوم ہے۔

☆ ابوالعامہؓ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کا ایمان کامل ہو جاتا ہے جو اللہ کے واسطے دوستی (محبت) کرے اور اللہ کے واسطے دشمنی کرے اور اللہ کے واسطے دے اور اللہ کے واسطے دینے سے رک جائے۔

☆ مشکوٰۃ کی ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے بہتر عمل اللہ کی خوشنودی کے لئے محبت رکھنا اور اللہ کے واسطے بغض رکھنا ہے۔

☆ مسلم کی ایک روایت میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: حق سبحانہ وتعالیٰ قیامت کے دن ارشاد فرمائیگا: کہاں ہیں وہ لوگ جو میری خوشنودی حاصل کرنے کیلئے آپس میں محبت کرتے تھے، آج میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا اور آج میرے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہے۔

چنانچہ ہر مسلمان ماں باپ کو اپنی اولاد سے صرف اور صرف اللہ کے واسطے محبت اور اللہ کے واسطے دشمنی کرنی چاہئے تاکہ ان کی اس محبت کے نتیجہ میں اولاد کی اسلامی انداز پر تربیت ہو سکے اور وہ جہنم سے بچ جائے۔

دسویں پارہ اور سورۂ توبہ آیت نمبر: ۲۴ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اے نبی ﷺ! (اہل ایمان سے) کہئے! اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی بندو اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ خاندان اور وہ مال جس کو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جس کی نکاسی نہ ہونے کا تمہیں اندیشہ ہے اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ (اپنے عذاب کا) حکم بھیج دے اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے آپ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ آپ جنگ بدر میں میرے تلوار کے وار میں کئی مرتبہ آچکے تھے میں نے محض باپ ہونے کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے وار کو دوسری طرف بدل دیا، یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: تو شرک میں کچا تھا اور میں توحید میں پکا ہوں، اگر میری تلوار کی زد میں تو آجاتا تو میں ضرور تیرا حساب کر دیا ہوتا...... غور کیجئے یہ کیسی محبت ہے؟ جس میں خالص اللہ کے واسطے دوستی اور اللہ کے واسطے دشمنی کا بھرپور رنگ نظر آتا ہے۔

مگر موجودہ زمانہ کے اکثر ماں باپ کے پاس اولاد کے ساتھ محبت صرف (نفسانی) ماماتا والی محبت ہے جس کی وجہ سے ان کی اولاد کو صرف جسمانی اور دنیوی فائدے حاصل ہو رہے ہیں اور وہ اسی محبت کے ذریعہ اولاد کو دنیا دار بنا رہے ہیں، ایسی محبت تو دنیا کے ہر غیر مسلم ماں باپ میں بھی بلکہ تمام جانوروں میں بھی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنی اولاد کی سیرت نہیں بنا سکتے، صرف صورت اور دنیا ہی بناتے ہیں۔

☆ مسلم و بخاری کی ایک حدیث کا مفہوم ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک جان و مال، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اسے محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس حدیث کی روشنی میں ہر مسلمان ماں باپ کو اپنی محبت کو جانچنا چاہئے کہ وہ کہیں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف زبانی محبت کا دعویٰ تو نہیں کر رہے ہیں اور عملی زندگی میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر اولاد کی محبت کو غلبہ تو نہیں دے رہے ہیں اور کہیں ایسا تو نہیں ہو رہا ہے کہ اولاد کی محبت میں زمین پر فساد برپا کئے ہوئے ہیں اور ہر قدم پر اولاد کی خاطر اللہ کے احکام کو توڑ رہے ہیں۔

معاشرہ کا جائزہ لینے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ماں باپ پر اولاد کی ماماتا کا جادو بالکل غیر مسلم ماں باپ کی طرح چھایا ہوا ہے اور وہ اسی محبت میں دیوانے، پاگل اور اندھے بن کر اپنے نبی ﷺ کی محبت پر اولاد کی محبت کو ترجیح دے رہیں جس کو سمجھنے کیلئے شادی بیاہ کے طریقہ کار پر غور کیجئے کہ یہ ماں باپ جب اپنی اولاد کی شادی کرنا چاہتے ہیں تو گویا عملی طور

پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں اور طریقوں کو سب سے پہلے گھر سے باہر نکال دیتے ہیں اور مامتا والی (نفسانی) محبت کی وجہ سے اسلام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی ہر خواہش اور تمام آرزوؤں کو مختلف قسم کے جاہلانہ رسم و رواج اختیار کر کے اللہ کے حکموں کو توڑ کر پورا کرتے ہیں، ایسے ماں باپ شادی بیاہ کے موقعوں پر ہر ایک کو تو خوش کرتے ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پرواہ نہیں کرتے، سوچئے! شادی بیاہ میں کوئی اولاد ماں باپ سے یہ نہیں کہتی کہ وہ جوڑے کی رقم لئے بغیر شادی نہیں کرے گی یا فلاں رسم کیئے بغیر وہ دولہا نہیں بنے گی، کوئی اولاد یہ نہیں کہتی کہ اس کی شادی میں اتنی فضول خرچی کی جائے، اس کے برعکس اولاد اگر اسلام کی پابندی اور سنت کی اتباع کا مطالبہ کرے تو یہ دنیا پرست، دولت کے پجاری، نفس کے غلام اور اللہ کے ساتھ بغاوت کرنے والے، بیوقوف اور احمق ماں باپ اولاد کے ساتھ بائیکاٹ، ناراضگی اور غصہ کا اظہار کرتے ہیں اور شیطان کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اولاد کی مامتا کی آڑ میں اپنے لئے جہنم کا سودا کرتے ہیں، چنانچہ شادیوں میں جتنی فضول خرچیاں اور ہر قسم کے جاہلانہ رسم و رواج، غیروں کے طور طریقے، سنت کی خلاف ورزیاں اور جتنا ظلم و زیادتی ہو رہی ہے وہ صرف ماں باپ ہی کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ اولاد کی طرف سے، یہی ماں باپ پہلے اپنے آپ کو اور بعد میں اپنی اولاد کو جہنم کا ایندھن بنانے کے لئے تیار کر رہے ہیں۔

عجیب بات ہے کہ ایک لڑکی شادی سے پہلے جب تک وہ لڑکی رہتی ہے، خود اپنی شادی کی تمنا ہر قسم کے رسم و رواج اور فضول خرچیوں سے پاک ماں باپ پر بوجھ بنے بغیر رکھتی ہے مگر جب وہی لڑکی عورت بن کر کسی کی بیوی اور کسی کی ماں بن جاتی ہے تو پھر اپنے بیٹے کے لئے مردوں کی عقلوں پر حکومت کرتے ہوئے ہر قسم کے رسم و رواج فضول خرچیاں اور ظلم و زیادتی کرواتی ہے اور اپنے افراد خاندان سے دین کی خلاف ورزی کرواتی ہے۔

اسی طرح تعلیم کا حال ہے، اگر ماں باپ میں اللہ والی محبت ہوتی ہے تو وہ دنیوی علم کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ قرآن و حدیث کا علم دلاتے تھے اور روحانی علم سے اپنی اولاد کو خوب آراستہ کرتے تھے، مگر چونکہ آج کل مامتا والی (نفسانی) محبت کا غلبہ زیادہ ہے اس لئے وہ صرف

دنیوی علم دلا رہے ہیں اور قرآن وحدیث کے علوم سے دور رکھ کر ان پڑھ بنا رہے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ دین سے ناواقفیت کی وجہ سے خاص طور پر ماؤں کو اولاد کے ساتھ حد سے زیادہ طبعی محبت ہوتی ہے اور وہ جنون کی حد تک محبت کرتی ہیں، اگر اولاد کو کوئی حادثہ یا بیماری یا نقصان ہوجائے تو وہ قوت برداشت اور صبر سے بہت دور رہ کر پاگل اور دیوانی کیفیات میں مبتلا ہوجاتی ہیں، اس قسم کی محبت اسلامی مزاج سے میل نہیں کھاتی، اس لئے ہر مسلمان کے دل میں صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو، مخلوقات سے صرف اللہ ہی کے واسطے محبت کی جائے اور سمجھا جائے کہ یہ دنیا امتحان وآزمائش کی جگہ ہے، اس میں ہر چیز سے اللہ تعالیٰ امتحان لیتا ہے۔

اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۔ (تغابن:۱۵)

تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہے۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُباًّ لِلّٰهِ ۔ (بقرہ:۱۶۴)

حالانکہ ایمان والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔

- اپنی اولاد کو انسان نما شیطان نہ بنایئے اور اپنے بدن سے سانپوں اور بچھوؤں کو مت جنم دیجئے جو دنیا میں آکر خدا کے دین کو بھی نقصان پہونچائیں اور خدا کے بندوں کو بھی ستائیں، اگر ایسا ہوگا تو اللہ تعالیٰ ضرور ایسے ماں باپ کو اور ان کی اولاد کو جہنم کا ایندھن بنائے گا۔
- اولاد کو دنیا کا مال وراثت میں دینے کے بجائے دین کو وراثت میں دیجئے اور آخرت میں فقیر، بھکاری، مفلس اور غریب ہونے سے بچایئے۔

اولاد کو جہنم سے بچانے کیلئے کونسی تعلیم ضروری ہے؟

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ۔ (ابن ماجہ)

ہر مسلمان (مرد وعورت) پر (دین کا ضروری) علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔

تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ ۔ اس علم سے اللہ کی پناہ مانگو جو نفع نہ دے۔ (ابن ماجہ)

صرف علم کا دلا دینا تربیت نہیں موجودہ زمانہ کے والدین کو غیر مسلموں کی طرح غلط فہمی ہوگئی ہے، وہ اولاد کی تعلیم کو تربیت سمجھ رہے ہیں، حالانکہ تعلیم اور تربیت دونوں علاحدہ علاحدہ چیزیں ہیں، تربیت میں تعلیم ایک اہم جزء اور اس کا حصہ ہے، لیکن تربیت تعلیم کا جز اور حصہ نہیں، اگر کسی بچہ کی تربیت کرنی ہو تو اسے تعلیم کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام شعبوں کے اخلاق بھی سکھانا ہوگا، تب ہی وہ صحیح اور مکمل تربیت ہوگی، اسلام تعلیم میں سب سے زیادہ اہمیت بچوں کی تعمیر سیرت وکردار پر دیتا ہے، جب تک تعلیم اچھا کردار پیدا نہ کرے گی اس وقت تک تربیت نامکمل اور ادھوری ہی رہے گی اور تعلیم کا مقصد بھی حاصل نہیں ہوگا، اسلئے اسلام ایمان کے ساتھ ساتھ عمل صالح کو بھی ضروری قرار دیتا ہے بلکہ ایمان کا تقاضا عمل ہی بتلاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن میں تعلیم کتاب کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس بنیادی طور پر شامل ہے۔

مگر موجودہ دور کے اکثر والدین صرف دنیوی تعلیم دلا کر اتنے مطمئن اور خوش رہتے ہیں جیسے کہ انہوں نے تربیت اولاد کا پورا حق ادا کر دیا اور ان کو جہنم سے بچانے کا پورا سامان مہیا کر دیا ہے، ان کو یہ بات سمجھنی چاہئے کہ موجودہ زمانہ کی دنیوی تعلیم کس قسم کی ہے اور بچہ کو کیا بنا رہی ہے؟ آج کل کی تعلیم کا کعبۂ مقصود صرف اور صرف پیٹ ہے، وہ صرف مادیت اور پیٹ بھرنے کا ذریعہ سکھاتی ہے، ایسی بے عقیدہ اور بے مقصد تعلیم ہے، جس سے انسان کا رشتہ مذہب اور اخلاق سے کٹ جاتا ہے، اس تعلیم سے انسان نہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان سکتا ہے اور نہ اپنے آپ کو، اس تعلیم سے ایک مسلمان اعلیٰ نصب العین کے لئے جینا اور مرنا بھول کر پڑھا لکھا، خود غرض، عیاش، فاسق وفاجر، دولت کا پجاری بن جاتا ہے، حقیقت یہ ہے

کہ جب کوئی قوم اپنی منزل کا شعور کھو دیتی ہے تو وہ آہستہ آہستہ گمراہی میں گر جاتی ہے پھر ایک دن تباہ و برباد ہو جاتی ہے، اس تعلیم کی وجہ سے ایک انسان کا دماغ دنیوی اعتبار سے کتنا ہی تیز کیوں نہ ہو جائے مگر اس کے قلب و روح کے سوتے خشک ہی رہتے ہیں، اس بے عقیدہ بے مقصد اور مادی تعلیم کی وجہ سے دل و دماغ کی نشو ونما متضاد سمتوں میں ہوتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ علم اسی وقت دوست اور رہنما و نفع بخش ہوتا ہے جب اس کا محور دل ہو ورنہ وہ صرف تن پرستی کا ذریعہ بن کر انسانی سانپ کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اس کے علاوہ تعلیم کا مقصد یہی نہیں ہونا چاہئے کہ صرف معلومات حاصل ہو جائیں اور انسان اپنے ذہن کی پیاس بجھالے بلکہ تعلیم کے ساتھ ہی اسے اپنی سیرت کی تعمیر کرتے ہوئے اخلاق حسنہ پیدا کرنے کا شوق بڑھے اور بد اعمالیوں سے نفرت پیدا ہونی شروع ہو جائے۔

علم نافع کونسا علم ہے؟ وہ علم ہے جس سے رب کی پہچان ہوتی ہو، وہ علم ہے جس سے اپنے پروردگار سے محبت بڑھتی ہو، وہ علم ہے جو عمل پر مجبور کرتا ہو اور اعمال صالحہ کی طرف رغبت دلاتا ہو، وہ علم ہے جس کے ذریعہ بڑوں چھوٹوں کے آداب، اہل وعیال اور دوسرے انسانوں کے حقوق سکھائے جاتے ہوں، مگر کیا وہ علم نفع بخش علم ہے جس سے نہ رب کی پہچان ہوتی ہو اور نہ اپنے پروردگار سے محبت پیدا ہوتی ہو، جس سے نہ کوئی انسانیت پیدا ہوتی ہو اور نہ اخلاق سکھائے جاتے ہوں اور نہ ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہو۔

اسلام نے والدین پر اولاد کی تربیت فرض کی ہے تاکہ تربیت کے ذریعہ ان کے اخلاق و کردار کو سنوارا جائے اور ان میں انسانیت پیدا کی جائے اور اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ بنایا جائے، اگر تعلیم کے باوجود یہ چیزیں پیدا نہیں ہو رہی ہیں تو والدین کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت نہیں کر رہے ہیں اور ان کی اولاد نفع بخش علم حاصل نہیں کر رہی ہے، ان کی تربیت میں نقص اور خرابی ہے۔

اسلام دنیوی تعلیم دلانے سے نہیں روکتا اس تشریح سے یہ نہ سمجھئے کہ یہاں دنیوی علم کے حاصل کرنے کی مخالفت کی جارہی ہے بلکہ سمجھانا یہ مقصود ہے کہ کونسے علم سے کیا چیز حاصل ہوگی اور جہنم کی آگ سے محفوظ رہنے کیلئے کونسا علم پہلے اور ضروری ہے؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ

انسانوں کو تاکید کر رہے ہیں کہ انسان جو بھی علم حاصل کرے اسے اپنے پروردگار کے تعارف کے ساتھ حاصل کرے، اپنے خالق اور مالک کے نام کے ساتھ حاصل کرے، ارشاد ہے:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔ (علق:۱) پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے تم کو پیدا کیا۔

کونسی پڑھائی پڑھو؟ جس میں پہلے اللہ کا نام آئے، اللہ کا تعارف ہو، وہ پڑھائی پہلے پڑھائی جائے، اس کے بجائے اگر ہم نے سب سے پہلے کیٹ Cat، ریاٹ Rat، میان Man، کتا، بلی، جھاڑ، پہاڑ پڑھانا شروع کیا تو اس سے مخلوقات کا تعارف تو ہوگا خدا کا تعارف نہ ہوگا، اس کے بجائے اگر ہم یوں پڑھائیں کہ اللہ وہ ذات ہے جو درختوں کا خالق ہے، اللہ وہ ذات ہے جو پہاڑوں کا مالک ہے، اللہ وہ ذات ہے جو انسانوں اور تمام مخلوقات کا رب ہے تو اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان اور اس کی قدرت کا تعارف ہوگا، اس لئے فرمایا گیا کہ ''اے انسانو! تم دنیا کا کوئی بھی علم حاصل کرو تمہاری مرضی ہے مگر پہلے وہ علم حاصل کرو جس سے پروردگار کا تعارف حاصل ہو جائے، وہ کونسا علم ہے؟ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ۔ اپنے پروردگار کے نام سے پڑھو جو تمہارا پالنے والا ہے۔

اسلام دنیا کا علم حاصل کرنے سے منع نہیں کرتا اس لئے اولاد کو دینی و دنیوی علم کے سیکھنے کا بھرپور موقع دیا جائے، کسی بھی علم سے جاہل نہ رکھا جائے، بے علم اور اَن پڑھ رہنے سے طرح طرح کے نقصانات ہوتے ہیں، والدین پر لازمی اور ضروری ہے کہ اولاد کو ہر وہ علم سکھائیں جس سے قوم کو، ملک کو، معاشرہ کو، دین کو اور خود ان کو فائدہ ہوتا ہو، مگر تمام علوم میں جو اصلی حقیقی اور ضروری علم ہے وہ قرآن اور حدیث کا علم ہے، جس کے بغیر انسان کامیاب نہیں ہوسکتا، اس علم کو سب سے پہلے یا دنیوی علم کے ساتھ ساتھ شعوری انداز پر دلائیں تاکہ بچہ اپنے اور اپنے پروردگار کے تعلق سے جان سکے، اپنے مالک کو صحیح پہچان سکے، اس سے حقیقی محبت کرکے اس کی اطاعت کرے، مقصد زندگی سے واقف ہو سکے اور ہر قسم کی گمراہی و جہالت سے بچے۔

دنیوی علم آپ اپنی اولاد کو نہیں دلائیں گے تو آپ اور آپ کی اولاد دوسری قوموں کی محتاج اور مجبور زندگی گذارے گی اور اسے دوسرے قوموں کی غلامی کرنی پڑے گی، اس لئے دنیوی علم کے ساتھ ساتھ دینی علم کو سیکھنے کا اولاد کے لئے زبردست انتظام کیجئے، حضرت عمر

فاروقؓ نے فرمایا کہ:

اپنی اولاد کو علم سکھاؤ، تیراکی سکھاؤ، تیراندازی سکھاؤ، گھوڑوں کی پیٹھ پر جم کر بیٹھنا سکھاؤ، نشانہ بازی، گھوڑسواری اور تیراکی کو اسلام ذکر الٰہی بتلاتا ہے۔ (طبرانی)

موجودہ زمانہ پر غور کیجئے! آج جو قومیں تیراندازی یعنی نشانہ بازی جانتی ہیں، جو قومیں گھوڑوں کی سواری یعنی تیز رفتار سواریاں چلانا جانتی ہیں اور جو قومیں تیراکی یعنی سمندروں میں تیرنا، غوطہ لگانا جانتی ہیں وہی قومیں آج دنیا پر اور دوسری قوموں پر برتری رکھتی ہیں، جو قومیں ہوائی جہازوں پر جم کر سواری کرتے ہوئے اڑنا جانتی ہیں اور سمندروں کی لہروں کو چیرتی ہوئی ان کے خزانوں کو نکال رہی ہیں وہی قومیں پوری دنیا میں اپنی قوت کا لوہا منوارہی ہیں، سمندروں کی لہروں کو چیرنا اور ان پر حکمرانی، اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک کہ آپ تیرنا اور غوطہ لگانا نہ جانتے ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ اس روایت میں صرف دینی علوم کی ہی بات نہیں بلکہ دنیا کے علوم کی بھی بات کی جارہی ہے، یہ بالکل سیدھی سی بات ہے کہ اولاد کو جدید علوم سے بھی واقف کرایا جائے، سائنس، ٹکنالوجی، ریاضی، علم نباتات، علم حیوانات، علم معدنیات، علم طب اور سیاسی، تجارتی بلکہ ہر علم سے آراستہ کیجئے تاکہ مسلمان دنیا کی زندگی گذارنے میں مشکلات سے دوچار نہ ہوں، یہ اولاد کا حق ہے جو ان کو ملنا چاہئے۔

تعلیم منزل نہیں نشان منزل ہے، دنیا کا علم دین کے ماتحت رہنا چاہئے، مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے ساتھ علم کو بھی مسلمان بنائے اور اس علم سے دین کی، قوم کی، ملک کی، دنیا کے تمام انسانوں کی خدمت کرتے ہوئے اسلام کے پھیلنے میں مدد کرے اور لوگوں کو اس علم سے امن وسکون ملے، اگر یہ علم دین کے تحت نہ رہا تو پھر انسان شیطانیت اختیار کرتا ہے اور دنیا میں فساد ہی فساد برپا کرتا ہے، چنانچہ آج جو مسلمان دنیا کی بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کررہے ہیں، ان میں کی اکثریت سے قوم کو، ملک کو اور دین کو، عام انسانوں کو، کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے، وہ صرف اپنا پیٹ بھرنے اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے خود غرضانہ زندگی گذار رہے ہیں، اسلام کی تعلیمات کو عام کرنے میں ان کا کوئی حصہ ہی نہیں اور نہ ان کی یہ تعلیم ان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ سے روک رہی ہے، وہ بڑی بڑی ڈگریاں رکھ کر ہر قسم کی بد

اعمالیوں کے شکار ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کو اس مفید اور ضروری علم سے آراستہ نہیں کیا گیا اور وہ پاکیزہ، نفع بخش تعلیم ہی نہیں دی گئی جس کا حاصل کرنا اسلام نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض بتایا ہے۔

بیشک تعلیم ہمارے معاشرہ کی ایک اہم ضرورت اور جزو ہے کچھ لکھے پڑھے بغیر اس دنیا میں جینا بہت مشکل ہو جاتا ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے انسانیت نے اپنے سفر کا آغاز تاریکی اور جہالت سے نہیں بلکہ علم اور روشنی سے کیا ہے، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے زیورِ علم ہی سے آراستہ کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے قرآن کہتا ہے: (یہ رسولؐ) ان پر آیات کی تلاوت کرتا ہے ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔

انسانی تمدن کی بنیادیں اس کی اچھی تعلیم وتربیت پر ہیں، تعلیم ہی کے ذریعہ ایک قوم اپنی تہذیب وتمدن اور فکر وعمل کو اپنی آگے کی نسلوں تک پہنچا سکتی ہے، تعلیم ہی سے ذہنی، جسمانی اور اخلاقی تربیت ہوتی ہے، کسی قوم کی زندگی کا انحصار ہی اس کی تعلیم پر ہے اور تعلیم ہی وہ عمل ہے جس سے معاشرہ کیلئے افراد سازی ہوتی ہے، تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ زندگی کے مقاصد اور فرائض کا احساس پیدا ہو اور زندگی گذارنے کے طور طریقے معلوم ہوں، مگر ضروری اور فرض تعلیم دلائے بغیر دنیوی تعلیم یکطرفہ طور پر دلا کر جانوروں کی طرح آزاد زندگی کے ساتھ پرورش کیجائے تو پھر ایسی اولاد معاشرہ، ماحول، خاندان اور ملک اور تمام انسانوں کیلئے یقیناً تکلیف دہ بن جائے گی، باکردار افراد دنیا کے لوگوں کا درد رکھنے والے افراد کا قیمتی سرمایہ ہیں، تعلیم کا مقصد انسانی کردار کی اصلاح اور دنیا کو برتنے کا طریقہ جاننا ہے جو دنیوی تعلیم سے نہیں قرآنی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے، اسلئے اس پاکیزہ، صحیح، فرض تعلیم سے آراستہ کرنے کیلئے کوشش کرنا چاہئے اور اس راہ میں بڑی بڑی قربانیاں دینے سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے، یہ اولاد کے ساتھ عظیم احسان بھی ہے اور قوم وملت کی عظیم خدمت بھی، نیز اولاد کو جہنم کی آگ سے بچانے کا ذریعہ بھی ہے اور اپنی آئندہ نسلوں میں دین کو باقی رکھنے کا طریقہ بھی ہے۔

لڑکیوں کے لئے صرف وہی تعلیم نفع بخش اور جہنم کی آگ سے بچانے والی ہے جس کے

ذریعہ وہ صحیح معنی میں دیندار اور متقی پرہیزگار بنیں، نیک بیوی اور شفیق ماں کا کردار ادا کرسکیں، شوہر کی خدمت کرتے ہوئے اولاد کی آخرت سنوار سکیں، جاہل اور اَن پڑھ رہنے کی صورت میں عورتوں کو بھی بہت پریشانی ہوتی ہے، کیونکہ وہ مجبور ومحتاج زندگی گذارتی ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تھے ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو، اس لئے جن والدین نے اپنی اولاد کو نفع بخش علم نہیں سکھایا انہوں نے اپنی اولاد کا بہت بڑا نقصان کیا، ان کے ساتھ بڑا برا سلوک کیا اور اپنی اولاد کو ضائع وبرباد کیا، اچھی طرح ذہن میں رکھئے کہ اسلام والدین کو اسی نفع بخش علم کی طرف توجہ دلاتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ ہر مرد اور عورت پر (دین کا ضروری) علم حاصل کرنا فرض ہے۔ (ابن ماجہ) اور یہ بتلاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا ورثہ علم ہوتا ہے، صحیح تعلیم سے انسان کے دماغ کی تربیت ہوتی ہے اور وہ لائق بن کر دین کا مددگار اور دنیا کیلئے رحمت بنتا ہے لیکن یہ کب اور کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ اس وقت ہوسکتا ہے کہ جب آپ اپنی اولاد کو قرآن اور حدیث کی تعلیم سے مزین کریں اور اولاد کو صحیح معنی میں مسلمان بنائیں، قرآنی تعلیم انسان کیلئے ریڑھ کی ہڈی ہے، قرآن وحدیث میں جہاں جہاں علم کا ذکر کیا گیا ہے وہ دنیاداری کا علم نہیں بلکہ دینداری کا علم ہے، دنیا کا علم تو انسانوں کے مزاج اور خواہش پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ دینداری کے ساتھ جیسے چاہیں اور جو چاہیں حاصل کرلیں، چنانچہ دنیا کا علم فرض کفایہ ہے اور قرآن و حدیث کا ضروری علم فرض ہے، دنیا کا علم حاصل کرنے سے مکان، نوکری، دولت، تیز رفتار سواریاں، سامان عیش، عمدہ غذائیں، بھاری بھاری لباس وغیرہ جیسی چیزیں ملتی ہیں، اس کے ملنے پر کامیابی کا مدار نہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی رضاء کی بنیاد ہے، ہاں ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال کرنے اور اسلام پھیلانے میں استعمال کرنے اور نہ کرنے پر کامیابی اور ناکامی کا دارومدار ہے، ان چیزوں کے استعمال کا طریقہ اور حاصل کرنے حرام وحلال کو جاننے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی ونامرضی کو معلوم کرنے کیلئے قرآن وحدیث کا علم حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ آپ کی اولاد دنیا کے علم سے حاصل کردہ تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کے خلاف استعمال کرکے گھاٹے اور خسارہ والی زندگی گذارے گی، دین کو نقصان پہنچائے گی اور آخرت میں ناکام ہوجائے گی، یہ بھی ضروری نہیں کہ آپ بچوں کو عالم ہی بنائیں بلکہ ان کو زندگی کے

تمام شعبوں کا دینی علم دلایئے۔

اس تشریح کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اپنی اولاد کو دنیوی تعلیم سے خالی رکھیں انسان کو دنیا میں زندگی گذارنے کیلئے اور دوسرے لوگوں کے مدمقابل رہنے کیلئے دنیوی علم بھی ضروری ہے اور تعلیم بھی ضروری اور اہم ہے ورنہ ہم دوسروں کے غلام بن کر رہیں گے، دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دین کا فہم اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا بہت آسان ہوجاتا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ مسجد سے باہر نکلے اور دکانداروں سے کہا کہ: مسجد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہورہی ہے اور تم لوگ یہاں دنیوی کاروبار میں لگے ہوئے ہو، لوگوں نے یہ تصور کیا کہ شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے، بال، ترکہ یا کوئی اور چیز تقسیم ہورہی ہوگی، یہ سوچ کر لوگ مسجد میں گئے تو وہاں کچھ بھی نہیں پایا، پھر ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ: وہاں تو کچھ بھی نہیں پایا، انہوں نے کہا کہ کیا وہاں کچھ لوگوں کو قرآن سیکھتے سکھاتے نہیں دیکھا؟ بس وہی چیز رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے، اس لئے اپنی اولاد کو زیادہ زیادہ اس میراث کو حاصل کرنے والا بنایئے، کیونکہ اس علم کے دلانے پر ماں باپ کے لئے بڑی زبردست بشارتیں آئی ہیں۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم ہے: باپ کا عطیہ اولاد کے لئے اس عطیہ سے بڑھ کر نہیں کہ اس کی تعلیم وتربیت اچھی طرح کرے اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اولاد کی تعلیم صدقہ وخیرات سے بہتر ہے۔ (بخاری، ترمذی، ابوداؤد)

☆ حدیث میں آتا ہے کہ جو والدین اپنے بچوں کو دین کی تعلیم سے آراستہ کریں گے تو ایسے والدین کو تاج پہنایا جائے گا جو سورج سے بھی زیادہ منور ہوگا، یہ عمل ساری مخلوق کے سامنے کیا جائے گا، حدیث میں یہ بھی بشارت ہے کہ علم دین حاصل کرنے کیلئے جو شخص نکلتا ہے تو گھر کو واپس آنے تک مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہوتا ہے، وہ اللہ کے راستہ میں ہوتا ہے، مجاہد کی طرح اس کو ثواب ملتا ہے، اس علم سے اس کو بھی فائدہ پہنچتا ہے اور مخلوق کو بھی فائدہ ہوتا ہے، یہ فضیلت دنیا کے علم کے بارے میں نہیں، ہاں! دنیا کا علم بھی فضیلت اس وقت اختیار کرتا ہے جب کہ اس کو مسلمان بنایا جائے، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو جانا اور پہچانا جائے اور

اس علم سے دین کو، مسلمانوں کو، امت کو اور دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچایا جائے اور دنیا کے دوسرے انسانوں کیلئے امن وسکون فراہم کر کے مثال قائم کی جائے، ایسا ہو تو دنیا کا یہ علم بھی بہت بڑا ذخیرہ آخرت بن جائے گا۔

چنانچہ ہر ماں باپ کی پہلی خواہش یہ ہونی چاہیئے کہ ان کی اولاد جو بھی علم حاصل کر رہی ہے اس کو وہ دین کے تابع بنائے، ان کی اولاد دین کی مضبوطی کا ذریعہ بنے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہے، اس طرح حقیقی اور فرض علم دلانے سے جو ماں باپ جتنے غافل رہیں گے وہ اپنی اولاد کو اتنے ہی گھاٹے اور خسارہ میں پائیں گے، پھر آہستہ آہستہ ان کی نسلوں سے اسلام مٹنا شروع ہو جائے گا۔

اللہ نے انسانوں کو دوزبردست خوبیاں حاصل کرنے کے قابل بنایا

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دو زبردست خوبیاں اور کمالات حاصل کرنے کے قابل بنایا ہے، جو دوسری کسی اور مخلوق کو نہیں مل سکتیں، ایک علم اور دوسرا اخلاق۔ مگر یہ دونوں کمالات خود بخود پیدا نہیں ہوتے، ان کے حاصل کرنے کے لئے انسان کو باقاعدہ محنت کرنی پڑتی ہے، محنت نہ کی جائے تو نہ علم آتا ہے اور نہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں اور انسان جانوروں سے بھی گیا گذرا بن جاتا ہے۔

انسان ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو صرف گوشت کا ایک لوتھڑا سا ہوتا ہے، نہ اچھے برے کی تمیز، نہ صحیح وغلط کا احساس، اللہ تعالیٰ جب اس کے اندر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دیتا ہے تو وہ آہستہ آہستہ برسہا برس میں باشعور انسان بنتا ہے، اگر والدین اس کو لکھنا پڑھنا سکھائیں تو وہ لکھنا پڑھنا سیکھ جاتا ہے، اگر لڑنا سکھائیں تو لڑنا سیکھ جاتا ہے، اگر یہ جانوروں میں رہے تو جانوروں جیسی حرکتیں شروع کر دیتا ہے اور دیندار سمجھدار انسانوں میں رہے تو دیندار اور سمجھدار انسان بنتا ہے، بیوقوف کم عقل دیوانے قسم کے لوگوں کے ساتھ رہے تو اس میں بھی عقل کا فقدان ہی رہتا ہے، غرض یہ کہ اس کو جیسی تعلیم دی جاتی ہے ویسی ہی حاصل کر لیتا ہے، اس لئے والدین محنت کر کے اپنی اولاد کو علم سے آراستہ کریں، ان کا ایسا ذہن بنائیں کہ وہ ہر علم کو دین کے تحت

استعمال کریں، غیر مسلموں کی طرح دنیا کا علم حاصل کر کے لوگوں کو غلام بنانے، ان کا خون چوسنے اور ان پر ظلم وزیادتی کرنے والا نہ بنے، نیز کوشش کریں کہ اولاد میں زیادہ سے زیادہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق پیدا ہوں، یاد رکھئے حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اعمال ہیں اسی کا نام اخلاق ہے، اس سے ہٹ کر کسی اور طریقہ کو اخلاق نہیں کہا جائے گا۔

دینی تعلیم سے کیا مراد ہے جب والدین سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دنیا کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی آراستہ کریں تو وہ تجوید کے ساتھ قرآن پڑھانے، چند دعائیں اور چند سورتیں یاد کرا دینے، نماز پڑھنا سکھانا، وضو غسل اور طہارت کے مسائل بتلا دینے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف سمجھائے بغیر رٹا دینے، نبیوں، فرشتوں اور آسمانی کتابوں کے نام یاد کرا دینے کو ہی پوری دینی تعلیم کا دلا دینا تصور کرتے ہیں اور مطمئن ہوجاتے ہیں کہ ان کی اولاد دین سے واقف ہوگئی اور انہوں نے اتنی باتیں سکھا کر اپنا حق ادا کر دیا، سوچئے کہ والدین اگر رسمی انداز پر اتنا علم دلائیں گے تو اولاد کیسے شعور مند مسلمان بنے گی، اتنی تعلیم سے ان میں دین کا کوئی شعور بیدار نہیں ہوگا، وہ بے شعور ہی رہے گی، اتنی تعلیم دلا دینے سے دینی تعلیم کا حق ادا نہیں ہوگا، موجود زمانہ میں یہ تعلیم تو بغیر سمجھائے طوطے کی طرح رٹا کر دلائی جاتی ہے۔

تعلیم کا طریقہ کار دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کے سلسلہ میں چند مختصر نکات ذہن نشین کر لیجئے:

(۱) ہر ماں باپ کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کیلئے دیندار، متقی پرہیزگار اہل علم کا انتخاب کریں اور ان کا شاگرد بنائیں۔

(۲) اولاد کو بنیادی دینی تعلیم مادری زبان میں دلایئے تا کہ وہ آسانی سے باتوں کو سمجھ سکے اور اسلام کی ہدایات کو سیکھ سکے۔

(۳) ایسے مدرسہ اور معلم کا انتخاب کریں جہاں کا ماحول دین پسند ہو، استاد و ذمہ دار دینی مزاج کے ہوں، کیونکہ انسان تو انسان بے جان چیز بھی ماحول کا اثر قبول کرتی ہے۔

حضورا کرم ﷺ نے اولاً جس تعلیمی ادارہ کی بنیاد رکھی تھی، وہ مسجد میں کھولا گیا تھا، یہ واضح اشارہ ہے اس بات کا کہ درس گاہ کا ماحول مسجد جیسا پاکیزہ ہونا چاہئے، ہر کام اپنی ایک مخصوص فضا کا تقاضا کرتا ہے، یہ مخصوص فضا اس عمل کے نشوونما اور پرورش میں بڑی مدد دیتی

ہے، مثلاً بیڈ روم میں خواب آور ماحول پیدا کیا جاتا ہے تاکہ پر سکون نیند مل سکے، ریڈنگ روم میں خاموش ماحول فراہم کیا جاتا ہے تاکہ پڑھائی میں یکسوئی ہو، نماز کی صحیح ادائی مسجد میں رکھی گئی ہے اس لئے کہ ہر مقام اپنے اپنے کاموں کے لحاظ سے مخصوص فضا پیدا کرتا ہے، اسلام تعلیم کے لئے مقدس ماحول کا تقاضا کرتا ہے، اس لئے کہ تعلیم ایک مقدس عمل ہے، تعلیمی ادارہ کی فضا سینما اور تفریح گاہ اور بازاری جیسی نہ ہونی چاہئے، مگر موجودہ زمانہ کے ماڈرن تعلیمی ادارے کچھ ایسے ہیں جہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں سے رقص، ہنسی مذاق اور ڈرامے کرائے جاتے ہیں، ان کو موسیقی کی محفلوں میں شریک کرایا جاتا ہے، لڑکیوں کو نیم برہنہ قبائیلی لباس پہنا کر ڈانس کرایا جاتا ہے، تفریح گاہوں کو لیجایا جاتا ہے، حالانکہ آج کل کے بچے یہ ساری چیزیں گھروں میں کرتے ہی رہتے ہیں، اسلام کی تعلیمات میں اس کی کہیں اجازت نہیں ملتی کہ تعلیم کے لئے تفریحی ڈراموں اور ناچ گانے کا ماحول بھی رکھا جائے، اسلامی تعلیم کے لئے سنجیدہ اور مقدس ماحول ہی ضروری ہے، قرآن وحدیث، صحابہؓ اور اسلاف سے کہیں بھی جواز نہیں ملتا کہ مخلوط انداز میں بچوں کو تعلیم دی جائے، تعلیم کا مخلوط طریقہ تعلیمی اداروں کے تقدس کو پامال کرتا ہے، تعلیمی ادارہ میں مخلوط تعلیم کا انتظام کرنا ایسا ہی ہے جیسے مسجد میں فلم دکھانا یا محفل قرآن میں رقص وسرور کا بھی انتظام کرنا۔

موجودہ زمانہ میں بنیادی دینی تعلیم بھی ناقص انداز میں دی جارہی ہے جس کی وجہ سے ہر ملک اور ہر طبقہ میں نئی نسل اسلام سے دور ہی ہوتی جارہی ہے، اس لئے بنیادی دینی تعلیم کے طریقہ میں تبدیلی لانا ضروری ہے۔

بچوں میں بچپن ہی سے شعوری ایمان کا ذوق بیدار کیا جائے

بنیادی دینی تعلیم انتہائی ناقص انداز میں دی جارہی ہے جس کی وجہ سے بچوں میں کچھ بھی دینی شعور بیدار نہیں ہو پارہا ہے، مسلمانوں کی نئی نسل کا دینی معیار ہر ملک میں دن بہ دن گرتا ہی جارہا ہے، افسوس تو یہ ہے کہ امت مسلمہ چار پانچ صدی سے مسلسل دن بہ دن گرتی جارہی ہے، پھر بھی کسی کا ادھر دھیان نہیں، تعلیم کے طریقہ میں بنیادی طور پر کوئی تبدیلی کرنا

بھی نہیں چاہتا، ہمارے معلمین یہ سمجھتے ہیں کہ بچہ کو بچپن میں قصے کہانیوں کے سوا ٹھوس باتیں نہیں سمجھائی جاسکتیں، دو چار صدی پہلے جونصاب تیار کیا گیا تھا اسی کو آج بھی پڑھانا ضروری سمجھا جاتا ہے جبکہ ہمارے بچے دنیوی تعلیم کی چھوٹی جماعتوں میں کمپیوٹر اور الکٹرانک وغیرہ کا علم حاصل کر رہے ہیں، کسی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی ہے کہ قرآنی علوم کے دو حصے ہیں، ایک تعلیم الایمان، دوسرا تعلیم الاسلام، یوں سمجھئے کہ ایک حصہ اول ہے دوسرا حصہ دوم ہے، یا اس کو اس طرح سمجھئے کہ اسلام کی ایک تو ''روح'' ہے اور دوسرا اس کا ظاہری ڈھانچہ یعنی ''جسم'' ہے، روح سے مراد ایمان اور ڈھانچہ سے مراد نظام شریعت ہے، اس کی روح (ایمان) سے انسان کو خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو سمجھ سکتا ہے، کائنات کی اشیاء میں غور وفکر کر کے کلمہ توحید کا اقرار دل سے کرتا ہے اور صفات کی معرفت کے بعد اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات اور فضل ورحمت کا احساس کر کے اس سے محبت کرتا ہے، یہ محبت اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی پر ڈالتی ہے، اس کے ہر حکم کے سامنے جھک جانے کیلئے تیار کرتی ہے، اسلئے بچوں کو ظاہری ڈھانچہ پر زور دینے سے زیادہ ان کے اندر روح (ایمان) پیدا کرنے کی کوشش کی جانی چاہئے، روحانیت اصل ہے جسمانیت اس کی تابع ہے، مگر ساری دنیا میں یہ غلطی کی جارہی ہے کہ وہ بچہ جو مسلم ماحول میں پیدا ہوتا ہے اس کے باپ دادا کو مسلمان دیکھ کر اور اس کا نام حکومت کے ہر رجسٹر میں مسلمانوں کے خانوں میں دیکھ کر اس کو شعوری ایمان کا حامل سمجھ لیا جارہا ہے اس لئے تعلیم الایمان (روح) کو چھوڑ کر تعلیم الاسلام (ظاہری ڈھانچہ شریعت) کا حصہ پڑھایا جاتا ہے یعنی حصہ اول کو چھوڑ کر حصہ دوم پڑھایا جارہا ہے، حالانکہ ایمان (روح) کے بغیر عمل پیدا ہی نہیں ہوتا، عمل کے نکلنے کا سرچشمہ اور جڑ ایمان ہے، بنیاد ڈالے بغیر عمارت تعمیر کی جارہی ہے، ایمان سمجھائے بغیر عمل پیدا کرنے کی محنت کی جارہی ہے جس کی وجہ سے دل میں ایمان (روح) کی جڑیں مضبوط ہی نہیں ہورہی ہیں اور بچہ کو بچپن میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان ہی نہیں ہوتی، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مضبوط تعارف کرائے بغیر ہی زیادہ محنت نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، چوری نہ کرنے، گالی نہ دینے، جھوٹ نہ بولنے پر صرف کی جاتی ہے، آج سے پندرہ سو سال پہلے

ایک مدرسہ قائم کیا گیا تھا جس میں ہر نسل اور ہر قوم کو پہلی جماعت سے پڑھایا جاتا تھا مگر بعد کے زمانوں میں ہر وہ بچہ جو مسلم ماحول میں پیدا ہوتا ہے اس کو پہلی جماعت کے بجائے چوتھی جماعت سے پڑھایا جا رہا ہے اور ایمانیات کو بس بغیر سمجھائے یوں ہی زبردستی رٹا دیا جا رہا ہے، موجودہ زمانہ کے تمام لٹریچر بھی اعمال ہی کو سمجھانے کیلئے لکھے جا رہے ہیں۔

اگر روح پیدا نہ کی گئی تو خطرہ ہے کہ بچہ زندگی بھر قدم قدم پر اسلام کے خلاف چلے گا اور مسلمان ہوتے ہوئے اسلام کو پسند نہیں کرے گا یا پھر اگر اس کو شریعت کے کچھ حصہ کا پابند بنایا جائے تو وہ عادۃً بے شعوری کے ساتھ اس کا پابند تو ہو جائے گا لیکن دوسرے حصوں کی پابندی اس پر شاق گذرے گی، چنانچہ اسی کمزور بنیادی تعلیم ہی کی وجہ سے ہزاروں مسلمان نماز کو فرض جاننے کے باوجود نماز نہیں پڑھتے، بے پردگی، رشوت، گھوڑے جوڑے کی رقمیں، گانے بجانے کو حرام اور گناہ جانتے ہوئے نہیں چھوڑ رہے ہیں، نئی نسل میں ہزاروں بچے مسلمانوں کی اولاد ہونے کے باوجود اسلام ہی کے خلاف شکوک وشبہات ذہن و دماغ میں لئے پھر رہے ہیں، ایک بچہ قرآن مجید حفظ کرنے اور سات آٹھ سال تک مذہبی ماحول میں زندگی گذارنے کے باوجود حقیقی مسلمان نہیں بن رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں ہزاروں مسلمانوں کا ایمان صرف فقہی وقانونی ہے، حقیقی ایمان نہیں جس کی وجہ سے وہ مسلمان ہوتے ہوئے رات دن اللہ تعالیٰ کی بغاوت ونافرمانی کر رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے دور بھاگ رہے ہیں۔

اس لئے اولاد کے دل میں سب سے پہلے ایمان کی جڑیں پیدا کرنے کی کوشش کیجئے، اگر دل پر محنت کی گئی تو ہاتھوں، پیروں، آنکھوں اور زبانوں سے خود بخود اسلام نکلنا شروع ہو جائے گا۔

☆اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جس کا مفہوم یہ ہے) کہ: ''انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا (دل) ہے وہ اگر درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جائے گا''۔

درخت میں جڑیں پیدا ہو جائیں تو خود بخود ڈالیاں پتے پھول نکلنا شروع ہو جائیں گے ،اسلئے سب سے پہلے دل میں ایمان کی جڑیں پیدا کرنے کی محنت کی جائے، اگر دل میں ایمان

کی جڑیں پیدا ہوگئیں تو ہاتھوں پیروں آنکھوں اور زبان سے خود بخود اسلام کی شاخیں، پتے پھول ڈالیاں نکلنا شروع ہو جائیں گی، اگر دل میں ایمان کی جڑیں ہی نہ ہوں تو پھر ظاہر پر کتنی ہی محنت کی جائے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، چنانچہ موجودہ زمانہ میں بھی زیادہ محنت ڈالیوں، پتے، پھولوں اور شاخوں پر ہو رہی ہے، دل کو درست کرنے اور دل میں ایمان پیدا کرنے پر توجہ نہیں دی جارہی ہے اس لئے اولاد کی تعلیم میں تشخیص صحیح کی جائے۔

جسمانی بیماریوں میں مختلف حصوں پر بیماری کے آثار نظر آئیں تو ہر جگہ پٹی نہیں باندھی جاتی بلکہ صحیح معائنہ اور تحقیق کر کے بیماری کے پیدا ہونے کے اصل مقام کو پہچان کر علاج کیا جاتا ہے تاکہ جسم تندرست ہو جائے اور پورے جسم میں اس کے آثار ختم ہو جائیں، اگر بیماری اندر ہے اور علاج ہاتھوں، پیروں، ظاہر کو تندرست بنانے پر کیا جائے تو وہ صحیح علاج نہیں، اس سے بیماری کبھی دور نہیں ہوتی۔

بس اسی طرح روحانی علاج میں بھی یہ ضروری ہے کہ ہر وہ مسلمان بچہ جو مسلم ماحول اور خاندان میں پیدا ہوتا ہے اس کے جسم پر محنت کرنے سے زیادہ اس کے دل میں ایمان کی جڑیں پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور اس کو شعوری ایمان دینے کیلئے دین ویسے ہی سمجھایا جائے جیسے غیر مسلم کو سمجھایا جاتا ہے، جیسا عقیدہ ہوگا ویسا ہی عمل جسم سے نکلے گا، ایک انسان جو شعوری ایمان ہی نہیں رکھتا اسے مسائل سکھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، ایمانیات میں زیادہ سے زیادہ شعور کو بیدار کرنے کیلئے بچوں پر زیادہ محنت ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور ایمان بالآخرۃ کی کیجائے، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا تعارف مفصل انداز میں کرایا جائے اور اس طرح کرایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی عرفان ومحبت بچہ کے رگ وریشہ میں سرایت کر جائے، اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت اس طرح طاری ہو جائے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ ہی کا خیال ذہن ودماغ میں لئے لئے پھرتا رہے، اس کے علاوہ بچہ کو بچپن ہی سے کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کی رحمت، اس کے احسانات وانعامات پر غور وفکر کا عادی بنایا جائے تاکہ وہ بچپن ہی سے اپنے دماغ کو استعمال کرنے والا بن کر شعوری ایمان بیدار کر سکے۔

بچوں کو ان کے ذہنی سطح سے قریب ہو کر آسان لفظوں میں ذیل کے سوالوں کا جواب موثر

انداز میں سمجھائیے۔

اللہ ہے لیکن ہم یہ کیسے سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ ہے؟ کافر کسے کہتے ہیں؟ ایک کافر انسان اللہ کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ دنیا خود بخود بن گئی، خود بخود چل رہی ہے، اس کا کوئی خدا نہیں، خدا ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ اگر بچے کے دل میں شیطان یہ وسوسہ ڈال دے تو وہ کیسے اپنے آپ کو سمجھائے؟ انسان کس کس طرح سے کفر کرتا ہے؟ مشرک کسے کہتے ہیں؟ ہم یہ کیسے سمجھائیں کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ تعالیٰ بیٹا، بیٹی، بیوی جیسے رشتے ناطوں سے کیسے پاک ہے؟ انسان کس کس طرح شرک کرتا ہے؟ توحید کسے کہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ انسان اللہ کی ذات اور صفات میں کیسے شرک کرتا ہے؟ اللہ ہی عبادت کے لائق کیوں ہے؟ دوسرے عبادت کے لائق کیوں نہیں؟ وہ قادر ہے تو کیسی قدرت رکھتا ہے؟ وہ خالق ہے تو کس طرح تخلیق کرتا ہے؟ وہ رب ہے تو کس طرح ربوبیت کرتا ہے؟ وہ رحمٰن ورحیم ہے تو کیسی رحمت رکھتا ہے؟ وہ حاکم ہے تو کیسی حکومت کرتا ہے؟ وہ مالک ہے تو کیسی ملکیت رکھتا ہے؟ وہ پاک اور بے عیب ہے تو کن کن چیزوں سے پاک اور بے عیب ہے؟ وہ تعریف اور حمد کے لائق ہے تو اس کے کمالات اور خوبیاں کیا کیا ہیں؟ اس کے کمال میں اور مخلوقات کے کمال میں کیا فرق ہے؟ انسان خالق کیوں نہیں بن سکتا ہے؟ انسان رب کیوں نہیں بن سکتا؟ انسان معبود کیوں نہیں بن سکتا؟ اللہ ہر چیز کو کیسے دیکھتا کیسے سنتا اور ہر چیز کا علم کیسے رکھتا ہے؟ آفاق والنفس میں غور وفکر کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ وہ ہادی ہے تو تمام مخلوقات کو ہدایت کیسے دیتا ہے؟ اسلام کے معنیٰ کیا ہیں؟ مسلمان کسے کہتے ہیں؟ کلمہ طیبہ کو کس شعور کے ساتھ پڑھنا چاہئے؟ کلمہ طیبہ ہم سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟ اللہ کو اللہ اکبر کیوں کہتے ہیں؟ دن میں پانچ مرتبہ اذان میں اللہ اکبر اور نماز کی ہر رکعت میں اللہ اکبر کیوں پڑھایا جاتا ہے؟

نبی اور پیغمبر کسے کہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو انسانوں کی طرف کیوں بھیجا؟ پیغمبروں کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟ پیغمبر کی اتباع سے کیا فائدہ ہے؟ اتباع کسے کہتے ہیں؟ ہر پیغمبر کیا پیغام لیکر آیا تھا؟ وحی کسے کہتے ہیں؟ وحی کی ضرورت کیوں ہے؟ وحی سے انسانوں کو کونسا علم ملتا ہے؟ قرآن سے پہلے جتنی وحی نازل ہوئی ان کو کیوں منسوخ کر دیا گیا؟

قرآن میں اور دوسری آسمانی کتابوں میں کونسی چیزیں مشترک ہیں؟ اور کونسی چیزوں میں فرق؟ پچھلی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان کیوں رکھنا لازم ہے؟ اور ان پر ایمان رکھنے کا مطلب کیا ہے؟ وحی کا سلسلہ بند کیوں کر دیا گیا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ کیوں ختم ہو گیا؟ ہم ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے رسول کیسے ثابت کر سکتے ہیں؟

اشرف المخلوقات کون ہے؟ اور اس میں کیا خصوصیات ہیں؟ انسان کی حقیقت کیا ہے؟ انسانوں کو خدا کیوں نہیں کہا جا سکتا؟ دنیا کیا ہے؟ اور دنیا مومن کے لئے کیا حیثیت رکھتی ہے؟ دنیا کے ذریعہ مومن کیا کماتا ہے اور غیر مسلم کیا کھوتا ہے؟ دنیا سے محبت کرنے پر کیا نقصان ہوتا ہے؟ خالق اور مخلوق میں فرق کیا ہے؟ اسلام اور غیر اسلام میں فرق کیا ہے؟ روزہ کیوں رکھنا چاہئے؟ روزہ کا مقصد کیا ہے؟ ہم کو مسلمان کیوں بنایا گیا؟ سلام کیا ہے؟ اور انسان دنیا و آخرت میں اسلام کا محتاج کیوں ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام سوالات کو سمجھانے کیلئے عبداللہ صدیقی اور مفتی مصطفیٰ مفتاحی کی تمام کتابیں پڑھئے

بچپن ہی میں مقصد زندگی کو خوب اچھی طرح سمجھایا جائے موجودہ زمانہ میں ہزاروں مسلمان ایسے ہیں جو نماز، روزہ اور تلاوت کی پابندی تو ضرور کرتے ہیں مگر زندگی کے مقصد سے واقف نہیں ہیں، اسلئے ان کی زندگی میں دین کا تصور نامکمل، ناقص اور محدود ہے؟ وہ چونکہ صرف کسی ایک چیز پر عمل کر لینے کو ہی پورا دین سمجھ رہے ہیں اسلئے زندگی کے دوسرے شعبوں میں اسلام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہیں جانتے کہ زندگی کا مقصد کیا ہے؟

اس لئے اولاد کو بچپن ہی میں نماز، روزہ کی تعلیم سے پہلے زندگی کا مقصد کیا ہے سمجھایا جائے تاکہ دین کا جامع اور مکمل تصور بچپن ہی سے ذہن میں بیٹھ جائے اور وہ اسی تصور اور مقصد کے ساتھ اپنی آئندہ زندگی گذار سکے، ہماری کتابیں ''سورۃ العصر اور ہماری زندگی'' یا ''ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟'' کو اگر اچھی طرح سمجھایا جائے تو زندگی کا مقصد اچھی طرح ذہن نشین ہو سکتا ہے۔

سورۂ فاتحہ کا زبردست طریقہ پر شعور دیا جائے سورۂ فاتحہ کو ام القرآن کہا گیا ہے یعنی

پورے قرآن کا خلاصہ نچوڑ اور بنیاد ہے، اسے مسلمانوں کو ہر روز تمام نمازوں میں پڑھنا لازمی قرار دیا گیا ہے، ایک مسلمان بچپن سے مرنے تک لاکھوں مرتبہ اسی سورت کو بار بار پڑھتا رہتا ہے، مگر افسوس آج ہزاروں مسلمانوں کو اس کا معنی مطلب اور مفہوم ہی معلوم نہیں، وہ اس کی اہمیت کو سمجھے بغیر بس بے شعوری کے ساتھ زندگی بھر پڑھتے رہتے ہیں، چونکہ اس سورت کی حقیقت سے ہی واقف نہیں، اس وجہ سے سورۂ فاتحہ کو بار بار پڑھنے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عہد و اقرار کرنے کے باوجود وہ عملی زندگی میں اس کے بالکل خلاف زندگی گذار رہے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ بچوں کو بچپن ہی میں سورۂ فاتحہ کے معنی و مفہوم خوب اچھی طرح ذہن نشین کرا دئے جائیں تا کہ بچہ بچپن ہی سے قرآن کے اس خلاصہ کو ذہن میں رکھے اور پورے قرآن کی دعوت سے واقف رہے اور سمجھ کر نماز پڑھتا رہے۔

زندگی کے مختلف شعبوں کا بھی علم دیا جائے اسلام نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر دین کا علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے، حقوق العباد کی وضاحت کر کے ایک انسان پر دوسرے انسانوں کی ذمہ داریوں کو سمجھایا ہے تا کہ دنیا میں امن وسکون قائم رہے، لیکن حقوق العباد کی تعلیم کما حقہ عام نہ ہونے کی وجہ سے زندگی کے مختلف شعبوں میں فساد ہی فساد ہے، اس لئے اولاد کو بچپن ہی سے ماں باپ کے حقوق، مسلمانوں، پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے حقوق، سلام و ملاقات اور گفتگو کے آداب، مسجد کے آداب، نماز اور یوم جمعہ کے آداب، سونے اٹھنے بیٹھنے کے آداب، طہارت، وضو غسل کے آداب، راستہ چلنے کے آداب، دوستی کے آداب، میزبانی و مہمانی کے آداب، رنج وغم اور خوشی کے آداب اور جوان ہونے کے بعد مال کمانے اور خرچ کرنے کے آداب، تجارت اور نوکری کے آداب، بیوی کے حقوق، شوہر کے حقوق، اولاد کے حقوق، اسلام میں نکاح کیوں رکھا گیا؟ نکاح کو عبادت کیسے بنایا جائے؟ وغیرہ وغیرہ، یہ تمام باتیں بتلانا والدین پر لازمی اور ضروری ہے، اس کے بغیر ایک انسان صحیح معنی میں اسلامی تعلیمات کے ساتھ زندگی نہیں گذار سکتا۔

اولاد کو بچپن ہی میں قرآن کے حقوق کیا کیا ہیں؟ خوب اچھی طرح تفصیل کے ساتھ سمجھا دئے جائیں تا کہ وہ زندگی بھر ایک ایک حق کو باقاعدہ ادا کرتا رہے اور مرنے تک

بھولنے نہ پائے۔

اولاد کو بچپن ہی سے دروس قرآن کی مجالس میں لیجایا کیجئے اور قرآنی علوم سمجھانے کی خاطر کسی عالم دین کے ذریعہ گھروں میں درس قرآن اور درس حدیث کی محفلوں کو آباد کر کے گھروں میں نورانی ماحول پیدا کیجئے، قرآن کا علم حاصل کئے بغیر عقل میں اضافہ نہیں ہوتا۔

مخلوط تعلیم اور مخلوط سوسائٹی بھی اولاد کے بگاڑ کا بہت بڑا ذریعہ ہے

موجودہ زمانہ کے اکثر مسلمان ماں باپ دین سے ناواقفیت کی بناء پر یہود ونصاریٰ کی نقالی کرتے ہوئے اپنی اولاد کو مخلوط تعلیم گاہوں میں تعلیم دلانے کو برا نہیں سمجھ رہے ہیں اور اپنے لڑکے لڑکیوں کو مخلوط مدرسوں اور مخلوط کالجوں میں شریک کروا کر ماڈرن تعلیم دلا رہے ہیں، یہ طریقہ اولاد کی تربیت کیلئے انتہائی خطرناک اور مسلم معاشرہ کیلئے تباہ کن ہے، اس سے معاشرہ میں تیزی کے ساتھ برائی پھیلتی ہے، لڑکے لڑکیوں میں زنا اور بدکاری کا ماحول اور ذہن بنتا ہے، لڑکیوں کی عصمت وعفت کی حفاظت کرنا بہت مشکل بن جاتا ہے۔

ایسے اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم دلانے سے لڑکے لڑکیاں بے شرم و بے حیاء، بے تکلف اور آزاد ذہن کے بن جاتے ہیں، لڑکیوں کو لڑکوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے عورت کا مزاج کم اور مردانہ ذہنیت زیادہ پیدا ہونا شروع ہوجاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو مردوں کے برابر سمجھنا شروع کر دیتی ہیں اور ان میں اطاعت گذاری کا مزاج کم اور حاکمانہ مزاج زیادہ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے، ان کی یہ آزادانہ ذہنیت اور مردوں کے ساتھ برابری کا احساس ان کو طرح طرح کی برائیوں کی طرف رغبت دلاتا ہے، یہاں تک کہ وہ لڑکیاں ہو کر لڑکوں کو چھیڑنا اور بنانا شروع کر دیتی ہیں۔

آج کل تو ٹی وی کے عام ہونے اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں سیکس کی تعلیم داخل ہوجانے کی وجہ سے مخلوط تعلیم گاہوں کے ان اسکولوں میں چھوٹے چھوٹے لڑکے لڑکیاں تک ایک دوسرے سے دلچسپی لیتے ہوئے چھیڑ چھاڑ اور دل لگی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اس لئے مخلوط تعلیم گاہوں میں اولاد کو تعلیم دلانا گویا ان کو عاشقانہ ماحول اور عاشقانہ ذہن کے ساتھ

تربیت کرنا ہوگا، ماں باپ کا ایسے ماحول میں اپنی اولاد کو برائی اور بدکاری سے بچانا بہت مشکل ہوتا ہے، اس لئے لڑکے لڑکیوں کو ان کے علاحدہ علاحدہ اسکولوں میں شریک کرا کر تعلیم دلائی جائے، لڑکیوں کو لڑکیوں ہی کے مدرسوں میں تعلیم دلانے سے ان میں شرم وحیاء، نزاکت، عورت کا مزاج اور ذہنیت باقی رہتی ہے، جو لڑکیاں مردوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیتی ہیں تو پھر ان کو عورتوں میں بیٹھنا اٹھنا قید معلوم ہوتا ہے۔

مسلمان لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد ماڈرن تعلیم کے نام پر غیر مسلموں کے اسکول اور کالجس میں غیر مسلم ماحول کے ساتھ تعلیم پا رہی ہیں جس کی وجہ سے وہ غیر مسلموں کو دیکھ دیکھ کر اپنے تمام طریقے چھوڑتے ہوئے غیر مسلموں کی تہذیب وتمدن کو اپنا رہی ہیں، چنانچہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے والی اکثر لڑکیاں دن بدن بے پردہ بنتی جا رہی ہیں اور مسلمان ہوتے ہوئے اسلامی تہذیب کو پسند نہیں کر رہی ہیں اس لئے حتی الامکان اپنی لڑکیوں کو ایسے اسکولوں میں بھیجئے جہاں مسلم ماحول ہو یا کم سے کم مسلم لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہو تا کہ ان پر اسلامی کلچر اور تہذیب کا غلبہ باقی رہے اور وہ مسلم مزاج ہی کو حاصل کرتی رہیں۔

مخلوط اسکولوں کی طرح مسلمانوں کے معاشرہ میں مخلوط سوسائٹیاں بھی عام ہوتی چلی جا رہی ہیں اور عورتوں، مردوں کی ایک بڑی تعداد رشتہ داری کی بنیاد پر بے پردہ ہو کر ایک دوسرے سے خلط ملط ہو جاتی ہیں، چنانچہ اس قسم کے نظارے عام طور پر شادی بیاہ اور دیگر تقاریب میں کثرت سے نظر آتے ہیں، اور خاندان کے تمام مرد اور عورتیں بے تکلف بے پردہ خلط ملط ہو کر بڑی بے تکلفی کے ساتھ ملاقات اور گفتگو کرتے ہیں اور مسلم معاشرہ کا یہ خاندان مسلمان ہوتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے یہود و نصاریٰ کے معاشرہ کا نمونہ اور مثال پیش کرتا ہے اور غیر مسلموں کا معاشرہ نظر آتا ہے، اس معاشرہ کے مردوں اور عورتوں، لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ مسلمان خاندان کا معاشرہ نہیں بلکہ جانوروں کا معاشرہ ہے، جیسے میدانوں میں جانوروں کے نر اور مادہ ایک ساتھ ایک دوسرے کے قریب ہو کر چلتے پھرتے ہیں، اٹھتے بیٹھتے خلط ملط ہو جاتے ہیں ویسے ہی یہ غیر تربیت یافتہ مسلمان زندگی کا نظارہ پیش کر رہے ہیں اور

مسلمان ہوتے ہوئے یہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اختیار کرنے کے بجائے جانوروں کی زندگی اور معاشرہ کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔

غور کیجئے کہ سوسائٹی ماحول اور معاشرہ کا اگر یہ حال رہا تو یہ امت دعوت کا کام کیسے کرے گی؟ اور اس امت میں تربیت پانے والے نونہال کہاں سے اسلامی تہذیب وتمدن اختیار کرسکیں گے؟ اوران میں اعمال صالحہ کہاں سے پیدا ہوں گے؟

اس لئے ماں باپ اگر اپنی اولاد کو دیندار بنانا چاہتے ہوں تو مخلوط اسکولوں، کالجوں اور مخلوط معاشرہ سے سختی کے ساتھ اپنی اولاد کو بچائیں، آج مغربی ممالک کی تہذیب کی مکمل بربادی اوران کی معاشرتی زندگی کی تباہی وبگاڑ کا راز مخلوط تعلیم اور مخلوط معاشرہ ہی ہے، جہاں ہزاروں بچے حرام کاری سے پیدا ہوتے ہیں اور جہاں ایک لڑکے کے کئی کئی گرل فرینڈ اور ایک لڑکی کے کئی کئی بوائے فرینڈ ہوتے ہیں، یہ کسی بھی معاشرہ کی اخلاقی گراوٹ کی انتہاء ہے اور ایسے معاشرہ میں اعمال صالحہ کا کوئی تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

متفرق ھدایات

❁ لڑکوں اور لڑکیوں کو بچپن ہی سے علاحدہ علاحدہ کھیلنے کا عادی بنایا جائے، لڑکے اگر لڑکیوں کے ساتھ کھیلنے کے عادی بنیں گے تو لڑکوں میں نقصانِ عقل آجانے کا احتمال ہے، لڑکیوں میں بے حیائی پیدا ہوسکتی ہے اور دونوں کی عادتیں بگڑ سکتی ہیں۔

❁ گھروں میں بھی لڑکے اور لڑکیوں کے لئے علاحدہ علاحدہ حجرے رکھے جائیں تاکہ وہ اپنے کمروں میں لکھیں پڑھیں اور آرام کریں۔

اولاد کو بچپن ہی سے نماز کا پابند بنانا ہوگا

وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقاً نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَ الْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۔ (طٰہٰ:۱۳۲)

”اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیا کرو، خود بھی اس کی پوری طرح پابندی کرو، تم سے ہم روزی کے طالب نہیں ہیں روزی تو تم کو ہم دیتے ہیں، پرہیز گاروں کیلئے آخرت کا بہترین انجام ہے“۔

☆ابوداؤد کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
جب تمہاری اولاد سات سال کی ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور دس برس کی ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے پر مارو (اس عمر میں) ان کے بستر علاحدہ علاحدہ کردو۔

اس حدیث میں والدین کو تین آداب بتلائے گئے ہیں، نماز کا حکم دینا، نماز نہ پڑھنے پر سختی کرنا، بستر علاحدہ علاحدہ کردینا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ امت کے تمام والدین کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دے رہا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیتے رہیں اور خود بھی نماز کی پابندی کرتے رہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کو خاص طور پر یہ تاکید فرمائی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو بچپن ہی سے نماز کا عادی بنائیں اور نماز نہ پڑھنے پر سختی بھی کریں، اس لئے تمام مسلمان والدین کو رات دن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا یہ حکم خاص طور پر یاد رکھنا چاہئے اور اپنی اولاد کی پرورش میں سب سے زیادہ محنت عقائد کے بعد نماز کی کرنی چاہئے، برائی اور فحش کاموں سے دور رہنے کا آسان نسخہ نماز کی پابندی ہے، ارشاد خداوندی ہے:
اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ ۔یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔(العنکبوت:۴۵)
اور اللہ کی یاد کو زندہ اور باقی رکھنے کیلئے اولاد کو نمازوں کا پابند بنایئے۔

اپنی اولاد کو اعمال صالحہ سے آراستہ کرنا ہو تو انہیں بچپن ہی سے نماز کا پابند بنایئے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نماز ہی نہیں پڑھتی، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اکثر ماں باپ اپنی اولاد کو بچپن میں نماز پڑھنے کی ترغیب ہی نہیں دیتے اور نہ نماز کی ادائیگی میں سستی کرنے پر سختی ہی کرتے ہیں، اولاد کو کھیلتا ہوا یا پڑھتا ہوا دیکھ کر اکثر باپ اکیلے ہی مسجد کو چلے جاتے ہیں اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم ہی نہیں دیتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ بچے جب بڑے ہو جائیں گے تو خود بخود پڑھنا شروع کردیں گے، جیسے دوسرے نیک اعمال پیدا کرانے میں نادانی برتتے ہیں ویسے ہی نماز کی محنت کرانے میں غفلت برتتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی اولاد بے نمازی مسلمان کی حیثیت سے تربیت پاتی ہے اور بچپن کی یہ بے نمازی پن کی عادت آہستہ آہستہ پختہ ہوتی چلی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جوانی میں اگرچہ نماز کو فرض جانتے ہیں لیکن عملی طور پر ادا نہیں کرتے، جیسے پودا جب درخت بن جائے تو اس کو موڑنا آسان نہیں ویسے

ہی یہ اولاد بھی نماز کی طرف نہیں آتی، بچپن میں ماں باپ کے نماز کی محنت نہ کرانے کی وجہ سے مسلمانوں کی بڑی تعداد پوری دنیا میں بے نمازی بن کر زندگی گذار رہی ہے۔

مسلمان والدین کی بہت بڑی تعداد نہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو جانتی ہے اور نہ ان کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تاکید یاد ہے جس کی وجہ سے مسجدوں میں بہت ہی کم گھرانے کے لوگ ایسے نظر آتے ہیں جن کے والد اور بیٹے سب کے سب نماز کیلئے مسجد میں ایک ساتھ موجود رہتے ہوں، عام طور پر باپ نماز پڑھتا ہے تو اولاد نہیں پڑھتی یا اولاد پڑھتی ہے تو ماں باپ نماز نہیں پڑھتے، یا والد اکیلا نمازی ہے، بیوی بچے نماز نہیں پڑھتے، سوتے پڑے رہتے ہیں، یہی حال عورتوں کا ہے، ماں نماز پڑھتی ہے تو لڑکیوں کو تاکید اور مجبور نہیں کرتی کہ وہ نماز ادا کریں، مائیں خود تو پڑھ لیتی ہیں لڑکیوں سے نماز کا نہ کوئی مطالبہ کرتی ہے اور نہ اس کیلئے ان سے ناراض ہوتی ہیں، گھر کے افراد نماز نہ پڑھنے سے گھروں میں لعنت اور بے برکتی پیدا ہوتی ہے اور رزق میں تنگی ہوتی ہے، ماں باپ اگر اپنی اولاد کو بے نمازی بنا کر رکھیں گے تو وہ لعنتی اولاد کے ساتھ خود بھی لعنت میں مبتلا ہوں گے اور ان کے گھر پر دن رات لعنت برستی رہے گی اور ان کی کمائیوں میں کوئی برکت بھی نہیں ہوگی، مگر اس کے باوجود موجودہ زمانہ کے اکثر ماں باپ اپنی بے نمازی اولاد کے ساتھ خوشی خوشی زندگی گذارتے ہیں، ان کو اپنی اولاد کا بے نمازی ہونا اور نماز چھوڑنا برا ہی نہیں لگتا حالانکہ ان کی اسی اولاد کی وجہ سے ان کے پورے گھر پر لعنت برستی ہے اور رزق میں تنگی پیدا ہوتی ہے، پھر بھی ان کو اپنی اولاد کا بے نمازی ہونا اور نماز چھوڑنا برا نہیں لگتا۔

☆ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جس نے نماز کو ڈھایا اس نے دین کو ڈھایا جس نے نماز کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا، ایک اور حدیث میں ہے کہ نماز دین کا ستون ہے۔ (طبرانی)

مگر اس کے باوجود ماں باپ اپنی اولاد سے دین کو ڈھا دیتے ہیں، اس ستون کے بغیر بھی وہ اپنی اولاد کو مسلمان سمجھتے ہیں، مسلم کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ مومن اور غیر مسلم کے درمیان فرق نماز کا ہے۔ مفسرین قرآن نے نماز کو قائم کرنے کی یہ شرط بتائی ہے کہ صرف خود کا نماز پڑھ لینا نماز کو قائم کرنا نہیں بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی نماز کا حکم کرنا اور نماز پڑھانا نماز کے قائم کرنے میں شامل ہے۔

اس لئے والدین پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچپن ہی سے اپنی اولاد کو نماز کا پابند بنائیں اور نماز کے اوقات میں ان کو کھیل کود، پڑھائی لکھائی اور سونے سے منع کریں، سختی اور تاکید کرتے ہوئے اپنے ساتھ نماز کو چلنے پر مجبور کریں، نیز ہر نماز کے لئے خود مسجد جانے سے پہلے گھر کے تمام افراد کو نماز کے لئے تیار کرا کر مسجد جائیں تاکہ باپ کے ساتھ ساتھ ماں اور بیٹیاں بھی نماز کی پابند ہو جائیں اور وقت پر نماز ادا کرلیں، اگر والدین ایسی محنت کریں گے تو ان کی اولاد جہنم کی آگ سے بچ سکتی ہے اور اولاد ہر قسم کی بلاؤں مصیبتوں سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ دنیا کے ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ جو عادت انسان کو بچپن میں پڑ جاتی ہے وہ زندگی بھر نہیں جاتی۔

۷/سال سے پہلے اولاد کو مسجد میں نہ لے جایئے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ ناسمجھی سے گڑبڑ کردے، دھوم مچائے یا غلاظت کردے، ایسی صورت میں باپ مسجد کی بے ادبی کرنے اور دوسروں کی عبادت میں خلل ڈالنے کا ذمہ دار اور گنہگار ہوگا، اس عمر تک بچوں کو گھر ہی میں ماں کے ساتھ نماز کی نقل کرتے رہنے دیجئے۔

اولاد کو نماز کا پابند بنانے کے لئے والدین کو سب سے پہلے سختی کے ساتھ نماز کی خود پابندی کرنی ہوگی، قول وعمل سے اولاد پر یہ واضح کردیجئے کہ نماز سے غفلت اور کوتاہی کو آپ برداشت نہیں کریں گے۔

اولاد کو بچپن میں نماز کی عادت ڈالنے اور شوق پیدا کرنے کے لئے ہفتہ پندرہ دن میں ایک مرتبہ کچھ انعام دیجئے تاکہ بچوں میں نماز کا شوق بڑھے، اس سے بچہ خود آپ کو نماز کے اوقات میں نماز کا احساس دلائے گا اور ساتھ چلنے پر خوشی خوشی راضی رہے گا، جب گھروں میں نماز کا ماحول پیدا ہوگا تو باپ کے ساتھ لڑکے اور ماں کے ساتھ لڑکیاں نماز پڑھنے لگیں گی۔

حکماء نے لکھا ہے کہ اچھے اخلاق اور نیک اعمال کا اثر صحت پر بھی ہوتا ہے، جس انسان کو نیک کاموں کی عادت ہوگی اس کی صحت بھی عمدہ رہے گی، اس لئے اولاد کو نماز اور اعمال صالحہ کا پابند بنایئے اس سے ان کی صحت پر اچھا اثر پڑے گا اور وہ صحت مند رہے گی۔

متفرق ہدایات

❁ بچوں کو فجر سے پہلے اٹھنے کا عادی بنایئے اور یہ تب ہی ممکن ہے جب کہ

والدین خود صبح جلدی اٹھنے کے عادی بنیں، ہر تعطیل کی رات ماں باپ بچوں کو تہجد کیلئے اٹھائیں اور خود بھی بچوں کے ساتھ تہجد ادا کریں، اس سے اولاد کو بچپن ہی سے آہستہ آہستہ تہجد کی بھی عادت پڑے گی۔

❁ کسی کے گھر جائیں تو بغیر سلام کئے اور بغیر اجازت لئے اندر داخل نہ ہوں، پھر واپسی پر سلام کرتے ہوئے واپس لوٹیں، مہمانوں کی خاطر تواضع میں بچوں سے مدد لیجئے، اس طرح ان کو معاشرتی زندگی کی تربیت ملے گی اور سلیقہ بھی سیکھیں گے۔

❁ بچوں کو آتش بازی کے لئے پیسے دینا شرعاً حرام ہے، یہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے اس کا ماں باپ کو جواب دینا پڑے گا۔

❁ سوتیلی ماں اور بھائی بہنوں کی بدسلوکی، والد یا والدہ کے انتقال، والد کا اپنی نئی بیوی کے ساتھ ناز برداریاں بھی بچہ کے ذہن اور عمل و کردار پر برا اثر ڈالتا ہے۔

❁ اس لئے والد یا والدہ کے انتقال کے ساتھ ہی خاندان کے قریبی رشتہ دار ایسے بچوں کو ان کے والد یا والدہ کی محبت و ہمدردی کی کمی محسوس نہ ہونے دیں۔

اولاد کو تقویٰ کی مشق کرانے کا بہترین طریقہ

رمضان المبارک کے روزے ہر مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں، اس کو فرض اسلئے کیا گیا ہے کہ مسلمان ہر سال ایک مہینہ مسلسل تقویٰ کی مشق کرتے رہیں اور باقی گیارہ مہینے اسی مشق کے ساتھ زندگی گذارتے رہیں، مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ہر سال روزہ رکھنے کے باوجود اکثر مسلمانوں کی زندگی میں تبدیلی پیدا نہیں ہو رہی ہے، وہ رمضان المبارک سے پہلے جیسے ہوتے ہیں رمضان کے بعد پھر ویسے ہی بن جاتے ہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ روزہ کے مقصد ہی سے واقف نہیں اور واقف نہ ہونے کی وجہ سے اس مقصد کو روزہ میں حاصل کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔

مسلمانوں کی بے شعوری اور اندھی تقلید کا عالم تقریباً ہر گھر کا ماحول یہ ہے کہ بچے عام طور پر والدین کو روزہ رکھتا ہوا دیکھتے، سحر و افطار میں عمدہ غذائیں اور میوے گھر میں آتا ہوا پاتے ہیں تو ان میں بھی روزہ رکھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ روزہ رکھنا

شروع کر دیتے ہیں، پھر جوان ہونے کے بعد روزہ کو فرض اور عبادت سمجھ کر رکھتے ہیں، اولاد کی اولاد بھی اسی طرح روزہ رکھنا شروع کرتی ہے، غرض نسلوں کی نسلیں بے شعوری کے ساتھ روزہ صرف ایک رسمی عبادت کا تصور لیکر رکھتی ہیں، ان کو قطعی یہ معلوم نہیں رہتا کہ روزہ فرض کیوں کیا گیا؟ اور ہر سال وہ روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ ان کو روزے میں کن کن چیزوں کی مشق کرنی چاہئے؟ روزہ کے ذریعہ کیا چیز حاصل کی جاتی ہے؟ بس ہر سال چاند دیکھتے ہی مسجدوں کو آباد کر دیتے اور چاند دیکھتے ہی مسجدوں کو ویران کر دیتے ہیں، ۱۵/سال کی عمر سے ۶۰/سال کی عمر تک ہر سال روزہ رکھنے کے باوجود ان کی زندگی میں کوئی تبدیلی پیدا ہی نہیں ہوتی، وہ اوران کے ماں باپ رمضان المبارک سے پہلے جیسے ہوتے ہیں رمضان کے بعد پھر ویسے ہی ہو جاتے ہیں، اسلئے ضروری ہے کہ جب اولاد میں شعور آ جائے اوران کے جسم میں روزہ رکھنے کی قوت واستعداد پیدا ہو جائے تو انہیں روزہ رکھنے کی تاکید کی جائے، جس طرح نماز کے لئے بالغ نہ ہونے کے باوجود ان کو نماز کی تاکید کرنا بلکہ مارنا ضروری ہے اسی طرح روزہ کے لئے بھی حکم ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ نماز میں سات سال عمر کی قید ہے اور روزہ میں قوت برداشت پر مدار ہے، نماز روزہ کی حکمت یہ ہے کہ یکدم سے کسی کام کا پابند ہونا دشوار ہوتا ہے، اگر بالغ ہونے کے بعد تمام احکام شروع ہوں تو اس سے ایک دم بار پڑ جائے گا اس لئے شریعت نے پہلے ہی آہستہ آہستہ اعمال کا عادی بنانے کا قانون مقرر کیا ہے تا کہ بالغ ہونے کے بعد دشواری نہ ہونے پائے۔

نیز اولاد کو روزہ رکھنے سے پہلے روزہ کا مقصد سمجھایئے اور رمضان بھر تقویٰ کی مشق کرایئے اور سمجھایئے کہ روزہ میں تقویٰ کن کن چیزوں سے بچنے اور کن چیزوں کی مشق کرنے سے حاصل ہوتا ہے، ان کو سمجھایئے کہ صرف پیٹ کو بھوکا اور حلق کو پیاسا رکھنے کا نام روزہ نہیں بلکہ مسلمان پیٹ اور حلق کے ساتھ آنکھوں، کانوں، دل ودماغ، شرمگاہ اور ہاتھ پیر کا بھی روزہ رکھتا ہے، اولاد کو روزہ میں خاص طور پر جھوٹ غیبت، لڑائی جھگڑا، گالی گلوج، دھوکہ بازی، ناچ گانے، ٹی وی پر فلمیں دیکھنے، حرام کھانے، بیکار بکواس کرنے، وقت اور پیسوں کو برباد کرنے، بے پردہ پھرنے، بے حیائی کی باتیں کرنے سے اپنے آپ کو بچا کر تقویٰ کی مشق کرنے کی

تاکید کیجئے، انشاء اللہ تعالیٰ اولاد میں تقویٰ پیدا ہوگا اور وہ باقی گیارہ مہینے انہی کیفیات کے ساتھ زندگی گذارے گی۔

''روزہ کا مقصد کیا ہے'' عبداللہ صدیقی کی کتاب ضرور پڑھئے اور پڑھائیے۔

مگر آج کل لوگ دنیوی پڑھائی کا بہانہ بنا کر پہلے تو اولاد کو روزہ رکھنے ہی نہیں دیتے یا وہ روزہ رکھتی بھی ہے تو روزہ میں ان تمام برائیوں سے نہیں روکتے، اس طرح بس رسمی انداز سے بچے روزہ رکھ لیتے ہیں، اولاد تو اولاد ماں باپ خود بھی روزہ میں تقویٰ کی مشق نہیں کرتے، حالت روزہ میں تقویٰ کے کاموں سے دور رہ کر حرام کماتے، بے پردہ ماں بہنوں کو پھراتے، ٹی وی دیکھتے، غیبت کرتے، لڑائی جھگڑا غصہ، وعدہ خلافی وغیرہ جیسی برائیوں کو نہیں چھوڑتے، غرض روزہ جیسی نعمت سے پورا پورا فائدہ اٹھائیے اور اپنی اولاد میں تقویٰ پیدا ہونے کی مشق کرائیے، سب گھروں میں بدترین اور ذلیل ترین وہ گھر ہے جس میں نہ کتاب اللہ کی تلاوت ہوتی ہو اور نہ لوگ عبادت کرتے ہوں۔

متفرق ہدایات

❁ آج کل یہ مرض عام ہو گیا ہے، عوام میں بھی اور خواص میں بھی کہ دوسروں کی تو اصلاح کی فکر ہے مگر اپنی اور اپنے اہل وعیال کی کوئی خبر نہیں۔ (مولانا اشرف علی تھانویؒ)

❁ اولاد کو دین کی کم سے کم اتنی تو تعلیم دو کہ وہ دنیا کی رنگینیوں میں گم نہ ہو جائیں بلکہ دنیا کی رنگینیوں کے درمیان اسلامی رنگ و بو کو پھیلا کر دنیا کی بد بو پر قابو پا سکیں۔

❁ ٹی وی کے ذریعہ بچہ بالغ ہونے سے پہلے بالغ بن جاتا ہے، اگر ماں باپ جنسی ملاپ میں بے حیائی و بے شرمی کی حرکتوں سے اپنے آپ کو نہ بچائیں تو عین ممکن ہے کہ ان کی بے حیائی و بے شرمی ان کی اولاد کو ورثہ میں ملے گی، ایام حمل میں وحشتناک تصویریں یا بے حیاء و بے شرم، نیم برہنہ یا فاحشہ انسانوں کی شکلیں یا بدشکل بچوں یا جانوروں کو غور سے نہ دیکھنا چاہئے، خوبصورت بچوں، پھولوں کو دیکھنا اور خوشبو سونگھنا مفید ہے، حیض کی حالت میں بیوی سے ہمبستری کرنا حرام ہے، جو بچہ کے لئے خلقی امراض کا باعث بھی بنتا ہے۔

مسنون دعاؤں کا یاد دلانا تربیت کا اہم جز ہے

اولاد کو دیندار ذہن کا بنانے کے لئے زندگی کے تمام شعبوں کی مسنون دعاؤں کا ترجمہ کے ساتھ یاد کرانا تربیت کا اہم جز ہے، اس سے بچہ بچپن ہی سے اسلامی مزاج کے ساتھ تربیت پاتا ہے، ماں باپ کو چاہئے کہ بچہ سے ہر عمل کے کرتے وقت خاص طور پر اس عمل کی دعا مع ترجمہ سنتے رہیں، بچپن کی یہ عادت پختہ ہوجائے تو وہ زندگی بھر اٹھتے بیٹھتے ان دعاؤں کو پڑھتا ہوا اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہے گا، اس طرح بچہ میں آسانی کے ساتھ توحید پیدا ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی پہچان بڑھے گی اور ہر کام اللہ تعالیٰ سے ہونے کا تصور پیدا ہوکر ایمان میں شعور اور مضبوطی پیدا ہوگی، دعائیں مع ترجمہ یاد کرائی جائیں تو بچہ میں ایمان پیدا کرنے کی زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، وہ خود بخود ایمان کے راستہ پر پڑ جائے گا لیکن اگر صرف عربی زبان میں دعاؤں کو یاد کرائیں، مگر ان کا ترجمہ مادری زبان میں یاد نہ دلایا جائے تو وہ تمام دعاؤں کو بے شعوری کے ساتھ ہی پڑھتا رہے گا، مطلوبہ فائدہ حاصل نہیں ہوگا، ترجمہ یاد کرانے سے وہ تمام دعاؤں کا مطلب سمجھ کر دل سے پڑھنے کا عادی بنے گا۔

اس لئے والدین کم سے کم ہفتہ میں ایک دعا مع ترجمہ یاد کرائیں اور ہر دعاء کے یاد کرنے پر بچوں کو کچھ انعام بھی دیں اور خود بھی اس کے سامنے بلند آواز سے ہر مسنون دعاء کو پڑھتے رہیں اور بچوں کے ساتھ جب بھی بات کریں تو اللہ تعالیٰ کی تعریف، بڑائی اور اس کی عظمت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے بار بار بچہ کے سامنے سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، مَاشَآءَ اللّٰهُ، اِنْشَآءَ اللّٰهُ، جَزَاكَ اللّٰهُ، اَسْتَغْفِرُاللّٰهِ، اِنَّا لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وغیرہ کے کلمات کے استعمال کے ساتھ بات کیجئے اور بچہ کے ذہن پر اللہ تعالیٰ کا غلبہ پیدا کیجئے۔

بچپن ہی سے سنتوں کا شوقین بنایا جائے

اولاد کو دیندار اور اعمال صالحہ سے آراستہ کرنا ہو تو گھریلو زندگی کو سنتوں سے آراستہ کرنا بہت ضروری ہے، گھر کی فضا کو ایسا بنانا ہوگا کہ بچے خود بخود سنت والی زندگی کی تربیت پاتے رہیں، اچھے اعمال کرنے میں آسانی اور خلاف ورزی کرنے میں دشواری وتکلیف محسوس

کرے، اس کیلئے ماں باپ کو خود زندگی کے تمام شعبوں کی سنتوں پر سختی سے عمل پیرا ہونا پڑے گا تب ہی اولاد بھی سنت والی زندگی اختیار کرے گی، ماں باپ خود پابند رہیں گے تو اولاد سے سنت کی پابندی کا مطالبہ بھی کر سکتے ہیں اور اگر وہ سنت کے خلاف زندگی گذارنے والے ہوں تو اولاد میں سنت والے اعمال کا پیدا ہونا مشکل ہے۔

اولاد کی تربیت کے لئے گھر کا ماحول ایسا بنایا جائے کہ اس میں اولاد کو اسلام نمایاں طور پر نظر آئے، ماں باپ کے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے، کھانے پینے، بیت الخلاء جانے، ملاقات و میزبانی و مہمانی کرنے نیز وضع قطع اور لباس غرضیکہ تمام چیزوں میں سنت والی زندگی کی اتباع ہو، آپ کا گھرانہ محلّہ و خاندان والوں کو حقیقی معنی میں مسلمان گھرانہ نظر آنا چاہئے، اولاد میں بچپن ہی سے اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت پیدا کروائی جائے اور اس کا بھی آسان نسخہ یہ ہے کہ بچوں کو ہر عمل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے عمل کرنے کا طریقہ اختیار کرنے کی ترغیب دی جائے اور یہود و نصاریٰ کے کلچر کی مخالفت کی جائے۔

بہرحال والدین اولاد کے لئے سانچہ کی حیثیت رکھتے ہیں، جیسا سانچہ ہوگا ویسا ہی مال تیار ہوگا، اس لئے ہر ماں باپ کو چاہئے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع کریں اور گھر کا ماحول سنت کے مطابق بنائے رکھیں۔

متفرق ہدایات

❁ بعض بچے لیٹے لیٹے ماں باپ سے بات کرتے ہیں، انہیں ادب سکھائیں تاکہ وہ لیٹے ہوں تو بڑوں سے بیٹھ کر بات کریں لیٹے لیٹے بات کرنا بے ادبی ہے۔

❁ بچوں کو بچپن ہی سے مساوات انسانی، ایثار و قربانی کا درس دیں، غیر مسلموں کے ساتھ اسلام کی خاطر دوستی کی ترغیب دیں، دنیا میں دوست بنا کر رکھنے کا مقصد بتلائیں تاکہ وہ داعی کی حیثیت سے زندگی گذارنے والے بنیں، بچپن ہی سے تعصب، نفرت، بغض و عداوت سے بچائیں اور ان کو احساس دلائیں کہ سارے انسان بھائی بھائی ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، ہر کام کو بِسْمِ اللّٰہِ کہہ کر کرنے اور کسی سے کچھ تحفہ یا فائدہ یا مدد ملے تو جَزَاكَ اللّٰهُ کہنے اور مزاج وغیرہ پوچھنے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنے اور وعدہ کرنے پر اِنْشَآءَ

اللّٰہُ کہنے اور شرک کی بات سننے پر سُبحَانَ اللّٰہِ کہنے، رنج وغم پر تسلی دینے اور نقصان ہونے پر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنے کی بچپن ہی سے عادت ڈالیں اور ان الفاظ کے معنی بھی اچھی طرح یاد دلائیں۔

❁ ایک بار دستر خوان پر حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں شریک تھے جو اس وقت بہت کمسن تھے، وہ برتن میں مختلف جگہوں سے کھا رہے تھے جو آداب طعام کے خلاف تھا، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور اپنے سامنے سے کھانے کی ترغیب دی۔

❁ کنزل العمال کی متفق علیہ روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹے بسم اللہ پڑھ کر اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک بچی آئی اور اس نے بسم اللہ کہے بغیر دستر خوان سے کھانا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جس کھانے پر خدا کا نام نہ لیا جائے اس میں شیطان شریک ہوجاتا ہے۔

❁ بچہ جب بات کرنے لگے تو سب سے پہلے لفظ اللّٰہ کہنے کے قابل بناؤ اور کلمہ یاد دلا کر معنی سمجھاؤ۔ رات میں سوتے وقت سرمہ لگایا کرو۔

❁ غیر مسلم اپنی اولاد کی سدھار کیلئے کوئی دعاء کا اہتمام نہیں کرتے، ایمان والے باقاعدہ دعاء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرتے اور اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بناتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا: تربیت نہ ہو گر......!

دس بیٹے پال سکتا ہے ان پڑھ اکیلا باپ ☆ دس بیٹے مل کے پال نہیں سکتے باپ کو

بچوں کو ضدی اور شریر بنانے میں والدین کی بیوقوفی کا بھی دخل ہوتا ہے

بعض بچوں کی طبیعت انتہائی سادہ ہوتی ہے اور بعض بچوں کی طبیعت میں انتہائی شرارت ہوتی ہے، گھر کے افراد غریب طبیعت والے بچوں کو کتنا ہی لاڈ پیار اور محبت کریں اور وہ شرارت کی طرف مائل نہیں ہوتے لیکن جن بچوں کی طبیعت میں شرارت ہوتی ہے وہ ذرا سا لاڈ

و پیار ملنے پر انتہائی شریر اور ضدی بن جاتے ہیں، ماں باپ اپنے بچوں کے ذہن اور صلاحیتوں کا اندازہ لگائے بغیر ان سے اندھا دھند لاڈ پیار کرنا شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے طبیعت میں شرارت رکھنے والے بچے بہت زیادہ شریر اور ضدی بن جاتے ہیں۔

اس لئے ماں باپ اپنے ان بچوں کے ساتھ جن کی طبیعت میں شرارت بھری ہو اور جو شرارت کی طرف زیادہ مائل ہوں بہت زیادہ لاڈ و پیار کرنے سے احتیاط برتیں تا کہ بچہ پر ماں باپ کا ڈر اور خوف رہے ورنہ ایسے بچے عموماً ماں باپ ہی کا ناک میں دم کر دیتے ہیں، پھر ماں باپ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ جب ان کو غصہ آتا ہے تو ایسے بچوں کی خوب پٹائی کرتے ہیں اور جب غصہ اتر جاتا ہے تو پھر خوب لاڈ پیار کرتے ہیں، چنانچہ اکثر لوگ کہتے بھی ہیں کہ فلاں بچہ ماں باپ کے لاڈ و پیار کی وجہ سے سر چڑھ رہا ہے۔

بچوں میں ضد پیدا ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ماں باپ بعض چیزیں اولاد کو دینا نہیں چاہتے مگر بچہ جیسے ہی رونا شروع کر دے یا چیخنا چلانا شروع کر دے تو فوراً اس کے رونے اور چیخنے کو بند کرنے کیلئے اس کی خواہش پوری کر دیتے ہیں، اس سے بچہ آہستہ آہستہ احتجاج اور ضد کرنے والا بن جاتا ہے، یہ عادت آہستہ آہستہ پختہ ہو جاتی ہے اور آئندہ زندگی میں وہ اپنی تمام جائز اور ناجائز خواہشات کو ضد اور احتجاج سے منواتا رہتا ہے کیونکہ اسی راستہ سے اس کی ضرورت پوری ہوتی نظر آتی ہے، اس لئے وہ ہرگز اپنی اس روش کو بدلنے کیلئے تیار نہیں ہوتا۔

بچپن سے پڑی یہ عادت بڑے ہونے کے بعد اسے روٹھنے ذرا ذرا سی بات پر ماں باپ بھائی بہنوں سے بات نہ کرنے، کھانا نہ کھانے یا گھر کے کسی کونے میں چارپائی پر گم سم لیٹے رہنے یا منانے کے باوجود خوش نہ ہونے کی طرف لیجاتی ہے اور روٹھنے، احتجاج کرنے سے مسئلہ حل ہو جانے پر بچہ ہر بات کو اسی راستہ سے منواتا رہتا ہے، اسلئے ماں باپ کو چاہئے کہ وہ روٹھ کر جس مطالبہ کو منوانا چاہتا ہے اس کو قطعاً نہ مانے اور گھر کے دوسرے لوگ بھی روٹھنے والے کے ساتھ ہمدردی نہ برتیں اور نہ اس کے مطالبہ کی تائید کریں، اس ترکیب سے بچہ کچھ ہی دن میں روٹھنا چھوڑ دے گا۔

خوب اچھی طرح یاد رکھئے کہ بڑے بچے ضد اور چھوٹے بچے جبر و تشدد سے اپنی بات

منوانے کا طریقہ اختیار کرتے ہیں، بچے یہ تمام حرکتیں عموماً والدین کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے کیا کرتے ہیں، اس لئے ماں باپ ان کی ان حرکتوں کو زیادہ اہمیت نہ دیں اگر آپ اس کی طرف خاص توجہ نہ دیں گے تو بچہ محسوس کرے گا کہ یہ حربہ بیکار ثابت ہورہا ہے کیونکہ میری طرف تو کوئی متوجہ ہی نہیں ہورہا ہے۔

متفرق ہدایات

❁ اگر بچہ کوئی چیز مانگے اور وہ اس کیلئے مفید ہو تو فوراً دیدیجئے، رونے چیخنے چلانے کا انتظار نہ کیجئے اور اگر وہ چیز مفید نہ ہو تو بہلا کر برائی بتا کر روک دیجئے، اور بچہ کے ذہن کو دوسری طرف متوجہ کردیجئے۔

❁ ضدی اور شریر طبیعت رکھنے والے بچے سے ماں باپ اپنی محبت کا اظہار نہ کریں تو بہتر ہے ورنہ ماں باپ کے اس کمزور پہلو سے بچہ بہت فائدہ اٹھاتا ہے کہ میرے ماں باپ میرے بغیر نہیں رہ سکتے اس لئے وہ بھاگنے کی دھمکی دے کر اپنے ہر جائز و ناجائز مطالبہ کو منواتا رہتا ہے، عام طور پر اکلوتے لاڈلے بیٹے اس سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

❁ اکثر مائیں بچہ کو مار کر تنبیہ کرنے کے بعد فوراً ہنسنا شروع کردیتی ہیں، ہنسنا نہیں چاہئے اس سے بچہ پر رعب ختم ہوجاتا ہے اور اسکی اصلاح نہیں ہوتی بلکہ وہ اور زیادہ شریر و نافرمان بن جاتا ہے۔

❁ بچہ کو خواہ مخواہ چھیڑنے، ستانے یا آزادی سے کھیلنے سے روکتے رہنے سے ان کو قلبی تکلیف ہوتی ہے اور ان میں غصہ اور چڑچڑاپن پیدا ہوتا ہے وہ چیختے چلاتے روتے ہوئے ضد کے عادی بنتے ہیں۔

❁ اگر ضد بیماری یا کمزوری کی وجہ سے ہے تو بیماری کا علاج کروایئے اور ضد کو برداشت کیجئے مگر اس میں بھی غلو نہ ہو، لوگ ایسے بچوں کی ضد کو برداشت کرکے ان کو حد سے زیادہ ضدی بنادیتے ہیں۔

❁ بچہ کو کھیل میں مشغول کرنے سے ان کا ذہن ضد کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

تربیت میں نرمی اور سختی دونوں کو اختیار کرنا ضروری ہے

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اسے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے بولے اور اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو اپنے دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمترین درجہ ہے۔ (مشکوۃ)

موجودہ زمانہ کے اکثر ماں باپ میں اعتدال نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی اولاد کے ساتھ یا تو حد سے زیادہ نرم ہوتے ہیں اور ان کو مارنا اور ڈرانا جرم سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ڈاکٹروں نے مارنے، ڈرانے سے قطعی منع کیا ہے، اور بعض اتنے جاہل ہوتے ہیں کہ ان کے پاس صرف ڈنڈا ہی ڈنڈا ہوتا ہے، وہ مار یا گالی کے علاوہ بات ہی نہیں کرتے، تربیت اولاد میں یہ دونوں طریقے اعتدال کے خلاف ہیں، اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے، چنانچہ یہ دونوں طریقے صحیح نہیں، کم ڈرانے اور زیادہ مارنے سے اولاد بالکل بگڑ جاتی ہے، تربیت کیلئے مناسب نرمی اور مناسب سختی دونوں کا اختیار کرنا بہت ضروری ہے اور ہمیں ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید بھی ہے کہ جب ہم کوئی برائی دیکھیں تو طاقت ہو تو اس کو اپنے ہاتھ سے روک دیں یا پھر زبان سے تاکید کریں۔

یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھئے کہ اللہ تعالیٰ آزمائش و امتحان کے لئے انسانوں میں شر اور خیر دونوں کے اجزاء رکھے ہیں، شیطان انسان کا دشمن ہے، وہ صرف بڑے انسانوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ چھوٹے انسان (بچوں) کے ساتھ بھی رہتا ہے، بلکہ بچوں کے ساتھ بڑوں کی نسبت زیادہ ہی رہتا ہے، اس لئے کہ بچوں میں سمجھ بوجھ، علم و عقل کی کمی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ان کے ساتھ زیادہ لپٹا رہتا ہے اور ان کو ہر وقت اپنے قابو میں رکھنا چاہتا ہے اور وہ انسان کے شر کے جذبات کو ہمیشہ بھڑکانا چاہتا ہے تاکہ بچہ بچپن ہی سے بری عادتوں کا عادی بن جائے اور آہستہ آہستہ وہ عادتیں پختہ ہو جائیں اور بچہ بڑا ہو کر اللہ کا باغی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان بنے اور جہنم میں جانے کے قابل بن جائے، چنانچہ وہ اکثر بچوں کو جھوٹ، گالی گلوج، جوا، چوری، ناچ گانے، آوارہ گردی کرنے، لڑکیوں کو چھیڑ چھاڑ کرنے، فلمیں دیکھنے، لوگوں کو ستانے، چیخ و پکار کرنے، محلّہ کے شریف بچوں سے لڑائی جھگڑا کر کے بڑوں میں لڑائی لگا دینے

وغیرہ جیسے شیطانی کاموں میں مبتلا رکھتا ہے یا پھر تعلیم سے دور بھاگنے، اسکول جانے کے بہانے کھیل کود سیر و تفریح میں مصروف رہنے، فلم ایکٹروں جیسی وضع قطع اختیار کرنے میں مصروف رکھتا ہے، بچوں میں کوئی بری عادات نظر آئے تو پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر خوب سمجھایا جائے، ان کے ذہن کو نیکی کی طرف مائل ہونے والا بنایا جائے اور ان میں گناہ سے نفرت پیدا کرائی جائے، ان کو زیادہ سے زیادہ دیندار ماحول میں رکھا جائے اور جہنم کے عذاب سے ڈرایا جائے، برائی سے بچنے پر جنت کے انعامات کا احساس پیدا کرایا جائے، اس کے باوجود وہ اپنی حرکتیں نہ چھوڑیں تو ان کی برائی کو زبان سے برا کہتے ہوئے ہاتھوں کا استعمال یعنی طاقت کے ذریعہ روکا جائے اور اپنے غصہ اور ناراضگی کا احساس ان کو خوب اچھی طرح دلایا جائے یا پھر برائی کو برا جاننے کیلئے کچھ تنبیہ بھی کی جائے تاکہ بچپن ہی سے بچوں کو احساس ہو جائے کہ کونسی چیز بری ہے اور کونسی چیز اچھی ہے، کونسی چیز کرنے کی ہے اور کونسی چیز نہیں کرنے کی اور انہیں یہ بھی احساس ہو جائے کہ گناہ اور برائی کے کام سے ماں باپ اور خدا دونوں ناراض ہوتے ہیں، اگر بری باتوں پر بچے کو ماں باپ کی ناراضگی کا احساس ہی نہیں رہا تو وہ برائی کو برا جانتا ہی نہیں، مثلاً لڑکیاں بے پردہ پھرتی ہوں اور والدین کچھ نہ کہیں تو پھر لڑکیوں کو بے پردہ پھرنا برائی نہیں معلوم ہوتا، اسی طرح اولاد نماز نہ پڑھتی ہو اور ماں باپ نماز کے نہ پڑھنے پر غصہ اور ناراضی کا اظہار نہیں کرتے تو اس کی وجہ سے نماز کو چھوڑنے پر گناہ کا کوئی احساس ہی نہیں پیدا ہوتا۔

آج کل ماں باپ میں یہ مرض بہت زیادہ عام ہو گیا ہے کہ وہ پہلے محبت کے جوش میں تنبیہ ہی نہیں کرتے، جب بچہ بری عادتوں میں پختہ ہو کر حد سے زیادہ نافرمان ہو جاتا ہے تو پھر روتے پھرتے ہیں، پہلے تو برائی سے روکتے ہی نہیں، بالکل کافروں اور مشرکوں جیسی اندھی محبت کر کے بچہ کو بے انتہاء بگاڑ دیتے ہیں، چنانچہ بعض لاڈ میں اتنے خراب اور بدتمیز ہو جاتے ہیں کہ وہ ماں کو کافی بڑی عمر تک لاتیں مارتے، بال کھینچتے، کترتے نوچتے، مارتے یا کوئی چیز پھینک دیتے ہیں یا باپ کی داڑھی نوچتے، ٹوپی کھینچتے ہیں اور والدین ہنستے یا لاڈ سے سمجھاتے ہی رہتے ہیں۔

بعض بچے جب بگڑ کر ماں باپ ہی کا ناک میں دم کر دیتے ہیں تو وہ اپنی اولاد کو بیوقوفی اور جہالت کے ساتھ ایسی پٹائی کرتے ہیں جیسے قصائی جانوروں کی پٹائی کرتا ہے، یا تو ان کے

کپڑے ہی اتار دیتے ہیں یا ننگا کر کے گھر سے باہر نکال دیتے ہیں یا پھر ان کے آنکھوں میں مرچ لگا دیتے ہیں یا کسی اور جاہلانہ طریقہ سے ان کو بہر حال ذلیل کر دیتے ہیں۔

اولاد کے ساتھ تربیت کے یہ تمام طریقے سوائے جہالت اور بے دینی کے اور کچھ نہیں، ماں باپ کو اپنے اس عمل پر اللہ تعالیٰ کے پاس جواب دینا پڑے گا، یاد رکھئے کہ ماں باپ ہونے کے ناطے آپ ان کی جان کی ملکیت کے مالک نہیں، بیشک ماں باپ کے رتبہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا رکھا ہے، مگر یہ اس واسطے نہیں کہ اولاد ان کی ملکیت ہے اور وہ اپنے رتبہ کی وجہ سے چھوٹوں کو تکلیف پہنچائیں بلکہ بڑا رتبہ اس واسطے دیا گیا ہے کہ وہ چھوٹوں کی پرورش کریں، ہاں! اس پرورش میں کبھی کبھی سزا یا تنبیہ کی ضرورت پیش آئے تو اس کی اجازت ہے، مگر ایسی جنگلی ،وحشیانہ، ظالمانہ انداز کی سزا جسے نہ اولاد برداشت کر سکے اور نہ دیکھنے والے برداشت کر سکیں اس کی اجازت قطعی نہیں، اگر کوئی ایسی وحشیانہ سزاؤں پر اعتراض کرے اور روکے تو یہ بیوقوف جاہل ماں باپ کہتے ہیں کہ ہمارا اختیار، ہماری مرضی یہ ہماری اولاد ہے تم کون ہو؟

غور کیجئے کہ وہ لوگ جو پوری دنیا کے انسانوں کے سدھار کیلئے پیدا کئے گئے ہیں، کیا ان کی تربیت کا یہ طریقہ مناسب ہے؟ وہ جب اولاد ہی کے ساتھ ایسی جہالت کریں گے تو غیروں کے ساتھ دعوت کا کام کیا کریں گے؟ اسلام ایسی جہالت کے ساتھ تربیت کا حکم نہیں دیتا اور نہ اللہ تعالیٰ کو اور نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی تربیت پسند ہے، اس سے بچہ سدھرنے کے بجائے الٹا بگڑ جاتا ہے اور بچپن ہی سے سخت سزائیں برداشت کرنے کا عادی بن جاتا ہے، یہ بالکل غیر اسلامی طریقہ کار ہوگا، بچہ اپنی عزت اور اپنا وقار رکھتا ہے وہ بے عزتی کی سزا سے دوسروں کے سامنے رسوا اور ذلیل ہونا پسند نہیں کرتا، حد سے زیادہ سزا دینا گویا اس کو اپنے خلاف بغاوت پر اکسانا ہے اور اپنے سے نفرت بڑھانا ہے۔

حد سے زیادہ مار پیٹ ایک تو بچہ کے قویٰ (اعضاء) کو کمزور کر دیتا ہے، دوسرا وہ ڈر اور خوف کی وجہ سے بہت ساری چیزیں بھول جاتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے لات، گھونسہ، جوتا چپل پھینک کر مارنا یا وحشی بن کر موٹی لکڑی وغیرہ سے پیٹنا بچہ کو بے حیا و بے حس بنا دیتا ہے اور وہ پٹنے کی بھی پرواہ نہیں کرتا، اس میں بے حیائی پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے اور ساری عمر بے حیائی والی

عادت کے ساتھ زندگی گذارتا ہے، بڑا ہونے کے بعد کوئی اسے گالی دے، مارے اور ذلیل کرے اسے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، وہ بے حیاء کا بے حیاء ہی رہتا ہے۔

اس لئے اسلام اولاد کی اصلاح و تربیت کا ایک مخصوص طریقہ بتلاتا ہے اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے سزا دینے کے بجائے ایسے طریقے استعمال کئے جائیں جس سے بچہ خود اس کام سے نفرت کرنے لگے۔

سزا دینے میں بچے کی طبیعت کا اندازہ لگائے بغیر سزا نہ دیجئے، اگر بچہ کی طبیعت کے اعتبار سے بغیر سزا کے سمجھانے اور نصیحت کرنے اور ڈرانے دھمکانے سے ہی اصلاح ہو جاتی ہے تو سزا کا رخ اختیار مت کیجئے، ہاں! اگر اصلاح و تربیت میں سمجھانے وعظ و نصیحت کرنے اور ڈانٹ ڈپٹ کے تمام طریقے غیر موثر ثابت ہو جائیں تو ایسی صورت میں اتنا مارنے کی اجازت ہے جو حدود کے اندر ہو اور جو ظالمانہ و بے رحمانہ و وحشیانہ طریقہ پر نہ ہو، چہرہ اور جسم کے نازک حصوں پر نہ مارنا چاہئے، بخاری اور طبرانی کی ایک روایت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پر مارنے سے سختی سے منع فرمایا کیونکہ اس سے کان ناک اور آنکھ کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے اور بچہ زندگی بھر اس سزا کا نقصان اٹھاتا رہے گا، جاہلانہ اور وحشیانہ طریقوں سے مارنے سے جسم کا کوئی حصہ ٹوٹ بھی سکتا ہے اور نازک جگہوں پر مار لگ سکتا ہے اور بچہ کی صحت بھی متاثر ہو سکتی ہے اور زندگی بھر پچھتانا پڑے گا۔

بچے عام طور پر سخت سے سخت سزا کو بھول جاتے ہیں اور پھر وہی کرتے ہیں جو ان کے ذہن میں ہوتا ہے، اگر اولاد کو سزا دینے میں زیادتی ہو جائے تو جس پر زیادتی ہوئی ہے اس کے ساتھ احسان کیجئے یہاں تک کہ وہ خوش ہو جائے۔

تنبیہ اور سزا کی صورت میں سزا اتنی ہی دی جائے جتنی ضرورت ہے، سزا کا ضرورت سے زیادہ ہونا گناہ ہے، ضرب فاحش (سخت مار) سے فقہاء نے صراحتاً منع فرمایا ہے اور جس مار سے کھال پر نشان پڑ جائے یا ہڈی ٹوٹ جائے اور کھال پھٹ جائے اس کو بھی فقہاء نے ضرب فاحش میں داخل کیا ہے۔

غرضیکہ شروع شروع میں مناسب تنبیہ اور سختی نہ کرنا، بری باتوں سے نہ روکنا اور

مناسب تنبیہ کو محبت کے خلاف سمجھنا، اولاد کے ساتھ محبت نہیں سخت دشمنی ہے، کوئی سمجھدار انسان کیا اس کو گوارا کر سکتا ہے کہ اس کی اولاد کے جسم پر پھوڑے اور پھنسی کو پالا اور بڑھایا جائے اور کیا کوئی عقلمند ماں باپ یہ سوچ کر خاموش بیٹھ جاتے ہیں کہ نشتر لگانے سے زخم اور تکلیف بڑھے گی، اس لئے عمل جراحی نہ کرایا جائے؟ بلکہ عقلمند اور سمجھدار ماں باپ تو وہ ہوتے ہیں جو بچہ کو لاکھ تکلیف ہو، بچہ روئے، چلائے چیخے فوراً نشتر لگا کر اس پھوڑے پھنسی کی پیپ کو نکالتے اور اس کی مرہم پٹی کرتے ہیں، غرض یہ کہ اپنے طرز عمل سے بچوں کے ذہن پر یہ خوف بہر حال غالب رکھئے کہ ان کی کوئی خلاف شرع بات آپ ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔

☆ کنز العمال میں (۱/۷۵۱) میں ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس پر اللہ کی رحمت ہو جو اپنے گھر میں کوڑا لٹکا کر رکھے تاکہ اس کے ذریعہ اس کے اہل وعیال ڈریں"۔

☆ اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کو یہ تاکید فرمائی کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کی ترغیب دیں اور دس سال کا ہونے کے بعد نماز نہ پڑھنے پر مارنے کا بھی حکم دیا ہے۔ (ابوداؤد)

مارنے سے فائدہ نہ ہوتا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیوں حکم دیتے اور مارنا محبت کے خلاف ہوتا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں اس کی اجازت دی؟

حضرت لقمان حکیم کا ارشاد ہے: "باپ کی سزا اولاد کیلئے ایسی ہے جیسا کہ کھیتی کیلئے پانی"۔

اللہ تعالیٰ جو ستر ماؤں سے زیادہ محبت رکھتا ہے وہ بھی اتنی محبت ہونے کے باوجود سختی اور نرمی دونوں حالتوں کو اختیار کرتا ہے اور باغی، سرکش، نافرمان، فاسق اور فاجر انسانوں کو سدھارنے کیلئے کبھی کبھی سختی کر کے دنیا میں سزا بھی دیتا ہے تاکہ انسان اپنی برائیوں سے باز آجائے، اسلئے ماں باپ کو بھی اپنی اولاد کی سدھار اور تربیت میں پوری طرح چوکنا رہ کر پرورش کرنا چاہئے اور سختی ونرمی دونوں حالتوں کو اختیار کرنا چاہئے۔

یہ عام مشاہدہ ہے کہ جو بچہ جتنا زیادہ لاڈ پیار میں ہوتا ہے اور اس پر سختی نہیں ہوتی وہ اتنا ہی بگڑے ہوئے اخلاق وکردار کا حامل ہوتا ہے، جو ماں باپ سختی کے وقت بھی لاڈ پیار کا مظاہرہ کرتے

ہوئے نرمی کا سلوک کرتے ہیں ان کو سوچنا چاہئے کہ ڈرانے کے وقت نرم لہجہ کے کیا معنی؟

اکثر لوگ اپنی اولاد کو محض سختی یعنی ڈنڈے کے زور پر دینداری میں رکھنا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے بچے ماحول سے آزاد ہوتے ہی پھر غیر اسلامی حرکتیں اور نافرمانیاں شروع کردیتے ہیں، اس لئے محض ڈنڈے کے زور پر اعمال صالحہ پیدا کرانے کے بجائے ان کے ذہن کو بدلنے کی محنت کیجئے، جب ذہن میں اسلام کی عظمت ومحبت اور اہمیت بیٹھ جائے گی تو وہ بغیر ڈنڈے کے ماں باپ کے سامنے بھی اور پیچھے بھی اسلام پر عمل پیرا رہیں گے اور کسی صورت میں اسلام کی خلاف ورزی کرنا پسند نہیں کریں گے۔

غرض بے جا لاڈ و پیار بچہ کو خراب کردیتا ہے اور یہ بھی سب سے بڑی دشمنی ہے کہ اس کو لاڈ کے ذریعہ خراب کیا جائے، بچہ کو ماں باپ کی محبت کی اتنی ہی ضرورت ہوتی ہے جتنی پھولوں کو سورج کے کرنوں کی، نہ کم نہ زیادہ، دھوپ تیز ہوجائے تو پھول جھلس جائیں گے اور دھوپ کم ہوجائے تو پھول کملا جائیں گے، انسان کو جتنی فکر اپنے ہاتھ پیر اور دوسرے جسمانی حصوں کی ہوتی ہے اتنی ہی فکر اپنی اولاد کی کرنی چاہئے اس لئے کہ اولاد بھی ان کے جسم کا ایک حصہ ہے۔

ہر بچہ فطرۃً نیک ہوتا ہے، بعد کے غیر مناسب معاشرتی اثرات سے ہی وہ ابلیسی کردار کی طرف مائل ہوتا ہے، بچوں کو سمجھائے اور ذہن بنائے بغیر محض اس لئے سزائیں دینا کہ ان میں بدی کا میلان موجود ہے بہت نازیبا حرکت ہے، سوچے سمجھے بغیر مارنے پیٹنے سے تو اچھے بھلے بچے بھی بگڑ جاتے ہیں۔

اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے صرف نرمی ہی نہیں سختی بھی اختیار کرنی پڑے گی اور ضرورت پڑے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق برائی کو روکنے کے لئے ہاتھ کی سختی بھی اختیار کرنی پڑے گی، مگر اکثر ماں باپ اپنی اولاد کی برائی کو دیکھتے ہوئے ہاتھ سے روکنے کی قدرت رکھنے کے باوجود صرف زبان سے کچھ برا کہہ دیتے ہیں، حالانکہ وہ ہاتھ کے ذریعہ طاقت کا استعمال کریں تو برائی ختم ہوسکتی ہے۔

☆ حجۃ الوداع کے دوران قبیلہ بنو خثعم کی ایک خاتون حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کے بارے میں ایک مسئلہ دریافت کرنے آئیں، حضرت فضل بن عباسؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ تھے اور کم عمر ہی تھے وہ اس عورت کی طرف دیکھنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کا چہرہ دوسری سمت موڑ دی۔ (بخاری)

یہ گویا عملی طور پر اس بات کی تعلیم تھی کہ غیر محرم عورتوں سے اپنی نگاہ کو بچانا چاہئے۔

تربیت کے یہ تمام طریقے اس وقت ہیں جب بچہ نوعمر اور قریب البلوغ کی عمر کا ہو لیکن جب بالغ ہو جائے اور جوان ہو اس وقت تربیت و اصلاح کے کچھ اور طریقے ہیں، اگر اولاد جوان ہونے کے بعد سمجھانے اور نصیحت کرنے سے نہیں سدھرتی تو ماں باپ کو چاہئے کہ اولاد کو گمراہی اور فسق و فجور سے باز رکھنے کیلئے ان کے تمام غیر اسلامی کام کاج میں ساتھ نہ دیں اور دین کے ساتھ ان کی بغاوت کا باقاعدہ احساس دلا کر ان سے ترک تعلق کریں، میل جول سے دور رکھیں تاکہ وہ اپنی غیر اسلامی سرگرمیوں سے باز آجائیں اور یہ رویہ اس وقت تک رکھا جائے جب تک کہ وہ برے اعمال چھوڑ نہ دیں۔ (المجادلہ: ۲۲)

متفرق ھدایات

❁ جب اولاد باشعور ہو جائے تو ان کو لوگوں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ نہ کی جائے اس سے ان پر برا اثر پڑتا ہے اور وہ ماں باپ کے ساتھ بھی زبان درازی شروع کر دیتی ہے۔

❁ اکثر مائیں بچوں کو سدھارتی تو نہیں مگر باپ کے آنے کے بعد اولاد کی شکایت تو ضرور کر دیتی ہیں، باپ جب تنبیہ کرتا ہے تو پھر ممتا میں آ کر دخل اندازی کرتی ہیں، اس لئے ماں کو چاہئے کہ وہ خود بچہ کو سدھارے یا پھر باپ کی تنبیہ میں دخل انداز نہ ہو۔

❁ اگر شرارت پر سزا کا مقدمہ آپ نے باپ یا کسی دوسرے ذمہ دار کے سامنے پیش کر دیا ہے تو اب بے وجہ اپنی ممتا جتا کر بچہ کی نظر میں باپ یا دوسروں کو ظالم ثابت نہ کیجئے اس سے بچہ کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ جب تک ماں موجود ہے اس کو سزا نہیں مل سکتی۔

❁ بعض لوگ اولاد کو سزا کی دھمکی دیتے ہیں مگر سزا نہیں دیتے، اس سے بچہ میں ماں باپ کے تعلق سے ڈر پیدا نہیں ہوتا، وہ ماں باپ کی دھمکی کو جھوٹ کی شکل میں دیکھتا ہے۔

❁ اگر ماں باپ یہ کہہ دیں کہ فلاں کام نہ کیا جائے اگر کرو گے تو سزا دی جائے گی اور پھر بچہ اس کام کو کر گذرے تو ماں باپ اسکو ضرور سزا دیں ورنہ بچہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ کوئی ایسی

بات نہیں، امی ابا یونہی ڈراتے ہیں، آئندہ بھی وہ کچھ نہیں بولیں گے، یوں ہی بکواس کرتے ہیں، وہ کام پھر دوبارہ کریگا۔

❁ بعض لوگ چھوٹے بچوں کو گود میں لیکر کہتے ہیں کہ فلاں کو مارو یا امی کو مارو یا ابا کو مارو یا پھر بچوں سے بڑوں کی نقالی کراتے ہیں کہ چاچا کیسے چلتے ہیں؟ ماما کیسے بات کرتے ہیں؟ اور پھر سب مل کر ہنستے ہیں، یہ پرورش کا اصول نہیں اس سے بچوں کے دل سے بڑوں کی عظمت نکل جاتی ہے۔

❁ اکثر بچے چاچا، ماموں وغیرہ آتے ہیں تو ان کو پیر مارتے یا ان کی طرف پیر پھیلا کر یا کرسی کے اوپر بیٹھے رہتے ہیں، اٹھ کر جگہ نہیں دیتے، ماں باپ لاڈ پیار کی وجہ سے خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں، قطعی نہیں روکتے اور نہ بڑوں کا ادب سکھاتے ہیں، اس سے بچہ میں آہستہ آہستہ بدتمیزی پیدا ہونی شروع ہوجاتی ہے، اس لئے بچہ کو فوراً اس حرکت سے روکا جائے اور اس کو مجلس کے آداب سکھائے جائیں۔

❁ ماں بچہ کو خود تنبیہ کرے اور یہ نہ کہے کہ آنے دو تمہارے والد کو، ایسا کہنے سے بچے والدہ کو بے اثر سمجھ لیتے ہیں اس لئے ہر والدہ کو چاہئے کہ وہ بچوں کی نظر میں خود موثر بنی رہے۔

❁ بچہ کو یہ ادب سکھلایا جائے کہ اگر کسی کو کوئی چیز دینی ہو تو پھینک کر نہ دیں، یہ بے ادبی بھی ہے اور چیز کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ بھی، نیز کسی کو چوٹ لگ جانے کا خطرہ بھی ہے۔

❁ بچہ کو یہ تاکید کیجئے کہ وہ اپنے سے بڑوں کو آپ کے لفظ سے مخاطب کرے، تم اور تو وغیرہ نہ بولیں، غریب ہو یا امیر ہر ایک کو آپ سے مخاطب کریں، بڑوں کا کام ہے کہ وہ بچوں کو اچھے آداب سکھائیں، بعض لوگ گھروں میں تو اور تم کہہ کر ان کو پکارتے ہیں، گالیاں دیتے اور جیسے ہی دوست اور رشتہ دار آتے ہیں ان کے سامنے اولاد کو بڑی شائستگی سے آپ آپ کہہ کر پکارتے ہیں، یہ دکھلاوا بھی اچھی چیز نہیں اور تربیت کے خلاف ہے۔

❁ سزا کا بہترین علاج یہ ہے کہ مختصر سے وقفہ کے لئے بچہ کا کھیل بند کردیا جائے یا جیب خرچ روک دیا جائے یا تفریح بند کردی جائے یا اچھی غذائیں روکدی جائیں یا سائیکل و موٹر سائیکل کھینچ لی جائے یا باہر نکلنے ہی نہ دیا جائے یا ایک وقت کا کھانا بند کردیا جائے۔

اولاد کو اعمال صالحہ نرمی، پیار و محبت کے ساتھ سکھائیں

اگر ماں باپ اولاد سے اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت کریں گے تو ان کے ہر عمل اور سلوک میں اولاد کے لئے پیار، محبت اور خیر خواہی ہوگی، اس کے برعکس ماں مامتا والی، جذباتی محبت ہو تو وہ اس کھو کھلی پیار و محبت سے اولاد کو ہر قدم پر بگاڑ کر انسان نما شیطان بنا دیں گے اور ان کی بربادی کے تمام سامان مہیا کر دیں گے، یہ محبت نہیں دشمنی ہوگی، اولاد کو اعمال صالحہ سے آراستہ کرنے کے لئے پیار و محبت کا سلوک بہت بڑی حکمت اور تدبر کے ساتھ ہونا چاہئے۔

☆ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی صحابی کو اپنے بچوں پر رحم کرتا نہیں دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شدت سے ان کو تاکید کرتے اور اس جانب ان کی رہنمائی فرماتے جو ان کے اہل و عیال کے حق میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کا سودا ہوتا۔

☆ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ حضرت عائشہؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ: ایک بدوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا: کیا آپ اپنے بچوں کو چومتے پیار کرتے ہیں؟ ہم تو نہیں چومتے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تمہارے دل سے رحم نکالدے تو میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ ایک اور روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس کا مفہوم یہ ہے: نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسنؓ کو چوما، وہاں پر حضرت اقرع بن حابسؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے یہ دیکھ کر کہنے لگے میرے دس بچے ہیں، میں نے تو ان میں سے کسی کو بھی پیار نہیں کیا، حضور ﷺ نے ان کی جانب (تعجب سے) دیکھا پھر فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائیگا۔

☆ حضرت عمرؓ فاروق کے زمانہ میں عامر نامی ایک شخص کسی اونچے عہدہ پر تھے، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے ملاقات کے لئے ان کے گھر آئے تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ فاروق امیر المؤمنین لیٹے ہوئے ہیں اور بچے پیٹ پر چڑھے ہوئے کھیل رہے ہیں، یہ دیکھ کر حضرت عامرؓ نے ناگواری محسوس کی، امیر المومنین نے ان کی اس ناگواری کو بھانپ لیا اور فرمایا: عامر! تمہارا اپنے گھر والوں کے ساتھ کیسا سلوک ہے؟ حضرت عامرؓ نے جواب دیا: امیر المومنین! جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو گھر والوں پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے، سب اپنی اپنی جگہ دم سادھ کر چپ ہو جاتے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: عامر! تم امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کے ایک فرد ہوتے ہوئے یہ نہیں جانتے کہ

مسلمان کو گھر والوں کے ساتھ کس طرح شفقت، محبت اور نرمی و مہربانی کا سلوک کرنا چاہئے؟

☆ اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے بہتر (انسان) وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے حق میں بہتر ہو اور میں اپنے اہل و عیال کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں۔ (ترمذی)

☆ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے اور جو نیکی اور بھلائی کا حکم نہ دے اور برائی سے منع نہ کرے۔ (ترمذی)

اس لئے اس حدیث کی روشنی میں چھوٹوں سے محبت اور رحم کرتے ہوئے ان کو بچپن ہی سے برائی سے روکنا اور نیکی اور بھلائی کا حکم دینا ہر ماں باپ کے لئے ضروری ہے۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے لحاظ سے وہی شخص پکا مومن ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کا برتاؤ اپنے (گھر والوں) سے اچھا ہو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ایک بزرگ کے پاس ان کا ایک مرید بیٹھا تھا اور اپنے گھر پر اپنے رعب داب کی کیفیت بتلا رہا تھا کہ میں جب گھر میں داخل ہوتا ہوں تو بیوی بچے ڈر سے دبکی مار لیتے ہیں، میرے خوف سے گھبراتے ہیں اور سب کے سب چپ چاپ دبک کر چھپ جاتے ہیں، مرشد نے کہا: تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ایک بہترین با اخلاق باپ نہیں، بلکہ شیر، ببر اور چیتا ہیں، جیسے ان جانوروں سے انسان پر خوف طاری ہوتا ہے ویسے ہی آپ کی وجہ سے آپ کے گھر والوں پر وہی کیفیت طاری ہو رہی ہے، اپنی اصلاح کرو، ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نہیں تھے۔

اگر آپ کا سلوک اپنی اولاد کے ساتھ اچھا نہیں ہے تو یہ خود اپنے آپ کے ساتھ بھی زیادتی ہے اور اولاد کے ساتھ بھی زیادتی ہے اور اپنے معاشرہ کے ساتھ بھی، بات بات پر غصہ کرنا، چیخنا چلانا، ڈانٹنا، جھڑکنا، برا بھلا کہنا، ناکارہ نالائق، بدعقل، پاگل جیسے الفاظ سے یاد کرنا، ان کی نادانیوں اور شرارتوں سے تنگ آ کر ان سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کرنا یا موجودہ بیوی کی اولاد سے محبت کرنا اور پہلی بیوی کی اولاد کو گالیاں دینا، ان پر سختی کرنا یا ان کو بے جا مشقت

میں مبتلا کرنا یا ان کو سیر وتفریح کو نہ لیجانا، صرف زندہ بیوی کی اولاد ہی کی عزت اوران سے محبت کرنا اوران ہی کو سیر تفریح کو لیجانا اور پہلی بیوی کی اولاد سے ہر قسم کا کام لینا اوران کو کسی وقت ہنسنے بولنے کا موقع نہ دینا، اولاد کے ساتھ انتہائی درجہ کی بدسلوکی، بدعقلی، جہالت، ظلم اور وحشیانہ واجنگلی پن ہے، اس بدسلوکی، جہالت اور ظلم کے نتائج انتہائی خطرناک اور تباہ کن ہوتے ہیں، یہ نتائج اوراثرات صرف اولاد ہی کو نقصان نہیں پہنچاتے بلکہ ماں باپ اور معاشرہ کے حق میں بھی نقصاندہ ثابت ہوتے ہیں۔

بچے اپنی ابتدائی عمر میں جب کہ وہ نادان، بے شعور اور بے بس ہوتے ہیں والدین کی محبت وشفقت کے، ہمدردی و مدد کے، رہنمائی و رہبری کے مستحق ومحتاج رہتے ہیں، اگر انہیں والدین کے سایہ میں یہ تمام نعمتوں کے بجائے صرف غصہ، قہر اور سخت گیری، بدسلوکی اور ظلم ملے تو فطری طور پر وہ آپ سے مایوس بیزار ہوجائیں گے اور ہمیشہ آپ سے دور دور رہنے لگیں گے اور گھر سے بھاگنے کی کوشش بھی کریں گے اور جس ماحول میں بھی انہیں یہ نعمتوں کی جھلک نظر آئے گی وہ بے اختیار اُدھر دوڑ پڑیں گے۔

بچوں کو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ وہ حقیقی محبت اور مصنوعی محبت میں فرق کرسکیں، اخلاص اور فریب کو پہچان سکیں، معاشرے کے بدکردار لوگوں کو ایسے بچوں کو ورغلانے اوراپنے گھناونے جال میں پھانسنے کا بھرپور موقع مل جاتا ہے اور وہ آہستہ آہستہ ان بچوں کو پھانس لیتے ہیں، بعد میں یہی نادان بچے سوسائٹی کیلئے وبال جان بن جاتے ہیں اور بڑے بڑے جرائم وبدکاریاں کرنے لگ جاتے ہیں۔

اتفاق سے اگر یہ برے لوگوں کے چنگل میں پھنسنے سے بچ جائیں تو بڑے ہوکر والدین ہی کیلئے مستقل دردسر بن جاتے ہیں ان کو اپنے گھر اور والدین سے کوئی لگاؤ نہیں رہتا، وہ والدین کے دشمن بن کر گھر میں رہتے ہیں، یادرکھئے والدین کی بدسلوکی جہالت اور ظلم کے نتیجہ میں بچوں کے دل میں ماں باپ کیلئے وہ پاکیزہ جذبات پیدا ہی نہیں ہوسکتے جو اخلاق، محبت، نرمی اور رحم دلی کی شکل میں پیدا ہوتے ہیں، ہمارے معاشرہ میں عام طور پر ایسا سلوک دو بیویوں کی اولاد کے درمیان یا اکثر غیر ماں سے محروم اولاد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

قرآن تاکید کے ساتھ ماں باپ کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ اولاد کے ساتھ نرمی اور

عفو و درگذر کا برتاؤ کیا جائے، شفقت اور مہربانی سے پیش آیا جائے، اولاد کی نافرمانیوں پر ان کو سمجھایئے، نصیحت کیجئے، مہلت دیجئے بغیر سزا دینا یا ان سے ظلم وزیادتی کا برتاؤ کرنا یا ان پر جہالت کے ساتھ اپنا پورا غصہ اتارنا یا نوجوان بیوی کی محبت میں اولاد پر بے جا سختی کرنا ناپسندیدہ اور جہالت ہے۔

اگر ماں باپ کا عمل اولاد کے ساتھ شفقت مہربانی ہمدردی ومحبت کا رہا اور ماں باپ زندگی کے ہر قدم پر اولاد کی صحیح رہبری کرتے رہیں تو ایسی اولاد ماں باپ کے لئے بار بار اللہ کے دربار میں ہاتھ اٹھا اٹھا کر یہ دعا مانگتی رہے گی۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْراً ۔ (سورۂ بنی اسرائیل آیت:۲۴)

اے میرے رب! تو ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں (ایسی شفقت سے) پالا ہے۔

ورنہ یہی اولاد ماں باپ کو مصیبت سمجھے گی اور جلد ان کی موت کی تمنا بھی کریگی، چنانچہ بہت سی اولادیں اپنے ماں باپ کی نالائقیوں اور جہالت سے تنگ آ کر ان کی موت کی تمنا کرتی ہیں۔

اولاد کو منافقانہ صفت جھوٹ سے بچپن ہی سے بچایا جائے

اولاد کو پختہ اور صحیح مسلمان بنانے اور اعمال صالحہ سے آراستہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بچپن ہی سے جھوٹ سے بچایا جائے اور سچ بولنے کا پابند بنایا جائے، یہ تربیت اولاد کا بہت اہم جزء ہے اور ماں باپ کو اس جزء پر خوب محنت کرنا ہوگا، کیونکہ جب تک ایک مسلمان اس سے دور نہیں رہتا، صحیح معنی میں مسلمان نہیں بنتا، حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ بولنے کو منافق کی علامت بتائی ہے، بچہ اگر بچپن میں سچ بولنے کا عادی بن گیا تو پھر انشاءاللہ زندگی بھر سچا اور پکا مسلمان بن کر زندگی گذارے گا۔

عام طور پر بچے کھیل کود میں، گپ بازی کرتے وقت یا شرارت اور لڑائی جھگڑا کرنے کے بعد سزاء سے بچنے کیلئے یا شیخی بگھارنے اور برائی کرنے کیلئے یا اپنے ہم عمر بچوں سے جلن اور حسد کی وجہ سے انتقام لینے یا چغلی اور غیبت کرتے وقت یا اسکول اور پڑھائی سے بچنے کے مختلف بہانے بنانے کیلئے یا دل لگی میں قصے کہانیاں بولتے وقت یا اپنے دوستوں کی غلطیوں کو

چھپانے کی خاطر، وفاداری کیلئے جھوٹ بولتے رہتے ہیں، اس لئے والدین ان تمام حالتوں میں اولاد پر کڑی نظر رکھیں اوران کو مذاق دل لگی میں بھی جھوٹ بولنے نہ دیں، جھوٹی کہانیوں کو یہ کہہ کرروک دیں کہ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں، مسلمان اس قسم کی جھوٹی باتیں نہیں کرتا، جھوٹ کا بہترین علاج یہ ہے کہ اگر ماں باپ یہ محسوس کرلیں کہ بچہ جھوٹ بول رہا ہے تو اس کو انعام وغیرہ کا لالچ دے کر سچ بولنے کا عادی بنائیں اور آئندہ سچ بولنے کی ترغیب دیں، اسی طرح اگر جھوٹ کا شبہ ہو جائے تو ماں باپ بچہ کی بات کی پوری تحقیق کریں اور بچہ پر اس کے جھوٹ کہنے کو ظاہر کردیں، انشاء اللہ تعالیٰ ماں باپ کے اس طرح تحقیق کرنے کے ڈر سے بچہ خود بخود جھوٹ بولنے سے پرہیز کرے گا اور اس کو احساس ہو جائے گا کہ اس کی ہر جھوٹی بات کی تحقیق کی جائے گی، اس لئے اس کو سچ بولنا چاہئے، بچہ کو بار بار احساس دلائیے کہ وہ مسلمان ہے اور مسلمان جھوٹ نہیں بولتا، جھوٹ بولنا منافق کی علامت ہے، اسلام کی نظر میں جھوٹ بولنا سنگین جرم ہے، اس کی اصلاح کیلئے ایک ہی قسم کا نسخہ استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

والدین کی غیر شعوری حرکتوں سے بھی بچہ جھوٹ بولنا سیکھ جاتا ہے

اولاد زیادہ تر ماں باپ کو جھوٹ بولتا ہوا دیکھ کر بھی جھوٹ بولنا سیکھ جاتی ہے، مثلاً کوئی رشتہ دار یا دوست ملنے گھر آئے اور باپ ملنا نہ چاہے اور بہانہ کر کے بچے کے ذریعہ کہلوائے کہ ''والد صاحب گھر میں نہیں ہیں'' تو باپ کے اس رویہ سے بھی بچے جھوٹ بولنے کی تربیت پائیں گے، ماں کا خرید وفروخت میں کسی بنڈی اور پھیری والے کو یہ کہنا کہ ''فلاں چیز کے دام ابھی کچھ دیر پہلے دوسرے پھیری والے نے یہ کہا ہے'' جو بالکل جھوٹ ہوتا ہے، بچہ کو جھوٹ کی تربیت دیتا ہے، اسی طرح ماں باپ کا اولاد سے جھوٹے وعدے کرنا اور پھر اس پر عمل نہ کرنا اولاد کو بچپن ہی سے جھوٹ کی تربیت دیتا ہے، والدین گھریلو اور معاشرہ کی زندگی میں دوست احباب اور رشتہ داروں سے اور خود اولاد سے بھی ہمیشہ سچ سچ بات کریں اور اولاد کو بھی ہمیشہ سچ بولنے کی تاکید کرتے رہیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی اخلاق وکردار کو سنوارنے کا بہترین ذریعہ

ہے، بچہ کو انتہائی شفقت سے اور آسان الفاظ میں اسلامی تعلیمات کی طرف رغبت دلانی چاہیئے، اسے بار بار سمجھایا جائے کہ اس کائنات کا ایک مالک ہے جو ہم سب سے بے حد محبت کرتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ہم جھوٹ نہ بولیں اور ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دیں، جو جھوٹ بولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا، جب بچے والدین سے خدا، زمین، آسمان، قیامت وغیرہ کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو اکثر والدین انہیں ان سوالوں کا جواب بھی بالکل جھوٹا اور گپ کے انداز میں دیتے ہیں، والدین سے حاصل کیا ہوا یہ غلط ذخیرہ معلومات جب آئندہ چل کر جھوٹ ثابت ہوتا ہے تو بچہ کے ذہن میں والدین کی بیوقوفیاں اور جھوٹ سامنے آتا ہے اور وہ والدین کو اَن پڑھ اور جھوٹے سمجھتا ہے، مثلاً کوئی کہتا ہے کہ چاند میں بوڑھی بیٹھی ہوئی چرخہ کات رہی ہے، کوئی کہتا ہے کہ زمین گائے کی سینگ پر قائم ہے، جب وہ سر ہلاتی ہے تو زلزلہ آتا ہے۔

غرض یہ کہ جھوٹ ایک بہت بڑی بیماری ہے جس کی وجہ سے بہت ساری برائیاں پیدا ہوتی ہیں، اس کا صحیح اور بروقت علاج بچپن ہی میں ہوسکتا ہے، بڑوں کو چاہیئے کہ وہ بچوں کے سامنے کبھی مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولیں، افسوس یکم اپریل کو اکثر بڑے خود غیروں کی تقلید میں اپریل فول مناتے اور اپنی اولاد کو باقاعدہ جھوٹ کی تربیت دیتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کی والدہ کی تربیت کا انداز دیکھئے

ابتداء ہی سے آپ نیک صالح اور سچے ماحول میں تربیت پاتے رہے اور اپنی والدہ ماجدہ کی صالح تربیت میں جوان ہوئے، تکمیل علم کے شوق میں آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے بغداد جانے کی اجازت مانگی والدہ نے اجازت دیدی اور زادراہ کے طور پر چالیس دینار آپ کی عباء میں بغل کے نیچے استر میں سی دئے اور نصیحت کی کہ کسی حال میں جھوٹ نہ بولنا، درحقیقت یہ نصیحت ہی اصل زادِراہ تھی جسے لیکر آپ روانہ ہوئے، ہمیں بھی اپنی اولاد کے سفر پر روانہ ہوتے وقت ان کو خاص خاص اسلامی احکامات کے تحت نصیحت کرنی چاہیئے۔

راستہ میں آپ کے قافلہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کردیا اور تمام مسافروں کے مال اسباب لوٹ لئے، ایک ڈاکو نے آپ سے پوچھا تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ جواب ملا: ہاں! میرے

پاس چالیس دینار ہیں، اسے یقین نہیں آیا اوران کو ڈاکوؤں کے سردار کے پاس لے گیا، سردار کو بھی وہی جواب ملا، پوچھا وہ دینار کہاں ہیں؟ آپ نے کہا: بغل کے نیچے استر میں سلے ہوئے ہیں، استر اُدھیڑا گیا تو چالیس دینار نکل آئے، سردار نے کہا: اگر تم کہہ دیتے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو تمہارے یہ دینار بچ جاتے، آپ نے کہا: میری والدہ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ ہم مسلمان ہیں، کسی حال میں جھوٹ نہ بولنا، مسلمان جھوٹ نہیں بولتا، میں قطعی اپنی ماں کی بات کے خلاف چل کران کی نافرمانی نہیں کرتا، آپ کا جواب ایک تیر کی طرح سردار کے دل میں اتر گیا، اس نے سوچا یہ لڑکا اپنی ماں کی نافرمانی نہیں کرسکتا اور میں اپنے خالق و مالک کی نافرمانی کئے جا رہا ہوں، یہ سوچ کر اس نے فوراً اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ سچے دل سے توبہ کی اور لوٹا ہوا مال واسباب تمام مسافروں کو واپس کردیا۔ موجودہ زمانہ کے ماں باپ کا یہ حال ہے کہ اگر ان کی اولاد کبھی ایسے حالات میں سچ بولے تو وہ اپنی اولاد کو کم عقل، بے شعور اور بیوقوف کہتے ہوئے سچ بولنے سے روکتے اور جھوٹ بولنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

متفرق ہدایات

❁ ماں کو چاہئے کہ اولاد کی پرورش میں اتنا مصروف بھی نہ ہوجائے جس سے شوہر کے حقوق اوراس کی خدمت میں لاپرواہی اور غفلت ہونی شروع ہوجائے، اس سے ازدواجی زندگی میں خرابی پیدا ہونے کا ڈر ہے، بہتر یہ ہے کہ گھر میں خاندان کی کوئی بوڑھی، بزرگ ساتھ ہوتا کہ بچہ کچھ وقت اس کے پاس بھی رہ سکے اور بچہ کی پرورش میں اس سے مدد لی جاسکے۔

اولاد میں اعمال صالحہ پیدا کرنا ہو تو ان سے کیا گیا وعدہ پورا کیا جائے

مسلمان سچا اور باشعور ہوتا ہے اوراسی سچائی کی بنیاد پر جب وہ کسی سے وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے، اسلام نے اپنے ماننے والوں کو خاص طور پر وعدہ پورا کرنے کی تاکید کی ہے اور وعدہ خلافی کرنا منافق کا عمل بتلایا ہے، قرآن مجید میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۔ اے ایمان والو! وعدوں کو پورا کیا کرو۔ (پارہ:۶)

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ۔

اے ایمان والو! تم جو کرتے نہیں ہو اسے کہتے کیوں ہو؟ (پارہ:۲۸)

قرآن کی ان ہدایات کی روشنی میں اولاد کو بچپن ہی سے وعدہ پورا کرنے کی مشق کرائی جائے اور بچوں میں یہ صفت پیدا کرنے کیلئے ماں باپ کو قرآن کے اس حکم پر سختی سے عمل پیرا ہونا پڑے گا اور اپنے ہر اس وعدہ کو جو بڑوں یا چھوٹوں سے کیا جائے اسے پورا کرنا ہوگا، مگر ماں باپ اکثر اس کی طرف توجہ کم دیتے ہیں اور خاص طور پر بچوں سے کئے گئے وعدوں کو پورا نہیں کرتے جس کی وجہ سے بچوں کو بچپن ہی سے وعدہ خلافی اور جھوٹ کی تربیت ملتی رہتی ہے اور وہ بھی بڑے ہو کر وعدہ خلافی کرتے ہیں۔

گھریلو زندگی میں وعدہ خلافی کی شکل

عام طور پر یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ باپ جب گھر سے باہر نکلتا ہے یا دوکان اور نوکری کو جانے کیلئے تیار ہوتا ہے تو گھر کے چھوٹے بچے دوڑتے ہوئے آکر باپ کی گاڑی یا ہاتھ پکڑ کر کوئی کھلونا یا کوئی چیز یا مٹھائی مانگتے ہیں، باپ عام طور پر اولاد کو ٹالنے کے لئے ان سے یہ کہہ دیتا ہے کہ وہ شام کو آتے وقت یہ چیز لائے گا، بچہ باپ کی بات پر پوری طرح یقین کرتے ہوئے باپ کے وعدہ کو ذہن میں رکھ کر دن بھر انتظار کرتے ہیں اور جیسے ہی والد گھر آتے ہیں تو وہ دوڑ کر سب سے پہلے اپنے والد کے بیاگ اور تھیلی کو دیکھتے ہیں، جب ان کو اپنی فرمائش کی چیز نظر نہیں آتی تو ان کو مایوسی سی ہوتی ہے۔

غور کیجئے یہ عمل بچوں کے ساتھ بالکل کھلا جھوٹ اور وعدہ خلافی کا ہے، اس سے بچہ کو بچپن ہی سے وعدہ خلافی کی تربیت ملتی ہے تو بچے بھی بڑے ہو کر وعدہ کی پابندی کہاں کریں گے؟ وہ بھی ماں باپ کی نقل کرتے ہوئے وعدہ خلافی ہی کریں گے، حدیث کی روشنی میں ماں باپ کے اس طرح کے عمل کو گناہ بتلایا گیا۔

☆ حضرت عبداللہ بن عامرؓ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف فرما تھے، میری والدہ نے مجھے بلایا اور کہا میں تمہیں ایک چیز دوں گی، حضور ﷺ نے یہ بات سن لی، میری ماں سے پوچھا تم بچہ کو کیا دینا چاہتی ہو؟ والدہ نے جواب دیا: میں اس کو کھجور دینا چاہتی ہوں! آپ ﷺ نے میری والدہ سے فرمایا اگر تم دینے کا بہانہ کر کے بلاتی اور بچہ کے آجانے کے بعد کچھ نہ دیتی تو تمہارے اعمال نامہ میں یہ جھوٹ لکھ دیا جاتا۔ (ابوداؤد)

☆ اسی طرح ایک اور روایت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا: جو شخص بچہ کو کہے کہ یہ لے لو پھر اسے نہ دے تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ (مسند احمد عن انسؓ)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی روشنی میں ہر مسلمان ماں باپ کو چوکنا رہنا چاہئے یا تو بچوں سے وعدہ کرنا ہی نہیں چاہئے یا وعدہ کر کے پورا کرنا چاہئے، اکثر مائیں جھوٹ بول کر بچوں کو ٹالتی ہیں یا بچوں سے جھوٹے وعدے کر کے اپنا کام کرواتی ہیں، یہ گویا بچہ کو دھوکہ، جھوٹ اور وعدہ خلافی کی باقاعدہ بچپن ہی سے تربیت ہوتی ہے۔

اسلام کے ان احکام پر عمل کرنے سے دو فائدے فوراً ہوں گے ایک تو آپ خود وعدہ کے پابند ہو جائیں گے اور چھوٹے بڑے ہر ایک سے وعدہ وفا کرنے والے بن جائیں گے، دوسرے آپ کی اولاد کی زبردست طریقہ سے تربیت بھی ہوگی، ان کو احساس ہوگا کہ میرے ماں باپ جب وعدہ کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں، چنانچہ وہ خود بھی بچپن ہی سے وعدہ کی پابندی کرتا ہوا تربیت پائے گا۔

تجارت اور کاروبار میں اولاد کے سامنے وعدہ خلافی کی جاتی ہے

اکثر لوگ اپنی تجارت اور کاروبار میں اپنی اولاد کو ساتھ رکھتے اور ان ہی کے سامنے نماز کے پابند ہونے کے باوجود گاہک سے جھوٹے وعدے کرتے ہیں، چنانچہ باپ کی اس حرکت کو دیکھ کر بچہ کی نگاہ میں بھی وعدہ کی کوئی اہمیت نہیں رہتی اور وہ صرف نماز پڑھنے ہی کو دین سمجھتا ہے اور اس کی تربیت پر جھوٹے وعدوں کا بہت برا اثر پڑتا ہے۔

داعی کی بنیادی صفات میں وعدہ کا پابند ہونا بہت ضروری ہے

ماں باپ کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ان کی اولاد آئندہ زندگی میں داعی اسلام بننے والی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دعوتی میدان میں لانے سے پہلے وعدہ وفا کرنے کی زبردست صفت سے نوازا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ظاہر ہونے سے پہلے بھی وعدہ کی سختی سے پابندی کرتے تھے، اس لئے اگر آپ اپنی اولاد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا امتی بنانا چاہتے ہوں اور منافقانہ حرکت سے بچانا چاہتے ہوں اور دین کی

تبلیغ اپنی اولاد کے ذریعہ کروانا چاہتے ہوں تو اولاد کو بچپن ہی سے وعدہ پورا کرنے والا بنائیے اور بچوں پر خاص نگاہ رکھتے ہوئے انہیں وعدہ خلافی پر احساس دلا دلا کر وعدہ کا پابند بنائیے اور ان کے ذہنوں میں یہ بات خوب اچھی طرح بٹھا دیجئے کہ مسلمان جب وعدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے پورا کرتا ہے ورنہ وعدہ کرتا ہی نہیں۔

تاجر اور کاروبار کرنے والے حضرات کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کو دیندار تاجر بنائیں تاکہ ان کی اولاد اپنے عمل سے اسلام کو بدنام نہ کرنے پائے اور اگر وہ اولاد کی مدد سے تجارت کے ذریعہ دین کی تبلیغ کرنا چاہتے ہوں تو اسلامی انداز پر تجارت کریں اور اپنی اولاد کے سامنے ان کی ذہن سازی کے لئے مال کے نقص کو ظاہر کر کے دھوکہ سے پاک اور وعدہ وفا کرتے ہوئے تجارت کریں، داعی کو خاص طور پر وعدہ کا پابند ہونا ضروری ہے، اگر اس میں یہ صفت نہیں تو وہ دعوت کا کام آسانی سے نہیں کر سکتا، اس لئے بچوں میں بچپن ہی سے یہ صفت پیدا کرائیے تاکہ وہ آئندہ چل کر داعی اسلام بنیں۔

اگر آپ خود گھر اور کاروبار میں جھوٹ اور وعدہ خلافی کرتے ہوں اور باہر بچہ کو لاکھ وعظ و نصیحت سنائیں اور خواہش رکھیں کہ آپ کا بچہ نیک اور صالح بنے تو وہ وعظ و نصیحت سننے کے باوجود آپ کو جو کچھ کرتا ہوا دیکھے گا اسی کی نقل کرتا رہے گا اور دین کا تصور اس کے نزدیک صرف نماز کی حد تک ہی محدود ہو کر رہ جائے گا۔

اولاد اگر آپ سے کسی چیز کا مطالبہ کرے اور آپ کے پاس اسکی گنجائش نہیں تو خوش دلی اور محبت کے ساتھ سمجھائیے کہ مسلمان خواہشات والی زندگی سے دور رہتا ہے اور ہم کو فضول خرچی نہیں کرنا چاہئے اور اگر ناجائز چیز کا مطالبہ کرے تو اس کی اسلامی لحاظ سے خرابی بتلا کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرائیے اور اگر وہ کسی چیز کے نہ ملنے پر غمزدہ ہو تو اس کا غم ہلکا کرنے کی کوشش کیجئے اور ہمت دلائیے، اس سے اولاد آپ سے محبت کریگی اور آپ کبھی ان کیلئے ناگوار اور ناقابل برداشت بوجھ نہ بنیں گے۔

بچہ کو توحید کی تعلیم دینے کا نفسیاتی انداز جب بچہ آپ سے کوئی چیز مانگے تو آپ وعدہ کرنے سے پہلے بچے سے کہئے ''بیٹا تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، وہ ہم کو اگر پیسے دیدے اور

ہمارے ذہن میں یہ بات یاد رکھائے تو ہم ضرور تمہارے لئے فلاں چیز لا دیں گے‘‘اس انداز پر بچہ کے دماغ میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ میرے والد سے بڑے اللہ تعالیٰ ہیں اور اللہ ہی میرے والد کو روپیہ پیسہ دینے والا اور میری بات یاد رکھانے والا بھی وہی ہے، چنانچہ وہ دل ہی دل میں اپنی زبان سے دن بھر اللہ تعالیٰ کی طرف بار بار متوجہ ہوگا اور اس میں توحید بھی پیدا ہوگی اور وہ ہر بار پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا، اولاد جب بھی کوئی چیز مانگے تو دو تین روز تک ان کو پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کراؤ پھر وہ چیز لا کر دو۔

ایک لڑکا اپنی ماں سے کھانا مانگا، امی نے کہا: ابھی نہیں پکا ہے، بچہ والد کے پاس آیا اور کہا کہ ابا امی کھانا نہیں دے رہی ہیں، باپ نے کہا: بیٹا! امی کون ہوتی ہے کھانا دینے والی؟ کھانا تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے، تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، ابھی تھوڑی دیر میں کھانا مل جائے گا، دوسرے دن باپ لڑکے کو موٹر میں بیٹھا کر فیملی کے ساتھ کہیں جارہا تھا بچہ نے کہا ابا ہمیں آئسکریم کھلائیے؟ تو باپ نے کہا: کہ آج ہم نہیں کھلائیں گے اس لئے کہ تم نے فلاں شرارت کی ہے، بچہ نے کہا: اچھا تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے، وہ آپ کے دل میں ڈالے گا۔

اولاد کو فرمانبردار بنانے کیلئے آپ کو خود اپنے والدین کا فرمانبردار بننا ہوگا

اگر آپ اپنی اولاد کو اپنا فرمانبردار اور خدمت گذار بنانا چاہتے ہوں تو اس کا سب سے آسان نسخہ یہ ہے کہ آپ خود اولاد کے سامنے اپنے والدین سے محبت کریں اور ان کی خدمت و اطاعت کرتے رہیں اور اپنی اولاد کو بھی بچپن ہی سے ان کے ساتھ محبت، ادب واحترام اور خدمت کرتے رہنے کی ترغیب دیں، اس سے آپ کی اولاد کے دل میں دادا دادی سے محبت پیدا ہوگی اور وہ بچپن ہی سے بڑوں کا ادب واحترام اور خدمت کرنا سیکھ جائیں گے، اگر آپ کے والدین زندہ نہ ہوں تو اپنے والد اور والدہ کے بھائی بہنوں کے ساتھ والدین جیسا سلوک کریں تو اس کا بھی اولاد پر خاص اثر پڑے گا۔

اپنی اولاد کے سامنے اپنے ماں باپ کے ساتھ عمدہ برتاؤ اور حسن سلوک اور ان کی خدمت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ جب بوڑھے اور ضعیف ہوجائیں گے تو آپ کی اولاد کو آپ کی خدمت کرنا بار محسوس نہ ہوگا اور وہ آپ کے ساتھ بھی محبت اور نرمی کا سلوک کرے

گی اور شوق سے آپ کی خدمت کرے گی۔

بہت سے گھروں میں اولاد خود اپنے ماں باپ کو دادا دادی سے لڑتا ہوا ان کو جھڑکتا ہوا اور ان کی حق تلفی کرتا ہوا عملی طور پر دیکھتی ہے اس لئے اولاد پر اس وعظ ونصیحت کا بہت کم اثر ہوتا ہے، جس کے ذریعہ ان کو اپنے والدین کی اطاعت وخدمت کے لئے ابھارا جاتا ہے، کیونکہ اولاد بچپن میں جو چیز دیکھتی اور سنتی ہے وہی اس کے دل ودماغ میں بیٹھتی رہتی ہے۔

یاد رکھئے کہ مکافات کی اس دنیا میں آپ کا اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور بدسلوکی آپ ہی کا دیا ہوا قرض ہوگا جسے آپ کی اولاد آپ کو واپس کرے گی۔

ماں باپ اگر علاحدہ رہتے ہوں تو شوہر اور بیوی کو چاہئے کہ جب بھی گھر میں کوئی اچھی چیز پکائی جائے یا کوئی میوہ مٹھائی وغیرہ لائیں تو خاص طور پر اپنی اولاد کے ہاتھوں ان کو بھیجتے رہیں اس سے اولاد کی تربیت ہوگی اور اولاد بھی بڑی ہوکر جب علاحدہ زندگی گذارے گی تو آپ کے ساتھ اسی قسم کا حسن سلوک کرتی رہے گی۔

آپ کے والدین اگر کبھی آپ کے گھر آئیں تو آپ کو چاہئے کہ اپنی اولاد کے سامنے انتہائی خلوص ومحبت اور خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کا شاندار استقبال کریں اور ان کو کھلانے پلانے میں پورے عزت واحترام کے ساتھ اسلامی آداب کا مظاہرہ کریں، آپ کے اس عمل سے آپ کی اولاد بھی اسی انداز پر آپ کے ساتھ حسن سلوک کرے گی۔

اسلامی تہذیب سے آراستہ کرنا ہو تو رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہوگا

اسی طرح ماں باپ اپنی اولاد کو سارے کنبہ اور خاندان کا دوست اور ہمدرد بنانا چاہتے ہوں تو وہ خود پورے خاندان والوں سے بلاتفریق امیر وغریب اللہ تعالیٰ کے واسطے عزت ومحبت اور عفو ودرگذر کا برتاؤ کریں جس کی وجہ سے خود ان کی اولاد میں بھی رشتوں کو قائم رکھنے کا اور رشتوں کو ٹوٹنے سے بچانے کا بھرپور جذبہ رہے گا۔

مگر چونکہ آج کل ہر خاندان میں آپسی لڑائی جھگڑے بہت ہوگئے ہیں اور اکثر بڑے

لوگ آپس میں ایک دوسرے سے نہیں ملتے، رشتہ داری کا لحاظ نہیں رکھتے اور گھروں میں بچوں کے سامنے رشتہ داروں کی برائی کرتے رہتے ہیں اس لئے بچوں کے دماغوں میں بھی اپنے رشتہ داروں سے کوئی محبت ہمدردی پیدا نہیں ہوتی اور وہ بھی ماں باپ کی اتباع کرتے ہوئے چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنے تعلقات قطع کرنے کے عادی بن جاتے ہیں۔

اس لئے ضروری ہے کہ اولاد میں رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات کو قائم رکھنے اور ایک دوسرے سے محبت اور ہمدردی کرانے کی عادت ڈالنے کے لئے ماں باپ خود اپنے رشتہ داروں سے عفو و درگذر کرتے ہوئے تعلقات کو ٹوٹنے نہ دیں، ہمیشہ رشتہ داروں کو جوڑے رکھنے کی بھرپور کوشش کریں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اپنی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیں، انشاء اللہ تعالیٰ ماں باپ کو وسیع النظری اور اسلامی اصول کی پابندی کرتا ہوا دیکھ کر اولاد کی تربیت ہوگی اور وہ بھی تنگ نظری اور غیر اسلامی تہذیب سے پاک رہے گی، رشتوں ناطوں کو جوڑے رکھے گی اور ان میں ہمدردی اور خیر خواہی پیدا ہوگی، بعض گھرانوں میں مال و دولت، عزت و اقتدار کی بنیاد پر برتاؤ اور سلوک کیا جاتا ہے یہ بہت بڑا کمینہ پن اور غیر اسلامی طریقہ کار ہے، مثلاً بعض رشتہ دار غریب ہوتے ہیں، بعض رشتہ دار امیر اور ڈگری یافتہ یا بڑے عہدے والے ہوتے ہیں، امیر اور ڈگری یافتہ رشتہ دار رشتہ میں چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں ان کے مال اور عہدہ کی وجہ سے ان کی خوب عزت خاطر تواضع کی جاتی ہے اور ان کی جوتیاں تک اٹھائی جاتی ہیں اور ان کی سواگت کے لئے موٹر تک استقبال اور وداع کرنے کے لئے جایا جاتا ہے اور بعض رشتہ دار جو غریب ہوتے ہیں اور رشتہ میں بڑے بھی ہوتے ہیں ان کو نوکروں کی طرح سمجھا جاتا ہے، ان کے آنے پر ویسی خاطر و تواضع نہیں کی جاتی جیسی مالدار رشتہ داروں کی کی جاتی ہے اور نہ ان کا ویسا سواگت کیا جاتا ہے جیسا مالداروں کا کیا جاتا ہے، یہ بالکل غیر اسلامی طرز عمل ہے اور اس سے اولاد کی تربیت میں بہت بڑی خرابی پیدا ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی بڑی ہو کر صرف دولتمند اور ڈگری یافتہ رشتہ داروں کے ساتھ اخلاق کا مظاہرہ کرے گی اور غریب و نادار رشتہ داروں سے دور بھاگنے کی کوشش کرے گی، اس میں بڑوں کا ادب واحترام اور چھوٹوں سے محبت کا احساس ہی پیدا نہیں ہوگا اور وہ صرف امیروں ہی سے

محبت، غریبوں سے نفرت کرنے والی بن جائے گی۔

بعض لوگ اپنے غریب رشتہ داروں کے پاس جانا مناسب بھی نہیں سمجھتے صرف مالداروں، اقتدار والوں اور ڈگری یافتہ لوگوں کے گھر جانے میں عزت سمجھتے ہیں اور ان ہی کے پاس تحفے وغیرہ بھی بھیجتے ہیں، غور کیجئے کہ اگر ماں باپ اس قسم کی غیر اسلامی طرز کی زندگی گذاریں گے تو وہ اپنی اولاد کو دیندار کیسے بنا سکیں گے؟ اور اپنی اولاد کو اعمال صالحہ سے کیسے آراستہ کرسکیں گے؟ اور ان کی اولاد خاندان اور کنبہ میں رشتہ داروں کے ساتھ یکساں سلوک کیسے کر سکے گی؟ اس لئے اولاد کو تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا پابند بنانا ہو اور یکساں سلوک کی تربیت کرنی ہو تو ماں باپ کو خود بھی تمام رشتہ داروں کے ساتھ خواہ امیر ہو یا غریب حسن سلوک کرتے ہوئے یکساں سلوک کرنا ہوگا ورنہ ماں باپ کی طرح اولاد کے بھی اخلاق میں ہلکا پن اور گراوٹ آئے گی۔

بعض گھروں میں یہ طریقہ ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی رشتہ دار کا آنا یا کسی رشتہ کے پاس جانا مناسب نہیں سمجھتے، بس اپنی ایک الگ خود غرضانہ زندگی گذارتے ہیں اور ان کی اولاد بھی خاندان والوں سے بالکل کٹی ہوئی ہوتی ہے۔

جس گھر میں مہمان اور رشتہ دار آتے جاتے نہیں اس گھر کی اولاد معاشرتی سلیقہ، آداب مجلس، مہمان نوازی اور لوگوں سے محبت اور خلوص کے ساتھ میل جول کا طریقہ جانتی ہی نہیں، اکثر ایسے گھروں کی اولاد مغرور، بدتمیز اور بداخلاق ہی ہوتی ہے، وہ بھی اپنے ماں باپ کی طرح ایک الگ خود غرضانہ زندگی گذارتی ہے، اس لئے گھروں میں مہمان آتے جاتے رہیں گے اور ماں باپ پورے جوش وخروش کے ساتھ مہمان نوازی اور حسن اخلاق کا اسلامی مظاہرہ کرتے رہیں گے تو بچے بھی مہمان نواز، کشادہ دل بنیں گے اور اپنے گھر رشتہ داروں کے آنے جانے کو زحمت ومصیبت نہیں بلکہ رحمت سمجھیں گے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے راویت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ اپنے نسبوں کو یاد رکھو جس سے اپنے رشتہ داروں (کو پہچان سکو اور ان) کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو، کیونکہ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، خاندان میں محبت، مال میں کثرت اور عمر میں برکت پیدا کرتا ہے''۔ (ترمذی)

بچوں کو گالی گلوج اور بُرے القاب سے پکارنا غیر اسلامی تہذیب ہے

بعض ماں باپ اپنی اولاد کو گالی گلوج یا پھر برے القاب سے پکارتے ہیں یہ غیر اسلامی تہذیب ہے اور اولاد کے ساتھ بے عزتی کا برتاؤ ہوگا، اس سے بچہ میں والدین کا ادب واحترام بھی پیدا نہ ہوگا اور اولاد ماں باپ کو جاہل اور بدتمیز سمجھے گی اس طرح پکارنے سے اسلامی طریقہ پر تربیت نہیں ہوسکتی۔

مسلم معاشرہ کے اکثر گھروں میں جاہل تو جاہل پڑھے لکھے لوگ بھی گالی سے بات کرتے ہیں اور گالیاں ان کا تکیہ کلام ہوتا ہے اور وہ مسلمان ہوتے ہوئے اپنی اولاد کو بار بار گالی گلوج سے پکارتے ہیں، اس سے پہلے ہم بتلا چکے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گالی گلوج کرنا منافقت کی علامت بتائی ہے۔

اکثر جاہل مائیں بھی ہر بات پر اپنی اولاد کو برے القاب سے ہی پکارتی ہیں: ’’ارے حرامزادے، ارے کمینے، سور کی اولاد، ارے گدھے کی اولاد، ارے کتے وغیرہ وغیرہ، یا پھر بیوقوف، نالائق، ناکارہ، پاگل، دیوانے وغیرہ۔

اس سے بچوں میں بھی گنوار پن پیدا ہوتا ہے اور ان تمام باتوں سے ماں باپ کی بے شعوری بدتمیزی اور بداخلاقی ظاہر ہوتی ہے، قرآن نے حکیم لقمان اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی ان کے بیٹوں سے انداز تخاطب کو بیان کرکے مسلمان ماں باپ کی باقاعدہ تربیت فرمائی اور بتلایا کہ حکیم لقمان اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے انتہائی عزت کے ساتھ اپنی اولاد کو: یَـا بُـنَـیَّ (اے پیارے بیٹے) کے الفاظ سے پکارا ہے اور اس طرح پکارنے سے اولاد میں ماں باپ کی عزت بڑھے گی اور وہ ماں باپ سے محبت کریں گے اور ان کو بھی دوسروں کے ساتھ بات کرنے میں طریقہ اور سلیقہ پیدا ہوگا، ایک ایسی امت جس کو ساری دنیا کی اصلاح اور سدھار کیلئے نکالا گیا ہو اس کے رات دن کے طریقوں میں شائستگی اور تہذیب کی اعلیٰ صفات ہی ہونی چاہئیں اور مسلمان ماں باپ جو دوسری قوموں کیلئے داعی کی حیثیت رکھتے ہیں ان کی گفتگو اور غیر مسلموں کی گفتگو میں فرق نہ رہے تو پھر دوسری قومیں اسلامی تہذیب کو کیسے سمجھے گی؟

ایسے ماں باپ کو سوچنا چاہئے کہ غیر مسلم لوگ کیا سمجھیں گے کہ مسلمان فحش بکتا ہے اور اپنی ہی اولاد سے عزت و محبت سے بات نہیں کرتا، چنانچہ وہ اسلام کو سمجھنے سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔

گھروں میں بعض اولاد کالی، پستہ قد، لنگڑی یا اندھی بھی ہوتی ہے، بے شعور ماں باپ اپنی دوسری اولاد کے مقابلہ میں ان کے عیب کی وجہ سے انہی ناموں سے پکارتے ہیں اور اس کو برا نہیں سمجھتے، مثلاً اری کالی، ارے گِڈّے، بونے، وہ اندھا حرام زادہ کہاں گیا، وہ لنگڑا کمینہ وغیرہ، اس طرح سے پکارنے پر بچوں کے دل کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ احساس کمتری میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور ان کے ماں باپ کو اس طرح پکارتا دیکھ کر گھر کے دوسرے لوگ دوست احباب اور محلّہ والے انہیں اسی طرح پکارتے ہیں، اس لئے ماں باپ کو احتیاط کرنی ہوگی، کیونکہ اپنی اولاد کو عزت و محبت دینا ماں باپ کا فریضہ ہے، اگر وہ پیار سے نہیں پکار سکتے تو کم سے کم ان کا پورا نام لیکر پکاریں۔

متفرق ہدایات

☆ بچہ کو اس کی بدصورتی یا عیب پر طعنہ نہ دیجئے ورنہ وہ اپنے بارے میں احساس کمتری کا شکار ہوجائے گا، خاص طور پر کالی لڑکیاں تو اس سے اور زیادہ متاثر ہوجاتی ہیں، اسلئے اگر کوئی بچہ بدصورت ہو تب بھی اس کو یہ کہتے رہنا چاہئے کہ اصل خوبی تو سیرت کی ہے، صورت کا اچھا بُرا ہونا غیر اختیاری ہے، عزت سیرت سے ہے نہ کہ صورت سے، بچہ کا حوصلہ بڑھانا ضروری ہے۔

☆ انسان کو امتحان کی خاطر کسی کو کالا چہرہ دیا، کسی کو گورا مگر اصل چہرہ کی نورانیت حشر کے میدان میں ہوگی جس کا چہرہ پُر نور اور روشن ہوگا وہی کامیاب جنتی ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ سے روشن چہرے کی دعا کرتے رہیں۔

☆ بچہ کو ہرگز یہ نہ کہئے کہ عقل نہیں ہے، بدھو ہے، پاگل ہے، وہ آپ کی بات کا یقین کرے گا، اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ عقل ہی نہیں، اس کے بجائے اس کو کہئے جیسے تم ہاتھ پیر، آنکھ ناک کان کا پورا پورا استعمال کرتے ہو ویسے ہی عقل کا بھی پورا استعمال کرنے کی کوشش کرو، اکثر لوگ اولاد کو ہمیشہ بات بات پر کہتے ہے: ’’تم ابھی چھوٹے ہو

خاموش رہو‘، بچہ کو اس طرح کہنے سے وہ بڑا ہونے کی باوجود اپنے آپ کو چھوٹا ہی سمجھتا ہے اور بچوں جیسی حرکتیں نہیں چھوڑتا، اس کے بجائے یوں کہئے کہ تم بڑے ہو رہے ہو، اب تم کو سمجھ عقل سے کام کرنا چاہئے، بچوں جیسی حرکتیں چھوڑ دینا چاہئے، چار سال سے چھ سال کے درمیان بچے فضول بولنے، بک بک کرنے کے مشغلہ میں کافی مہارت حاصل کر لیتے ہیں، چند بے معنی الفاظ بسا اوقات احمقانہ حتی کہ نیم فحش جملوں کو بار بار کہتے بھی رہتے ہیں، انہیں لذت سی محسوس ہوتی ہے، والدین خاص طور پر بچہ کی اس کیفیت پر نظر رکھیں اور بچہ کو احساس دلاتے رہیں کہ وہ بیوقوف اور پاگل لوگوں کی طرح بکواس نہ کرے اور عقل والی بات کرے، اس سے بچہ آہستہ آہستہ عقل حاصل کرے گا اور اسے بچپن ہی سے یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ کونسی بات عقل والی ہے اور کونسی بات بیوقوفی کی ہے۔

☆ اولاد سے ایسا برتاؤ نہ کرو کہ وہ بے خوف ہو جائے بلکہ ایسا برتاؤ کرو کہ وہ خوف بھی کھائیں اور آپ کے اشاروں پر فرمانبرداری کرتے رہیں اور آپ سے محبت کرتے ہوئے آپ کی پوری تعظیم بھی کریں، بچوں سے بات بات پر محبت ظاہر نہ کی جائے اور ہمیشہ اپنے ساتھ ادھر ادھر نہ لیجایا جائے۔

بچوں پر سگریٹ نوشی‘ ناولوں، کیسٹوں اور سی ڈیز کا برا اثر

بہت سے باپ جو سگریٹ پینے کے عادی ہوتے ہیں وہ اپنی اولاد کے سامنے ایک خاص اسٹائل پر سگریٹ نوشی کرتے ہیں، اس کا مزہ لیتے ہوئے کش لگاتے ہیں اور دھواں اڑاتے رہتے ہیں، نیک اور صالح لوگوں کا یہ طریقہ نہیں ہوتا، وہ ہر قسم کی بدبودار چیزوں سے دور رہتے ہیں، ان کی اس حرکت کو دیکھ کر بچوں میں بھی سگریٹ پینے کا شوق پیدا ہوتا ہے، بہت سارے بچے کم عمری سے ہی ماں باپ کی نگاہیں بچا کر سگریٹ پینا شروع کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی صحت بھی جلد ہی خراب ہو جاتی ہے۔

والد کو چاہئے کہ وہ اگر سگریٹ پینے پر مجبور ہیں اور اپنی اس طلب کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو وہ اپنے کمرے ہی میں بچوں کی نگاہوں سے بچا کر پورا کر لیں، ورنہ بچے بھی بڑے ہو کر یا تو بے

باکی کے ساتھ سامنے یا ماں باپ کے غائبانہ میں سگریٹ پینے کے عادی بن جائیں گے۔

اسلامی معاشرہ کے صالحین ایسی چیزوں سے دور ہوتے ہیں، سگریٹ سے انسان کے جسم اور کپڑوں میں بھی بدبو پیدا ہوجاتی ہے، بدبودار چیز سے رحمت کے فرشتے قریب نہیں آتے، اسلئے اپنے بچوں میں پاکیزگی پیدا کرنے اور صالحین کی صفات کو اجاگر کرنے کیلئے سگریٹ سے اپنے بچوں کو نفرت دلائیے، اس سے ایک تو وہ آئندہ فضول خرچی سے بچیں گے، دوسرے ان کی صحت بھی اچھی رہے گی۔

اکثر مائیں اپنے بچوں سے گندی ناولیں اور فلمی رسالے منگوا کر پڑھتی اور دیکھتی ہیں، بچوں کے سامنے عشق و عاشقی کی ناولیں پڑھنا، فلمی رسالہ دیکھنا ان پر بہت برا اثر ڈالتا ہے، ایک نہ ایک دن بچے بھی ماں باپ سے چھپ کر ان کتابوں کو پڑھنے لگتے ہیں اور عشق و عاشقی کی طبیعت پیدا کرلیتے ہیں، اپنے اوقات کو برباد کرتے اور ہمیشہ انہی خیالات میں غرق رہنے لگتے ہیں۔

غور کیجئے کہ وہ لوگ جو دوسری قوموں کی درستگی کیلئے پیدا کئے گئے ہوں کیا وہ اپنی زندگی کے قیمتی سرمایہ ''وقت'' کو ایسے ہی برباد کرلیتے ہیں؟ ان کے پاس قرآن پڑھنے اور سمجھنے کیلئے تو وقت نہیں ہے مگر گندی قسم کی کتابیں پڑھنے کیلئے بہت وقت ہے، اگر مسلمان ماں باپ کا یہی حال رہا تو وہ کیسے اپنی اولاد کو داعی بنائیں گے؟ اور کب دوسری قوموں کی اصلاح ہوگی؟ عشق و عاشقی کی ناولیں، فلمی میگزینس پڑھنا اور گھروں، دوکانوں پر فاحشہ بدکردار عورتوں مردوں، فلمی اداکاروں کے فوٹو لگانا اسلامی معاشرہ کی علامت نہیں، ایسے لوگ اپنی اولاد کو اسلامی ذہن نہیں دے سکتے اور نہ ان کی اولاد نیک اور صالح بن سکتی ہے، بچوں میں اعمال صالحہ پیدا کرنے کیلئے اسلامی ماحول پیدا کرنا ہوگا اور اپنے گھروں کو تصویروں، گندی کتابوں، عشق و عاشقی اور فلمی پرچوں سے پاک رکھنا ہوگا۔

عورتوں کو چاہئے کہ وہ گھر کا کام کاج ختم ہونے کے بعد جو بھی وقت ملے ناولوں اور فلمی میگزین پڑھنے کے بجائے قرآن مجید کی تفسیر یا پیغمبروں کے واقعات پڑھیں اور اس کا اثر اپنی اولاد پر ڈالیں، گھر میں کوئی بھی فحش لٹریچر ہرگز نہ منگوائیں، ورنہ اولاد نیک بننے کے بجائے تیزی سے برائی کی طرف بھاگے گی، اولاد کو سینما بینی سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے

والدین خود سینما بینی سے دور رہیں، اولاد کو تصویریں کھینچنے اور تصویریں لگانے کے شوق سے روکا جائے اور فلمی اداکاروں اور فاحشہ لوگوں کی وضع قطع اختیار کرنے سے روکا جائے، محلّہ اور خاندان کے کسی لڑکا یا لڑکی کے ناجائز تعلقات اور عشق و عاشقی کی باتوں کا تذکرہ اولاد کے سامنے نہ کیا جائے اور ایسے لڑکا لڑکی کی دوستی سے دور رکھا جائے۔

اسلامی شعور کے آنے تک بچوں کو ایسی کتابیں بھی نہ پڑھنے دیجئے جس میں اسلام کے خلاف یا شریعت کے خلاف کوئی بات ہو، بعض بچے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر یا دین کی باتوں کے ذریعہ دوسروں کو ہنسانے کیلئے مذاق، دل لگی یا لطیفہ گوئی کرتے ہیں، اس سے اولاد کو فوراً روکا جائے، یہ گناہ کبیرہ بھی ہے اور کفر بھی لازم آتا ہے۔

اولاد کی نافرمانیوں کے باوجود امید کے ساتھ اصلاح کرتے رہنا چاہئے

جب والدین اولاد سے ممتا والی اندھی محبت کرتے ہیں تو ان کو حق و باطل کی تمیز نہیں رہتی اسی محبت میں جہالت بہت زیادہ ہوتی ہے جب بچہ حد سے زیادہ بگڑ جاتا ہے تو ایسے ماں باپ اس کو نالائق ناکارہ و نکما سمجھ کر گھر سے نکال دیتے یا اس سے اپنے تعلقات منقطع کر دیتے ہیں۔

اسلام اصلاح اور تربیت کی ذمہ داری سب سے پہلے ماں باپ پر رکھا ہے اور یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیا گیا تھا، اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ۔ سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایئے! اور یہ بھی حکم دیا کہ آپ اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے، ان ہدایات کی روشنی میں اگر والدین سب سے پہلے دین کا کام گھر سے اور خاص طور پر اولاد سے شروع کریں گے تو اس سے معاشرہ کو اور خود ان کو بہت بڑا فائدہ ہوگا اور ان کی نسل میں اسلام چلتا رہے گا اور یہ ان کے لئے آسان راستہ بھی ہے، اولاد کی تربیت کرنا گویا اپنی نسل کی تربیت کرنے کے معنی رکھتا ہے اور اسی سے دعوت و تبلیغ کے کام میں بھی بہت بڑی مدد ملتی ہے، خاص طور پر محلّہ اور خاندان کے لوگوں پر بھی اس کا بہت اچھا اثر پڑتا ہے، جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو بچانے سے مراد یہاں یہی ہے کہ ماں باپ اپنی اولاد کی آخرت کو سنوارنے اور بنانے میں چوکنا رہیں اور رات

دن دنیا کے مقابلہ آخرت کو بنانے کی محنت کرتے رہیں تا کہ ان کی اولاد آخرت میں کامیاب ہوسکے اور بڑے بڑے درجات حاصل کرسکے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن خطابؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی بات تو سمجھ میں آ گئی مگر اہل وعیال کو ہم کس طرح جہنم سے بچائیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جن کاموں سے منع فرمایا ان سے اپنی اولاد کو منع کرو اور جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ان کے کرنے کا اہل وعیال کو بھی حکم دیا کرو تو یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچا سکے گا۔

علماء کرام نے فرمایا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کو اللہ تعالیٰ کا تعارف کراتے ہوئے اللہ کی پہچان اور اس کی صفات کو خوب اچھی طرح سمجھائے اور فرائض، واجبات، حرام وحلال، جائز وناجائز، پاک وناپاک، شرک، کفر، بدعت کی تفصیل کے ساتھ تعلیم دے اور ان پر عمل کرانے کے لئے دن رات جستجو اور محنت کرتا رہے اور دین پر چلانے کی یہ کوشش اور محنت اس وقت تک جاری رکھے جب تک کہ اصلاح کی امید ہو، اس کے لئے دعائیں کرتا رہے، تڑپ تڑپ کر، رو رو کر اولاد کی سدھار کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا رہے اور مسلسل محنت جاری رکھتے ہوئے اچھے ماحول میں رکھے، مگر ماں باپ پہلے تو اولاد میں اسلام کا شرک، کفر اور توحید کا اور حرام وحالال کا شعور بیدار ہی نہیں کرتے اور ان کو قرآن مجید بس بغیر سمجھے پڑھنے کا عادی بنا دیتے ہیں اور جب وہ نافرمان ہو جاتی ہے تو ان سے بہت زیادہ ناراض ہو کر قطع تعلق کر لیتے ہیں۔

قرآن مجید نے خاص طور پر ماں باپ کو اولاد کی تربیت کے اصول وضابطے سکھانے کے لئے کہیں نوحؑ اور کہیں حضرت یوسفؑ کہیں حضرت حکیم لقمان کا ذکر کرکے تعلیم دی ہے۔ ذرا غور کیجئے یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے والد کے ساتھ کتنی سخت قسم کی نافرمانی کرتے رہے اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا، ان کو حضرت یوسفؑ سے جلن وحسد پیدا ہو گئی تھی اور پھر حضرت یعقوبؑ کو جھوٹ بول کر کھیل کود پر لے گئے اور اپنے ہی چھوٹے معصوم بھائی کے ساتھ نفرت اور بے رحمی کا برتاؤ کیا اور والد کے ساتھ وعدہ خلافی کرتے ہوئے اپنے والد کا احترام نہیں کیا، پھر اپنے

ہی بھائی کو قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ بھی بنایا اور کنویں میں پھینک کر چلے آئے، ایک بناوٹی قصہ گھڑ کر والد کو جھوٹ بولتے ہوئے گمراہ کیا اور اپنے نیک سیرت آزاد بھائی کو غلام بنا ڈالا، یہ تمام حرکتیں اتنی زیادہ نافرمانی اور بغاوت کی ہیں کہ ایک باپ اپنی اولاد کی یہ تمام حرکتیں قطعی برداشت نہیں کرسکتا اور اس کو انتہائی درجہ کی نافرمانی خیال کرتا ہے، حضرت یعقوبؑ پر یہ واضح ہو چکا تھا کہ ان کی اولاد نے ان سے جھوٹ بولا ہے اور جان بوجھ کر حضرت یوسفؑ کے ساتھ دشمنی کی اور ان کو دور کیا، مگر پھر بھی وہ اپنی اولاد سے قطع تعلق نہیں کئے، ان کو نصیحت پر نصیحت کرتے رہے اور اپنی پرورش اور نگرانی ہی میں رکھا یہاں تک کہ ان کو ایک دن مصر سے اناج لانے بھیجا اور پھر دوسری مرتبہ چھوٹے بھائی بنیامین کو بھی گنوادیا۔

اسی طرح غور کیجئے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کعبۃ اللہ کی وادیوں میں بہت ہی کم عمری میں والدہ کے ساتھ چھوڑ کر چلے گئے اور ذرا غور کیجئے کہ دس بارہ سال کے وقفہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تربیت ان کی والدہ نے کتنی زبردست طریقہ سے کی کہ وہ باپ کے خواب کو پورا کرنے کے لئے ذبح ہونے پر تیار ہوگئے۔ اسی طرح حضرت لقمانؒ کا اپنے بیٹے کو مختلف طریقوں سے نصیحت کرنے اور تعلیم دینے کی باتوں کو قرآن مجید سمجھا کرامت محمدیہ کے ماں باپ کو اولاد کی تربیت کا طریقہ سمجھا رہا ہے۔

والدین داعی کی حیثیت سے زندگی گذاریں تو اسکا اولاد پر گہرا اثر پڑے گا

اولاد میں اسلامی ذہن پیدا کرنے اور ان کو اعمال صالحہ سے آراستہ کرنے کا آسان نفسیاتی طریقہ یہ ہے کہ ماں باپ خود خاندان اور معاشرہ میں داعی اسلام کی حیثیت سے زندگی گذاریں، انشاء اللہ تعالیٰ اولاد پر اس کا بہت ہی گہرا اثر پڑے گا اور وہ آسانی سے اسلامی ذہن کے ساتھ تربیت پاکر دیندار، متقی پرہیزگار بن جائے گی۔

سورۂ عصر کی روشنی میں ہر مسلمان کو کامیابی اور نجات حاصل کرنے کے لئے کم سے کم چار چیزوں کے ساتھ زندگی گذارنا بہت ضروری ہے: (۱) خود ایمان لانا۔ (۲) اور عمل اختیار کرنا۔ (۳) حق کی وصیت ونصیحت کرنا۔ (۴) صبر اختیار کرنا، اس سورت کی روشنی میں صرف

اپنے آپ کو عمل سے آراستہ کرلینا کافی نہیں زندگی گذارتے ہوئے حق کی وصیت اورنصیحت کرنا بھی لازمی اور ضروری ہے، چنانچہ حق کی وصیت کرنے میں سب سے پہلا حق بنتا ہے اولاد کا، اگرایک انسان اپنے اہل وعیال کو سب سے پہلے اللہ کا عبد اور بندہ نہ بنائے اوراس کو عبدیت و بندگی نہ سکھائے تو یہ خوداس کیلئے گھاٹے اور خسارہ کا سودا ہوگا، سورۂ عصر کی روشنی میں ان کی اپنی دینداری سے ان کی نجات نہیں ہوگی، مگر سورۂ عصر پر نگاہ نہ رہنے کی وجہ سے ماں باپ اولاد سے بالکل غافل بنے ہوئے ہیں یا پھر اپنی حد تک عبادت میں غرق، تلاوت قرآن، ذکر واذکار کی تسبیحات یہاں تک کہ تہجد کی پابندی اور عمرہ پر عمرہ کرتے مگر غفلت کا یہ حال ہے کہ اولاد کو اپنے تحت رکھتے ہوئے کبھی ان کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی فکر ہی نہیں کرتے، بس اپنی حد تک شرعی داڑھی، کُرتا، واسکوٹ پہنتے، ہاتھ میں لکڑی و تسبیح لئے مولوی بنے پھرتے ہیں، اسلئے ماں باپ کو ہمیشہ سورۂ عصر کی یہ چاروں باتیں یادرکھنی ہوں گی، ان چاروں چیزوں کا تعلق دعوت سے ہے، اسلئے ضروری بھی ہے کہ ہر مسلمان ماں باپ اپنی کامیابی اور نجات کے حاصل کرنے کیلئے اپنے کنبہ، خاندان اور دوست احباب میں بحیثیت داعی اسلام کے زندگی گذاریں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، اب قیامت تک کوئی نبی آنے والا نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں ہی کو دین کی بات دنیا کے ہر انسان (مسلم وغیر مسلم) تک پہنچانا ہے، قرآن مجید کے بیشتر مقامات پر مسلمانوں کو خاص طور پر معروف کی ترغیب، منکر کی تردید کرتے رہنے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے، اس لئے ماں باپ اگر بحیثیت داعی کے کنبہ، خاندان اور معاشرہ میں زندگی گذاریں گے تو اولاد بھی ماں باپ کی نقل کرتے ہوئے داعیانہ ذہن کے ساتھ تربیت پائے گی، یہ نکتہ بہت اہم اور قیمتی ہے، اس سے اولاد بہت تیزی کے ساتھ نیک اور صالح بھی بنے گی اور داعی اسلام کا کردار بھی ادا کرے گی۔

اگر ماں باپ بحیثیت داعی اسلام کے زندگی گذاریں گے اور دن رات اپنے دوست احباب اور رشتہ داروں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی بڑائی وعظمت کا تذکرہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تلقین کریں گے، داعی کی حیثیت سے رشتہ داروں کی ظلم وزیادتیوں کو یکطرفہ

طور پر برداشت کرتے رہیں گے، خاندان کنبے و معاشرہ کے افراد کی برائیوں، نافرمانیوں و بداعمالیوں کو اپنے ہاتھ اور زبان کا استعمال کرتے ہوئے روکیں گے، اپنی اولاد کے سامنے اپنے کنبہ و خاندان کی برائی میں ساتھ دینے سے انکار کرتے ہوئے سنت کی اتباع کا عملی مظاہرہ پیش کرتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی تلقین کرتے رہیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ یقینی طور پر اولاد بھی ماں باپ کی روش اختیار کرے گی اور داعیانہ مزاج کے ساتھ تربیت پائے گی، ماں باپ کے اس کردار کی وجہ سے اولاد کے ذہن میں بچپن ہی سے اچھا برا، نیکی، گناہ، فرمانبرداری و نافرمانی، اسلام اور غیر اسلام کا تصور مضبوطی کے ساتھ بیٹھتا چلا جائے گا، پھر وہ بھی شعور کے آتے ہی داعی کا کردار ادا کرتے ہوئے حق کا اعلان، برائی کی مخالفت اور اچھائی کا حکم اپنے ہاتھ اور زبان سے کرنے والی بنے گی اور خاندان، دوست احباب کا اسلام کے خلاف ساتھ دینے سے انکار کرے گی، اس کو آسانی سے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر ماں باپ شادی بیاہ کی تقاریب میں غیر اسلامی رسم و رواج، گانا بجانا اور ظلم و زیادتی کے ساتھ حاصل کی گئی دعوتوں اور حرام مال سے کی گئی ضیافتوں کا اپنی اولاد کے ساتھ بائیکاٹ کردیں تو پھر دیکھئے اولاد پر کتنا گہرا اثر پڑتا ہے! ان کو بغیر کسی وعظ و تقریر کے صرف ماں باپ کے اس عمل سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اسلام کیا ہے اور غیر اسلام کیا ہے؟

لیکن چونکہ اکثر ماں باپ خود دعوتی ذہن نہیں رکھتے اور نہ اسلام کو مضبوط کرنے اور پھیلانے کی ان کو کوئی فکر ہے، نماز اور قرآن پڑھنے کے باوجود برائی کو برا جانتے ہوئے اس کا ساتھ دیتے ہیں یا اسلامی تعلیمات کے برعکس دوست احباب اور رشتہ داروں کو برائی سکھاتے اور برائی کا حکم کرتے رہتے ہیں، اسی وجہ سے آج مسلمانوں کی اولاد داعیانہ ذہن و کردار سے بہت دور نکل گئی ہے اور ان کے ذہنوں میں دعوت دین کا کوئی تصور ہی باقی نہیں رہا، بچے چونکہ اپنے والدین کو خود کثرت سے برائیوں کا ساتھ دیتے ہوئے دیکھ رہے ہیں اس لئے وہ بھی ماحول معاشرہ اور خاندان کی تمام برائیوں اور بداعمالیوں کو برا نہیں سمجھ رہے ہیں، بلکہ ان کا ساتھ دیتے ہیں، ان کے دلوں میں کسی برائی کے برے ہونے کا احساس تک پیدا نہیں ہورہا ہے، وہ ہاتھ اور زبان سے تو کیا روکتے؟ دل میں بھی برا نہیں سمجھ رہے ہیں، ان کو نیکی سے

وحشت اور برائی سے خوب لذت محسوس ہوتی ہے۔

اولاد کو اللہ کا واسطہ دے کر برائی سے روکا جائے

اکثر ماں باپ اپنی اولاد کو برائی سے روکتے تو ضرور ہیں مگر یہ کہتے ہوئے روکتے ہیں کہ برائی مت کرو، فلاں کام مت کرو، خاندان والے کیا کہیں گے؟ لوگ کیا کہیں گے؟ محلّہ میں بدنامی کا احساس دلا کر برائی سے روکتے ہیں۔

لیکن اس کا زیادہ مفید طریقہ یہ ہے کہ اللہ کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ کے پاس حساب دینے کا احساس دلا کر، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور بغاوت کا احساس دلا کر برائی سے بچایا جائے اور اولاد میں اللہ کی خشیت، محبت اور ادب واحترام کے جذبات بیدار کئے جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ترغیب وتاکید کی جائے تاکہ اولاد اللہ کے واسطے اپنے پیغمبر کی اتباع کرنے والی بنے، محض لوگوں کا ڈر خوف دلا کر یا بدنامی و ذلت کا احساس دلا کر اگر برائی سے روکا جائیگا تو پھر اولاد زندگی بھر لوگوں کے ڈر وخوف اور بدنامی سے بچنے کیلئے ظاہر میں اچھے کام کریگی اور چھپ چھپ کر برائی کرتی رہے گی بلکہ بعض اوقات لوگوں کے ڈر وخوف سے اچھے کام بھی چھوڑ دے گی۔

اولاد کی تربیت میں بگاڑ کا ایک بڑا سبب ٹی وی بھی ہے

آج کل ہر گھر میں یہ مرض عام ہو گیا ہے اور اولاد کثرت سے تقریباً ہر برا کام اسی سے سیکھ رہی ہے، دیندار لوگ بھی محض اس بہانے ٹی وی کو اپنے گھر میں لا چکے ہیں کہ ان کے بچے پڑوس میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں اور ٹی وی دیکھتے ہیں، ٹی وی کا مسلمانوں کے گھروں میں آنا خاص طور پر زندگی کا قیمتی سرمایہ ''وقت'' کی تباہی و بربادی ہے، اس سے بچے پڑھنا لکھنا چھوڑ کر بس ٹی وی سے چمٹے رہتے ہیں، موجودہ دور میں اولاد کی تربیت میں یہ ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے، ٹی وی کے فحش اور گندے پروگراموں کی وجہ سے بچوں کی صحیح تربیت کرنا مشکل بن گیا ہے۔

بعض لوگ نماز کے پابند ہونے کے باوجود ٹی وی کے ڈراموں اور دوسرے

پروگراموں میں اتنی دلچسپی لیتے ہیں کہ نماز کے لئے مسجد تک نہیں جا سکتے، دیر سے گھر ہی پر نماز پڑھ لیتے ہیں غور کیجئے کہ سمجھدار اور عقل رکھنے والوں کی دیوانگی کا یہ عالم رہے گا تو ذرا سوچئے بچے تو بچے ہی ہوتے ہیں وہ کس طرح اس کے ناچ گانوں، ڈراموں اور فلموں کو چھوڑ کر نماز، تلاوت، ذکر یا اسکول کی پڑھائی میں مصروف رہیں گے، اس سے دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ لوگ رمضان المبارک میں روزے رکھ کر بھی اس پر فلمیں دیکھنے کو برا نہیں سمجھتے۔

ماں باپ کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ انسان فطرۃً نقال ہوتا ہے، ٹی وی کے ڈراموں اور فلموں سے قتل، غارت گری، لوٹ مار اور لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ، فحش گانوں، غنڈہ گردی غرض ہر قسم کی برائی بچے فوراً سیکھ جاتے ہیں اور ٹی وی کے ان تمام اخلاق کو بگاڑنے والے پروگراموں سے بچوں میں جرائم و گناہ کا رجحان پیدا ہوتا ہے، ٹی وی دیکھنے کے بعد وہ جرائم ہی کی مشق کھیل کود میں کرتے رہتے ہیں، باپ اور بیٹی، ماں اور بیٹے یا بھائی اور بہن جب ایک ساتھ بیٹھ کر بے حیائی و بے شرمی، شہوت پرستی کے مناظر دیکھتے ہیں تو گھروں میں ماں باپ اور اولاد یا بھائی بہنوں میں بے شرمی و بے حیائی پیدا ہوتی جاتی ہے اور رومانٹک مناظر نوجوانوں کے جذبات کو ابھار کر جنسی خواہشات پیدا کرتے ہیں۔

بعض والدین ٹی وی کی ان تمام برائیوں کو دیکھ کر یا تو بند کر کے تالا ڈال دیتے ہیں یا پھر تنگ آ کر فروخت کر دیتے ہیں، بچے یا تو باپ کی آنکھیں بچا کر یا باپ کے گھر سے باہر جانے کے بعد یا دوسرے گھروں میں جا کر دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔

اگر آپ ٹی وی کو اپنے گھروں میں لا چکے ہوں اور اس کو رکھنے پر مجبور ہوں تو اس کا طریقہ یہ اختیار کیجئے کہ اس کو ایک ڈبے میں بند رکھئے اور تالا ڈال کر کنجی اپنے ساتھ رکھئے، خاص خاص معلوماتی پروگرام جس میں کچھ جانوروں کے معلومات ہوں یا اہم خبریں، زلزلہ، طوفان وغیرہ کی تباہ کاریوں سے متعلق ہوں یا پھر کچھ خاص قسم کے کھیل کود یا کچھ مقامات کی سیر یا سائنسی پروگرام ہوں تو ان کے اوقات معلوم کر کے صرف انہی اوقات میں انہی پروگراموں کو اپنی موجودگی میں دکھایئے، ماں اور باپ خاص طور پر اس بات کے پابند ہوں کہ وہ اس کے علاوہ کوئی چیز نہ دیکھیں اور ٹی وی دیکھنے کی برائی اور نقصانات کو سمجھایئے، اس کے گندے

پروگراموں سے گناہ اور لعنت کا احساس دلا کر بچہ کا ذہن بنایئے تا کہ بچہ آپ کے پیچھے بھی ٹی وی دیکھنے سے نفرت کرے، مگر ٹی وی رکھ کر احتیاط کرنا بہت مشکل ہے۔

ماہر نفسیات کہتے ہیں کہ بچہ کو فوراً فلم یا ٹیلی ویژن دیکھنے سے سختی سے منع کر دینے سے وہ اور زیادہ اس کا شوقین بن جاتا ہے، ان چیزوں سے سختی سے منع کرنے اور محروم رکھنے سے بچہ میں خواہش اور شدت بڑھ جاتی ہے، اس لئے ٹی وی کو اپنے سامنے پوری نگرانی کے ساتھ رکھ کر کچھ دیر کے لئے ایسے پروگرام جس میں بے شرمی و بے حیائی اور بد اخلاقی و برائی نہ ہو دیکھنے دیں، پھر آہستہ آہستہ اس کی عادت ختم کیجئے، موجودہ زمانہ میں اکثر بچے جن کے گھروں میں ٹی وی نہیں ہے وہ جب رشتہ داروں کے پاس جاتے ہیں تو باپ کی چوری سے اس کے سارے پروگرام دیکھتے ہیں۔

بری چیزوں کی عادت کو آہستہ آہستہ ذہن بناتے ہوئے اچھے ڈھنگ سے ختم کیجئے، تربیت میں یہ بہت بڑا نقص ہے کہ لوگ ذہن بنائے بغیر ڈنڈے کے زور پر کنٹرول کرنا چاہتے ہیں، یہ کنٹرول زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہتا، چنانچہ اولاد ماں باپ سے جیسے ہی الگ زندگی گذارتی ہے فوراً تمام برائی کی چیزیں لا کر دن رات دیکھنے کی عادی بن جاتی ہے، انہیں ان چیزوں کے استعمال کا طریقہ ہی نہیں معلوم رہتا، اس لئے آپ ذہن بنا کر کنٹرول کریں گے تو وہ بھی اپنی آئندہ کی زندگی میں اپنی اولاد کے ساتھ اسی روش کو اختیار کر کے اپنی اولاد کو کنٹرول کریں گے۔

ذہن بنانے کا طریقہ

ذہن بنانے کیلئے ماں باپ اپنی اولاد کو اس طرح سمجھائیں: بیٹا! اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں امتحان اور آزمائش کیلئے رکھا ہے، وہ ہم کو آنکھ اور کان دے کر یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہم ان آنکھوں اور کانوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر استعمال کرتے ہیں یا شیطانی طریقہ پر، اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہم ان آنکھوں سے صحیح چیز دیکھیں گے یا غلط چیز دیکھیں گے، اور ان کانوں سے صحیح بات سنیں گے یا غلط بات سنیں گے اور اپنے وقت کا استعمال صحیح کریں گے یا غلط۔

غیر مسلم اللہ کا باغی اور نافرمان انسان ان آنکھوں اور کانوں سے بری چیزیں دیکھتا اور بری باتیں سنتا ہے اور اپنے وقت کو ضائع و برباد کرتا ہے، ہم مسلمان ہوتے ہوئے غیر مسلموں

کی طرح اپنی ان آنکھوں اور کانوں کا استعمال اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق نہیں کریں گے تو جہنم میں سزا بھگتنا پڑے گی، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کہ ہم مسلمان ہوں اور ہماری آنکھیں اور ہمارے کان غیر مسلم ہوں، اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں اپنے روئیں روئیں کو مسلمان بنا کر زندگی گذارنی ہوگی، اپنے آپ کو اللہ کی بغاوت اور شیطان کی فرمانبرداری سے بچانا ہوگا اور وقت کی حفاظت کرنی ہوگی۔

انسان فطرۃً راگ اور موسیقی کو پسند کرتا ہے، بچے دوسرے گھروں میں گانے وغیرہ کی آواز سن کر بے چین ہوجاتے ہیں، چوری سے گاتے یا گنگناتے یا دھیان لگاتے ہیں، اس برائی سے بچانے اوران کی راگ وموسیقی کی خواہش کو پورا کرنے کیلئے اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ گھر میں نعتیں، نظمیں، حمد اور قرأت کی کیسٹس اور سی ڈیز لگائی جائیں جس سے بچے اپنا ذہن گانوں موسیقی کی طرف نہیں لگاتے اور نعتیں، حمد وقرأت سن کر اپنی خواہش پوری کرلیں گے، اسطرح بچوں کی اس بیماری پر قابو پایا جاسکتا ہے، بہتر یہ ہے کہ ٹی وی جیسے شیطانی آلہ کو گھر ہی میں نہ لائیں۔

حمد، نعت اور اسلامی نظموں، راگ والی تقریروں اور قرأت کی کیسٹوں وسی ڈی کے ذریعہ بچہ کے دماغ پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اسلام کی عظمت اور آیات کلام پاک کے معانی ومطالب کو ذہن میں بٹھایا بھی جاسکتا ہے، ٹی وی رکھنے والے ماں باپ کو اللہ کی یہ تاکید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث خاص طور پر یاد رکھنا ہوگا:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَاراً وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۔ (تحریم:٦)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

☆ بخاری ومسلم کی حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''تم سب اپنی اپنی جگہ ذمہ دار ہو اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی، چنانچہ حاکم بادشاہ سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا، ہر مرد اپنے اہل و عیال کا حاکم ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا، ہر عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا، غلام اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی''۔

غرض ہر ذرہ اپنی جگہ آفتاب ہے اور اس سے سوال ہوگا کہ تو نے کتنی روشنی بکھیری اور کتنے اندھیرے پھیلائے، جس معاشرہ کے افراد کو اللہ تعالیٰ کے پاس جواب دہی کا احساس ہی نہ ہو وہ معاشرہ کوئی زندہ معاشرہ نہیں ہوتا بلکہ چلتی پھرتی لاشوں کا قبرستان ہوتا ہے اور وہ بہت جلد صفحۂ ہستی سے اس طرح نیست و نابود ہو جاتا ہے اور ایسے معاشرہ میں ذلت ہی ذلت رہتی ہے۔

داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

متفرق ہدایات

✿ والدین جس طرح دنیاوی تعلیم پر انعام دے کر بچے کو پڑھنے لکھنے کا شوق دلاتے ہیں اسی طرح قرآن کے سیکھنے سمجھنے اور عمل کرنے میں اولاد کو انعام دیا کریں، ان کو کہیں کہ وہ فلاں دینی مجلس میں جائیں اور وہاں کیا کیا باتیں بیان کی گئی ہیں، اگر وہ لکھ کر سنائیں گے تو انہیں انعام دیا جائے گا، اسی طرح مختلف شادی بیاہ کی دعوتوں میں جانے کے بعد ان سے پوچھا جائے کہ وہ ان محفلوں میں کونسی بات اسلام کے مطابق اور کونسی بات اسلام کے خلاف پائے وہ لکھ کر بتلائیں اس سے بچہ کو بچپن ہی سے اسلام اور غیر اسلام سمجھ میں آجائے گا اور وہ اچھائی و برائی میں تمیز کر سکے گا۔

بچوں میں جرائم پیدا ہونے کی وجوہات

بچوں میں جرائم پیدا ہونے کی عام طور پر حسب ذیل وجوہات ہوتی ہیں۔

جرائم کے پیدا ہونے کی عموماً پہلی بڑی وجہ بچوں میں جرائم کے پیدا ہونے کی سب سے بڑی اور سب سے پہلی وجہ گھریلو حالات ہوتے ہیں کیونکہ:

(۱) اکثر باپ گھروں میں دوستوں کو جمع کر کے اولاد کے سامنے دن رات تاش کھیلتے ہیں اور جوا میں مصروف رہتے ہیں۔

(۲) بعض باپ ریس کے عادی ہوتے ہیں اور ریس میں بازی لگانے کی تمام باتیں گھروں میں دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر کرتے رہتے ہیں، ریس بھی ایک قسم کا جوا ہے۔

(۳) بعض مرد گھروں میں اپنی ہی اولاد سے شراب منگوا کر ان کے سامنے پیتے ہیں یا پھر باہر سے شراب پی کر گھر آنے کے بعد بیوی بچوں کے ساتھ مار پیٹ اور گالی گلوج کرتے ہیں۔

(۴) بعض لوگ رشوت اور سود خوب کھاتے ہیں، اہل وعیال کے سامنے رشوت اور سود کے تذکرے بھی کرتے رہتے ہیں اور اولاد سے سود وصول کرنے کا کام بھی لیتے ہیں۔

(۵) بعض لوگ چوری، دھوکہ بازی، بے ایمانی یا دادا گیری سے مال کماتے ہیں اور اولاد کے سامنے اس مال کے حاصل کرنے کے تمام منصوبے بناتے ہیں۔

(۶) اکثر عورتیں یا مرد باوجود صحت مند ہونے کے دھوکہ دے کر اولاد کو ساتھ رکھ کر بھیک مانگتے ہیں۔

(۷) بعض گھرانوں میں مردوں کے کافی عرصہ تک باہر رہنے یا حد سے زیادہ بے پردگی اور بے حیائی کی وجہ سے بعض عورتیں اور لڑکیاں فاحشہ اور بدکردار ہو جاتی ہیں اور اپنے مردوں سے آنکھ بچا کر جنسی بے راہ روی کا شکار ہو جاتیں ہیں جس کی وجہ سے گھروں میں اسی عنوان کے چرچے یا لڑائی جھگڑے بھی ہوتے ہیں۔

ان تمام حالات میں بچوں کا یہ جاننا ہی جرم کے لئے کافی قوی کشش اور رغبت رکھتا ہے کہ خود ان کا باپ چوری اور جیب کترنے کے جرم میں یا قتل اور زنا کے جرم میں قید خانہ میں سزا بھگت رہا ہے یا والدہ یا کوئی بہن یا خاندان کی کوئی عورت جنسی بے راہ روی والے احباب سے تعلق رکھتی ہیں یا گھروں میں اسی عنوان کے تذکرے اور لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں یا پھر بھائی والد کے شراب پینے، گھر میں فساد مچانے، باپ کو رشوت اور سود کی رقم کھاتے ہوئے بچہ جب دیکھتا ہے تو مزید محرک کے بغیر ان تمام جرائم میں خود بخود رفتہ رفتہ مبتلا ہوتا جاتا ہے، سارے گھریلو ماحول کو مجرم پا کر بچہ بھی جرم کے دل فریب پھندوں میں پھنس جاتا ہے۔

جرائم کے پیدا ہونے کی عموماً دوسری بڑی وجہ جرائم کے پیدا ہونے کی دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ اگر گھریلو ماحول میں یہ سب کچھ نہیں ہوتا مگر گھر کے سارے افراد مل جل کر خوشی خوشی ٹی وی پر ہر روز ٹی وی کے ڈراموں اور فلموں میں مختلف جرائم دیکھتے، عشق اور شہوت کو بھڑکانے والے مناظر کا نظارہ کرتے ہیں تو بچے بغیر کسی تربیت کے ٹی وی سے سارے جرائم سیکھ جاتے

ہیں اور خود بھی آزادی و آوارگی کے ساتھ زندگی گذارنا چاہتے ہیں، چنانچہ وقت سے پہلے ہی ان میں جنسی دلچسپیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور آوارگی کے لئے پیسوں کی ضرورت محسوس کر کے ٹی وی پر بتلائے ہوئے چوری کے تمام طریقوں کی نقل شروع کر دیتے ہیں۔

جرائم کے پیدا ہونے کی عموماً تیسری بڑی وجہ جرائم کے پیدا ہونے کی تیسری بڑی وجہ محلّہ اور اسکول کے جرائم پیشہ لڑکوں اور لڑکیوں کی صحبت کا اثر ہوتا ہے، اس لئے جوا کھیلنے، چوری کرنے، شراب پینے اور زنا کرنے والے لڑکے لڑکیوں کی دوستی اور صحبت سے اولاد کو دور رکھا جائے یعنی آوارہ بدچلن غلط کردار والے لڑکے اور لڑکیوں اور بالغوں کی صحبت سے بھی دور رکھا جائے، بچپن کے مجرمانہ ذہنیت کے ساتھی ابتداء ہی میں ایسی ایسی غلط راہوں کی طرف مائل کر دیتے ہیں جن کو بالغ ہو جانے کے بعد بھی چھوڑنا بے حد مشکل بن جاتا ہے۔

چنانچہ بچوں میں جب جرائم پیدا ہو جائیں تو ان کو سزاء دینے سے پہلے ان کے حالات کا جائزہ لینا بہت ضروری ہے اور گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اس کا علاج شروع کرنا ہوگا، جرائم کے ایسے شکار بچوں کی اصلاح کا سب سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ ماں باپ خود مجرمانہ کیفیت اپنے گھروں سے ختم کر دیں اور بچہ کو مجرمانہ فضاء سے نکال کر ایسے ماحول میں رکھیں جو دیندار پاک صاف اور اعمال صالحہ کا ماحول ہو، بچہ کو وقفہ وقفہ سے ایسے ماحول میں بھیجتے رہیں جہاں پر دین داری کا تذکرہ ہوتا ہو اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام سکھایا جاتا ہو، اگر ممکن ہو تو والدین کو چاہئے کہ جرائم پیشہ محلوں میں رہائش نہ رکھیں، گناہ اور جرم کی خاندانی روایات بھی بچے کو جرم کی طرف مائل کرتی ہیں، اسلئے ایسے رشتہ داروں سے اولاد کو دور رکھا جائے جو جرائم کے شکار ہوں۔

متفرق ہدایات

❁ بعض لوگ پڑوس اور رشتہ دار بچہ سے گھر کے راز یا اس کے ماں باپ کے حالات پوچھتے ہیں جس کی وجہ سے گھریلو تمام باتیں محلّہ میں عام ہو جاتی ہیں، بچوں کو تربیت کی جائے کہ گھریلو باتیں کسی سے نہ کہیں۔

❁ بچوں کو خاص طور پر بھیک مانگنے کی برائی اور اس سے مسلمانوں کی بے عزتی کا بچپن ہی سے خوب اچھی طرح احساس دلایا جائے اور انہیں تعلیم دی جائے کہ مسلمان خوددار ہوتے ہیں، وہ لوگوں کو دینے کے عادی ہوتے ہیں لینے کے نہیں، مسلمان کا ہاتھ ہمیشہ اوپر ہوتا ہے نیچے نہیں، بغیر عذر کے بھیک مانگنا جرم ہے، اس سے اسلام کی اور مسلمانوں کی بے عزتی ہوتی ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں وہ لوگوں کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے، چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز وہ اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتے ہیں۔

اولاد میں خوف اور وہم پرستی کا پیدا ہونا تربیت کا نقص ہے

بچہ پیدائشی طور پر کسی چیز سے خوف نہیں رکھتا بلکہ وہ جانتا ہی نہیں کہ خوف کیا چیز ہوتا ہے، جس کی وجہ سے وہ آگ، سانپ بچھو کو پکڑنے اور بجلی کے تار کو چھونے کی بھی کوشش کرتا ہے۔

مگر اکثر گھروں کا ذہنی ماحول ہی کچھ ایسا ہوتا ہے کہ جہاں رات دن جن، بھوت، چڑیل، ڈاین، پریوں اور شیطانوں کے قصوں کہانیوں کے چرچے ہوتے رہتے ہیں اور بچہ ماں کی گود میں پڑے پڑے یہ سب سنتا رہتا ہے یا پھر گھر کے بڑوں کو اندھیری کوٹھریوں، بھوتوں کے چلتے پھرتے خیالی سایوں، کتے، بلی، چوہے سے ڈر کھا کر چیخ مارتا ہوا دیکھتا ہے تو بچہ بھی ڈر محسوس کرنا شروع کر دیتا ہے اور انسان میں دوسری عادتوں کی طرح ڈر خوف بھی زیادہ تر بچپن کی گھریلو تربیت ہی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

تین برس کی عمر تک بچہ کی جذباتی زندگی کی بنیادیں تقریباً مکمل ہو جاتی ہے یعنی اس عمر تک والدین اپنی حرکتوں سے ایسی تربیت کر چکے ہوتے ہیں جس سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ بچہ متوازن شخصیت والے بالغ کی صورت پر پرورش پائیگا یا ایک ایسا بزدل نو جوان بنے گا جس میں ڈر خوف اور سہمی سہمی طبیعت ہوگی، انسان میں متعدد ذہنی الجھنیں اور ڈر خوف کی بنیادیں بچپن ہی کے ڈر، خوفناک باتوں اور حادثوں پر مبنی ہوتی ہیں اور وہ بالغ زندگی میں برا اثر ڈالتی اور نقصان پہنچاتی ہیں۔

بالغ عمر کے اکثر خوف بچپن میں ناقص تربیت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں ننھا بچہ

اونچی اور ڈراؤنی آواز اور صورت سے اور سہارا کھو دینے سے خوف محسوس کرتا ہے، اکثر لوگ بچہ سے کھیلنے اور دل بہلانے کے لئے بلند آواز سے ڈرا کر رولاتے یا ڈراؤنی آواز یا صورت بنا کر چمکاتے یا بچہ کے چلاتے وقت اسے بے سہارا چھوڑ کر مزہ لیتے ہیں، اکثر مائیں اپنے بچوں کو رونے سے خاموش کرنے یا سلانے کے لئے بڈھا، شیر، ڈائن، بلی وغیرہ سے بار بار ڈرا ڈرا کر خوف پیدا کرتیں ہیں اور ان کو رونے سے خاموش کرتیں اور سلاتی ہیں، اس سے بچہ میں خوف کی تربیت ہونا شروع ہو جاتی ہے، ان چیزوں سے ڈرانے کے بجائے اس کو خاموش کرنے کے لئے کھانے کی کوئی چیز دلا دیجئے، بعض لوگ بچہ کو ستانے اور مذاق کرنے کے لئے ڈراؤنی شکلیں بنا کر یا بلی یا کوئی جانور نما کھلونا بچہ کے جسم پر ڈال کر مزہ لیتے ہیں یا پھر ہوا میں اچھال کر مزے لیتے ہیں، ان سب چیزوں سے ڈر خوف بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور بچہ میں بزدلی کا روگ پیدا ہو کر بچہ کو بزدل بنا دیتا ہے، اس کی نفسیات میں خوف اور بزدلی بیٹھ جاتی ہے، اس کے بعد والدین خود اس خوف کی وجہ سے تنگ آنا شروع ہو جاتے ہیں، بستر پر پیشاب خطا ہو جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بچہ سنی ہوئی ڈراؤنی باتوں کا خواب دیکھتا ہے، اگر بچہ بہت زیادہ ڈراؤنے خواب دیکھنے لگے تو اس کا ایک واضح مطلب یہ ہے کہ والدین کی تربیت میں ضرور کچھ بنیادی نقص موجود ہے جس کی وجہ سے وہ ڈراونے خواب جن بھوت وغیرہ کی بھیانک صورتیں دیکھ رہا ہے۔

گھر میں بچوں کے کھیلنے اور سونے کی جگہوں کو ڈراونی آوازوں اور اندھیروں سے دور رکھا جائے، ان کے نزدیک شور وغل نہ کیا جائے، ان کو جن بھوت کے قصے نہ سنائیں جائیں، ان قصے کہانیوں سے بچہ میں نہ صرف ڈر خوف پیدا ہوتا ہے بلکہ وہ وہم پرستی کا بیمار بچپن ہی سے بن جاتا ہے۔

ڈر خوف کو دور کرنے کا آسان طریقہ بچہ اگر بازو یا گود میں بیٹھا ہو تو کچھ دیر کے لئے کمرہ کی بجلی بند کر دیجئے اور اندھیرے میں بچہ سے محبت کی باتیں کرتے رہئے اور اس کو قطعی ڈر کا احساس مت ہونے دیجئے، پھر بجلی کھول دیجئے، بچہ اندھیرا ہوتے ہی کچھ دیر کے لئے آپ سے لپٹ جائے گا اور آپ کی محبت کی باتیں کرنے اور آپ کو خود بے خوف رہنے سے وہ بھی اندھیرے میں رہنے کا آہستہ آہستہ عادی بن جائے گا اور اس سے اندھیرے کا ڈر نکل

جائے گا، اگر بلی سے ڈرتا ہو تو بلی کو اس کے سامنے کچھ فاصلہ پر رکھ کر آپ خود ہاتھ لگایئے، آہستہ آہستہ وہ بھی بلی کے قریب آئے گا، اس طرح آہستہ آہستہ تربیت سے کئی قسم کے متعدد دوسرے خوف بھی مٹائے جاسکتے ہیں۔

بچہ کا خوف دور کرنے کے لئے اس میں خود اعتمادی اور یقین پیدا کرنا چاہئے اور اس کو صحیح حالات کے سمجھنے کی ترغیب دینی چاہئے، اس کو بچپن ہی سے احساس دلایئے کہ انسان صرف اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے، یہ جتنی چیزیں ہیں وہ تمام مخلوقات ہیں، مخلوقات میں انسان سب سے بڑا ہے اور بڑا ہو کر چھوٹوں سے اور مخلوقات سے نہیں ڈرتا، اس کو سمجھایا جائے کہ کس چیز سے دور رہنا اور کس چیز کا سامنا کرنا چاہئے، بچہ میں خاص طور پر وہم پرستی پیدا نہ ہونے دیجئے، اپنی ناقص نگہداشت اور غیر تربیتی انداز سے طرح طرح کے خوف پیدا کر دینے کے بعد پھر انہیں دور کرنا بہت مشکل ہے۔

متفرق ہدایات

❁ جب بچے جوان ہونے کے قریب ہوتے ہیں تو تھوڑی سی آزادی چاہتے ہیں، ان میں تجسس اور تنہائی میں سوچنے کی عادت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے، اس عمر میں اپنے ماں باپ سے بغاوت کا رویہ بھی اختیار کرتے ہیں، اس دور کی نگرانی انتہائی ضروری ہے، ۱۴ر سال کی عمر کے بعد عموماً بچوں میں جنسی بیداری شروع ہونے لگتی ہے، ان ایام میں ان پر کافی نگرانی کرنی چاہئے، تنہائی میں بھی بھائی بہنوں کو ایک ساتھ نہیں رہنے دینا چاہئے، مکان تنگ ہونے کی وجہ سے والدین اور اولاد ایک ہی کمرے میں سوتے ہیں، ایسی حالت میں والدین اپنے ازدواجی مشاغل میں بہت کم احتیاط اور علاحدگی برت سکتے ہیں، جنسی خواہشات کے لئے خلوت نہ ہونے کی وجہ سے ماں باپ کو خود بھی سکون میسر نہیں آتا، ایسے ماحول میں جنسی بے پردگی کا بہت زیادہ ڈر رہتا ہے۔

اولاد کو کس طرح اور کونسی چیز کی نصیحت کی جائے؟

ہر مسلمان والدین کو چاہئے کہ وہ اپنی موت تک اولاد کو برابر نصیحت کرتے رہیں تا کہ ان

کی اولاد گمراہ ہونے اور غلط راستہ پر چلنے سے بچ جائے اور اولاد پر معروف و منکر کرنے کا حق ادا ہوتا رہے، قرآن والدین کو باقاعدہ تربیت دے رہا ہے کہ وہ کس طرح اپنی اولاد کو نصیحت کرتے رہیں اور نصیحت میں کونسی باتیں سب سے اعلیٰ اور عمدہ ہیں جن کی نصیحت کی جائے اور ماں باپ کے نزدیک سب سے اہم کونسی بات ہونی چاہیئے جس کی نصیحت زیادہ کی جائے؟

ایک بوڑھا سمجھدار باپ بخار کی وجہ سے پلنگ پر لیٹا ہوا تھا، پاس میں اس کا جوان بیٹا بیٹھا ہوا تھا، باپ نے بیٹے سے پوچھا: بیٹا یہ لکڑی پر کیا ہے؟ بیٹے نے کہا: ابا! یہ تو کوا ہے، کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد باپ نے پھر پوچھا: بیٹے یہ لکڑی پر کیا ہے؟ بیٹے نے کہا: وہ کوا ہے، کچھ دیر کی خاموشی کے بعد باپ نے پھر تیسری مرتبہ جب وہی سوال کیا تو بیٹا جھنجھلا گیا اور بولا: ابا! کہہ دیا نا کہ وہ کوا ہے، آپ کتنی بار ایک ہی سوال کریں گے؟ باپ کچھ دیر پھر خاموش ہو گیا، اس کے بعد کہا: بیٹا! ذرا سی بات بار بار پوچھنے پر تم اتنے جھنجھلا کیوں گئے؟ حالانکہ جب تم چھوٹے تھے تو ایک مرتبہ میرے ساتھ جا رہے تھے، راستہ میں تم بھی مجھ سے اسی طرح کوا کے بارے میں بار بار بتلانے پر کہ یہ کوا ہے پوچھتے گئے کہ بابا یہ کیا ہے؟ اور میں دو تین بار نہیں ان گنت بار تم کو محبت اور نرمی سے سمجھاتا ہی رہا کہ بیٹا یہ کوا ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ ابھی میں چلنے پھرنے کے قابل ہوں مگر تم میری اس چھوٹی اور معمولی سی بات بار بار پوچھنے پر جھنجھلائے جا رہے ہو؟ میں جب بالکل ضعیف، بوڑھا، معذور اپاہج اور اندھا ہو جاؤں گا اور بچہ جیسا ہو جاؤں گا تو اس وقت تم مجھے کتنا برداشت کر سکو گے؟ ذرا غور تو کرو!

حضرت یعقوب علیہ السلام کی نصیحت بیٹوں کیلئے

ترجمہ: ”کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے کہا: تم میرے بعد کس کی بندگی کیا کرو گے؟ تو سب نے یہی کہا کہ آپ کے معبود کی اور آپ کے باپ دادا ابرہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے معبود کی بندگی کریں گے جو معبود اکیلا ہے اور ہم اسی کے حکم کی اطاعت کریں گے“۔ (سورۂ بقرہ: ۱۳۳)

حضرت لقمانؑ کا بیٹے کو نصیحت کرنا

اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: بیٹا! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کبھی شرک نہ کرنا، بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ (سورۂ لقمان: ۱۹)

”اے میرے بیٹے! اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو اور وہ بھی کسی پتھر کے اندر یا

آسمانوں میں مخفی ہو یا زمین میں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی لے آئے گا، بلاشبہ اللہ تو بڑا باریک بین اور خبردار ہے''۔

''اے میرے بیٹے! نماز پابندی سے ادا کرتے رہنا، اچھی باتوں کا حکم کرتے رہنا، بری باتوں سے منع کرتے رہنا اور اس مصیبت پر صبر کرتے رہنا جو تجھے پہنچے، بلاشبہ یہ بڑی ہمت کے کام ہیں، اور لوگوں کے سامنے (مارے غرور کے) اپنے گال نہ پھلانا اور زمین پر اکڑ کر نہ چلنا، بیشک اللہ کسی متکبر فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست کر، بیشک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی نصیحت کا انداز حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنی وفات کے وقت اپنے بچوں کو قریب بلایا اور ایک نظر اوپر سے نیچے کی طرف ڈالی اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ: اے میری آنکھوں کے تارو! یہ سچ ہے کہ میں نے اپنے بعد تمہارے لئے کوئی دنیا نہیں چھوڑی اور میں نے یہ اس لئے نہیں چھوڑی کہ اگر میں اپنے بعد تمہارے لئے دنیا چھوڑتا تو اپنی آخرت خراب کرتا، دنیا میں تو تمہارا کسی طرح گذر بسر ہو جائے گا لیکن آخرت میں پھر میرا کوئی پرسان حال نہ ہوگا، میں نے اپنی آخرت بگاڑ کر تمہاری دنیا بنانے کی کوشش نہیں کی، لیکن اس پاک ذات سے امید ہے کہ اگر تم نیک رہے، نیک راہ پر چلے تو وہ تمہیں دنیا میں دکھی نہیں رکھے گا، وہ عالم غیب سے تمہیں روزی پہنچائے گا۔

اِنَّ وَلِیَّ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ وَهُوَ یَتَوَلَّی الصَّالِحِیْنَ ۔(الاعراف:۱۹۶)

یقیناً میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ (عموماً) نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔

خدا اپنے نیک بندوں کا کارساز اور مددگار ہے، وہ مشکل کشا اور حاجت روا ہے، مجھے خدا کی ذات سے پورا یقین ہے کہ وہ ضرور تمہاری نصرت اور مدد کرے گا، وہ تمہیں دنیا میں بے سہارا نہیں چھوڑے گا، یہ کہہ کر بس اپنی وفات کے وقت صرف ۲۱ر دینار کا ترکہ چھوڑا اس میں سے کچھ رقم ان کے کفن دفن پر خرچ کی اور کچھ رقم باقی رہی، اس میں سے ایک ایک بچہ کو ایک ایک دینار ترکہ میں ملا، یہ کُل میراث تھی اور ترکہ تھا جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفۃ المسلمین کی ملکیت تھی جو آدھی دنیا کی سلطنت کے خلیفہ اور بادشاہ تھے، اسلام کی تاریخ میں ایک اور خلیفہ بنو امیہ کا ذکر ملتا ہے ہشام ابن عبدالملک جو اپنی اولاد کے لئے کافی دولت چھوڑے تھے، ان کی

وفات کے بعد ایک ایک بچہ کو دس دس لاکھ میراث میں ملے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پڑپوتے نقل کرتے ہیں کہ ایک وقت آیا اور میں نے (اپنی آنکھوں سے) دیکھا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے ایک لڑکے نے جہاد کے ایک موقع پر اللہ کے راستہ میں سو گھوڑے خیرات کئے اور ہشام بن عبدالملک کے ایک بیٹے کو میں نے دیکھا کہ راستہ میں کھڑا بھیک مانگ رہا تھا۔

اس تشریح کی روشنی میں والدین کو چاہئے کہ اولاد کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کے ذریعہ ہی نصیحت کرتے رہیں، اس سے ان کے ذہن میں دین کی عظمت بڑھتی رہے گی اور دنیا کے ذریعہ دین حاصل کریں گے اور دین ہی کو سب کچھ سمجھیں گے۔

والدین پر اولاد کا آخری حق یہ ہے کہ جوان ہوتے ہی نکاح کر دیں

اولاد کا آخری حق جو والدین کے ذمہ ہے وہ یہ ہے کہ بالغ ہوجانے کے بعد جلد سے جلد ان کا نکاح کر دیا جائے۔

☆ مشکوٰۃ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اولاد بالغ ہوجانے کے بعد ان کا نکاح کر دیا جائے، بالغ ہوجانے کے بعد اگر نکاح نہ کیا جائے اور اولاد گناہ میں مبتلا ہوجائے تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا''۔

اس حدیث کو سامنے رکھئے اور موجودہ زمانہ کی بے راہ روی کو دیکھئے تو سمجھ میں آئے گا کہ اولاد کے جوان ہوتے ہی شادی کر دینی چاہئے، شادی میں تاخیر سے کبھی تو اولاد کی تندرستی خراب ہونے لگتی ہے اور کبھی کردار متاثر ہونے لگتا ہے اور کبھی گھر میں بدمزگی اور تناؤ کی فضاء پیدا ہوجاتی ہے۔

والدین اولاد کی نکاح میں محض اپنی پسند یا اپنے پہلے سے طئے شدہ رشتوں پر اصرار نہ کریں بلکہ اولاد کے تقویٰ اور دینداری کی حفاظت اور ان کی پسند کا بھی احترام کریں، موجودہ زمانہ میں اکثر مائیں اپنی عقل سے اپنی مرضی کے مطابق رشتے پسند کرتی ہیں، جس کی وجہ سے اولاد زندگی بھر یا تو بدمزہ زندگی گذارتی ہے یا ساری زندگی ذہنی کشمکش میں مبتلا رہتی ہے، یہ حالت خاص طور پر لڑکیوں کے ساتھ بہت پیش آتی ہے۔

موجودہ زمانہ میں کثرت سے طلاق اور لڑائی جھگڑوں کی وجوہات

موجودہ زمانہ میں اکثر میاں بیوی میں لڑائی جھگڑے اور طلاق کے واقعات کی اصل وجہ یہ ہے کہ شادی سے پہلے لڑکا اور لڑکی کو اپنی اپنی ذمہ داریاں نہیں بتلائی جاتیں اور وہ شادی کے بعد والی اسلامی طرز کی زندگی سے بالکل ہی واقف نہیں ہوتے۔

غیر مسلم معاشرہ کی حالت عام طور پر غیر مسلم معاشرہ میں یہ رواج ہے کہ کسی خاندان اور معاشرہ میں پرورش پانے والے لڑکا لڑکی جب جوان ہوجاتے ہیں تو خاندان اور معاشرہ کے لوگ شادی کے نام پر ایک تقریب منعقد کرکے وہ لڑکا لڑکی کو میاں بیوی کی طرح زندگی گذارنے کی اجازت دیدیتے ہیں اور وہ غیر مسلم لڑکا لڑکی اپنے ہی خاندان اور معاشرہ کے مردوں اور عورتوں کو میاں بیوی کا رول ادا کرتا ہوا دیکھ کر یا پھر ٹی وی اور فلموں میں میاں بیوی کے انداز پر ایکٹنگ کو دیکھ کر خود بھی انہی کی طرح نقل کرتے ہوئے میاں بیوی کی طرح زندگی گذارتے ہیں، ان کو ان کا معاشرہ نہ شادی کا مقصد سمجھاتا ہے اور نہ ایک دوسرے کے حقوق بتلاتا ہے، وہ اپنے اپنے حقوق جانتے ہی نہیں، جب نفس چاہتا ہے محبت میں دیوانے ہوجاتے ہیں اور جب غصہ آجاتا ہے تو ایک دوسرے پر ہاتھ بھی اٹھادیتے ہیں۔

مسلم معاشرہ کی حالت مسلم معاشرہ میں بھی یہ دیکھا جارہا ہے کہ وہ لڑکا لڑکی جو ایک خاندان اور معاشرہ میں پرورش پاکر جوان ہوتے ہیں تو خاندان اور معاشرہ کے لوگ نکاح کے عنوان پر ایک تقریب منعقد کرکے ان کو میاں بیوی کی طرح زندگی گذارنے کی اجازت دیدیتے ہیں اور یہ لڑکا لڑکی کتاب وسنت کے مطابق زندگی گذارنے کے بجائے خاندان کے مختلف مردوں اور عورتوں کو میاں بیوی کا رول ادا کرتا ہوا دیکھ کر خود بھی میاں بیوی کی طرح زندگی گذارتے ہیں، جیسے غیر مسلم معاشرہ کا جوڑا اپنے اپنے حقوق اور ذمہ داریوں سے واقف نہیں ہوتا اور خاندان کے دوسرے مردوں اور عورتوں کو زندگی گذارتا ہوا دیکھتا ہے بالکل ویسے ہی یہ مسلم معاشرہ کا جوڑا جس کو قرآن وسنت کی ہدایات کے مطابق زندگی گذارنا چاہئے اس کے بجائے خاندان اور ٹی وی میں جھوٹے میاں بیوی یا فلموں کے بد

کردار انسانوں کی ایکٹنگ کے مطابق زندگی گذارتا ہے، جیسے غیر مسلم جوڑا اپنے حقوق سے واقف نہیں رہتا ویسے ہی مسلم جوڑے کا بھی حال ہے۔

کوئی ماں شادی سے پہلے اپنی کسی لڑکی کو شادی کے بعد والی زندگی کی تربیت نہیں دیتی اور نہ کوئی باپ شادی سے پہلے اپنے لڑکے کو یہ سمجھا تا ہے کہ اس پر بیوی کے کیا کیا حقوق عائد ہوں گے، چنانچہ والدین کی اسی غفلت کے نتیجہ میں لڑکا لڑکی رب چاہی زندگی گذارنے کے بجائے من چاہی زندگی گذارتے ہیں اور بات بات پر لڑائی جھگڑے اور بعض اوقات طلاق کے حالات تک پیدا کر لیتے ہیں یا پھر دونوں ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہوئے زندگی گذارتے ہیں۔

اگر والدین اپنی اولاد کو اسلامی احکام و آداب بتلائے بغیر ان کا نکاح کر دیں گے تو وہ لازمی طور پر غیر اسلامی انداز پر زندگی گذاریں گے اور مسلمان ہوتے ہوئے مسلمان خاوند اور مسلمان بیوی کا کردار ادا نہ کر سکیں گے، ظاہر ہے کہ اس تباہی و بربادی کے پہلے درجہ میں ذمہ دار ماں باپ ہی ہوں گے، اس لئے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے نکاح سے پہلے یا نکاح کے فوراً بعد میاں بیوی کے حقوق سے واقف کروائیں۔

اولاد کی شادی کے بعد والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے دل کو کشادہ اور وسیع رکھیں، ماں باپ بیٹے کی بیوی کو بالکل داسی، غلام، نوکرانی اور محکوم بنا کر نہ رکھیں اس کے جو حقوق اسلام نے عائد کئے ہیں ان کو شوہر سے دلوانے کی فراخدلی سے کوشش کریں، حقوق کو سلب کر کے بہو کو تنگ کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ اگر ممکن ہو تو ہر ایک اولاد کو علاحدہ علاحدہ رہنے کی تاکید کریں اسی میں خیر ہے۔

ساس کو چاہئے کہ وہ بہو کو بیٹی سمجھے اور جیسے بیٹی کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کیا جاتا ہے بہو کے ساتھ بھی کیا جائے اور جیسے بیٹی کو برداشت کیا جاتا ہے ویسے ہی بہو کو بھی برداشت کیا جائے، اسی طرح بہو کا کام ہے کہ وہ ساس کو ماں سمجھے اور جیسے ماں کی ڈانٹ ڈپٹ برداشت کر کے خدمت اور محبت کا سلوک کرتی ہے ویسے ہی ساس کو برداشت کر کے ساس کے ساتھ ماں جیسا سلوک کرے، حدیث میں اللہ کے رسولصلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مفہوم یہ ہے کہ:

☆''انسان کے تین باپ ہوتے ہیں: (۱) وہ شخص جس کے ذریعہ پیدا ہوا۔ (۲) وہ شخص جس نے تعلیم دی۔ (۳) وہ شخص جس نے بیٹی دی......یعنی باپ، استاد اور خسر۔

بس اسی حدیث کی روشنی میں یہ سمجھ لیجئے کہ انسان کی تین مائیں ہیں: (۱) وہ ماں جس نے جنم دیا ہے۔ (۲) وہ جس نے تعلیم دی۔ (۳) وہ جو ساس ہوتی ہے، اس لئے عورتیں اپنی ساس کو ماں سمجھیں، انشاء اللہ تعالیٰ زندگی بعافیت گذارے گی۔

متفرق ہدایات

❁ ہر روز لڑکیوں کو ان کی زندگی کے مسائل سکھائے جائیں یا کم سے کم ایک مسئلہ یاد دلایا جائے جو ان کی زندگی سے تعلق رکھتا ہو۔

❁ لڑکیوں کو کم سے کم اتنی تعلیم دی جائے کہ وہ لکھنا پڑھنا اور گھر کا حساب وکتاب کر سکیں اور قرآن مجید کو ترجمہ کے ساتھ پڑھ سکیں، بہتر ہے کہ ان کو کم سے کم دنیوی تعلیم میٹرک تک دلائی جائے۔

❁ لڑکیوں کو گھریلو ہنر سے آراستہ کیجئے تاکہ ضرورت اور مصیبت کے وقت وہ اپنی زندگی گھروں ہی میں بیٹھ کر گذار سکیں۔

❁ اولاد کی صحیح تربیت کرنا ہو تو لڑکیوں کو دیندار بنایا جائے، انشاء اللہ تعالیٰ ماں آسانی سے اپنی اولاد کو دیندار بنائے گی۔

❁ ۱۰؍سال کی عمر کے بعد لڑکیوں کو رشتہ داروں اور ہم عمر لڑکوں کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے اور پڑوسیوں کے گھر جانے سے روکنا چاہئے۔

خُلَاصَۂ بَحَث

☆ موجودہ زمانہ کے اکثر والدین کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ گھر سے باہر کا ماحول خراب ہے اور باہر کا ماحول ان کی اولاد کو بگاڑ رہا ہے، اس لئے اولاد باہر جا کر خراب ہو رہی ہے حالانکہ ان کو یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ خود ان کے گھر کا ماحول خراب ہے، اس لئے اولاد گھر ہی میں بگڑ رہی ہے وہ خود پہلے اپنی اولاد کو بگاڑ رہے ہیں۔

☆ والدین یہ سمجھ رہے ہیں کہ اولاد کی تربیت گھر سے باہر ہوتی ہے چونکہ باہر ہی کوئی خاص تربیت کا انتظام نہیں اس لئے اولاد بگڑ رہی ہے ان کو یہ بات ہی نہیں معلوم کہ اولاد کی اصل تربیت گھر ہی میں ہوتی ہے اور گھر ہی میں کوئی صحیح تربیت کا انتظام نہیں وہ خود اپنی اولاد کی تربیت نہیں کر رہے ہیں اور جنگلی بے دین غیر تربیت یافتہ بنا رہے ہیں۔

☆ والدین سمجھ رہے ہیں کہ اکثر مسلمان دین سے دور اور بے دینی کی زندگی گذار رہے ہیں اس لئے ان کی اولاد بھی بے دین بنتی جا رہی ہے، مگر خود ان کو اپنی حالت نظر نہیں آ رہی ہے کہ وہ خود دین سے دور اور بے دینی کی زندگی گذار رہے ہیں۔

☆ والدین سمجھ رہے ہیں کہ دین کو غیر مسلم قومیں کمزور کرنے، نقصان پہنچانے اور مٹانے کی کوشش کر رہی ہیں، حالانکہ ان کو یہ بات نظر نہیں آ رہی ہے کہ وہ خود اولاد کی تربیت نہ کر کے غیر شعوری طور پر دین کو کمزور کر رہے ہیں اور اپنی اولاد کے ذریعہ دین کو مٹانے کی غیر شعوری حرکت کر رہے ہیں۔

☆ والدین سمجھ رہے ہیں کہ وہ اولاد کو غیر مسلموں کی طرح پال کر ان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا سلوک کر رہے ہیں، حالانکہ ان کو یہ بات نظر نہیں آ رہی ہے کہ وہ اولاد کے ساتھ دوستی نہیں بلکہ غیر شعوری دشمنی کا سلوک کر رہے ہیں۔

☆ والدین سمجھ رہے ہیں کہ وہ غیر مسلموں کی طرح اولاد کی دنیا بنا کر انہیں کامیاب بنا رہے ہیں، حالانکہ یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہے کہ وہ اولاد کو صرف دنیادار بنا کر آخرت میں گھاٹے اور خسارے والی زندگی کے قابل بنا رہے ہیں۔

☆ اگر اولاد دیندار بنے گی تو وہ خدا کا بھی حق ادا کرے گی، اپنے نفس کا بھی حق ادا کرے گی اور اللہ کے بندوں کا بھی حق ادا کرے گی، تمام والدین یہ نکتہ ہر وقت ذہن میں رکھیں کہ جو اولاد اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبردار نہیں ہوگی وہ اپنے والدین کے بھی حقوق ادا نہیں کر سکے گی۔

☆ ماں باپ کے تربیت نہ کرنے کی وجہ سے موجودہ زمانہ کی اکثر اولاد دین کیلئے ناکارہ، نالائق اور باغی نکل رہی ہے، جن کے صرف جسموں کا نام مسلمانوں کے جیسا ہے، اندر کی روح

دین کو بالکل پسند نہیں کر رہی ہے۔

☆ اولاد کے مستقبل کا دار و مدار والدین پر ہوتا ہے، وہ چاہیں تو دیندار، متقی پرہیزگار مسلمان بنا ڈالیں، آج کے بچے کل کے ماں باپ ہوتے ہیں، آج ان کی جیسی تربیت ہوگی کل وہ بھی اپنی اولاد کی ویسی ہی تربیت کریں گے۔

☆ رعایا عام طور پر بادشاہ کے طریق پر چلتی ہے، حکومت کی نگاہ میں جو چیز پسندیدہ ہوتی ہے عوام بھی اسے پسند کرتی ہے، اسی طرح گھر کی حکومت ماں باپ کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو انہیں پسند ہوگا بچے بھی وہی پسند کریں گے۔

☆ مومن کا گھر صرف عیش و عشرت اور راحت و آرام ہی کا گہوارہ نہیں ہوتا بلکہ دین کا ایک کھلا مدرسہ بھی ہوتا ہے جہاں بچہ کو دین کی تعلیم کتاب و قلم سے نہیں بلکہ خاص طور پر عمل و اخلاق سے دی جاتی ہے۔

والدین کے لئے ایک بہت اہم مشورہ

مسلمانوں کے لئے اولاد اللہ تعالیٰ کا قیمتی تحفہ ہے، ان کے ذریعہ وہ جنت کو آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں، گویا یوں سمجھئے کہ جنت ان کے ہاتھوں میں ہے اگر وہ چاہیں تو اپنی دینداری کے ساتھ ساتھ اولاد کو بھی اللہ کی عبدیت و بندگی سکھا دیں گے تو وہ آسانی سے جنتی بن جائے گی، اب ان کے ہاتھ میں ہے کہ وہ چاہیں تو خود کے لئے اور اپنی اولاد کے لئے جنت کما لیں یا جنت سے ہاتھ دھو بیٹھیں، اس لئے کہ ان ہی کی محنتوں سے نسلوں میں اسلام زندہ رہے گا اور مسلمان اسلام پر باقی رہیں گے ورنہ وہ اگر محنت نہیں کریں گے تو دنیا میں اسلام مسلمانوں کی زندگیوں سے نکلتا چلا جائے گا، اس لئے ہم یہاں اولاد پر محنت کرنے کے دو آسان طریقے سمجھا رہے ہیں انہیں اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے۔

(۱) سب سے پہلے اپنی اولاد کا عقیدہ صحابہ کرامؓ جیسا عقیدہ بنائیے، ان کو صحابہؓ جیسا ایمان دیجئے، صحابہؓ کے ایمان میں رتی برابر شرک، الحاد اور دہریت نہیں تھی، وہ خالص اللہ تعالیٰ

پر ایمان رکھتے تھے، وہ جھنڈوں، المموں، درگاہوں، مزاروں اور اکابرین کے غلو اور نفس پرستی سے دور تھے، پیغمبروں کو پیغمبر کا مقام دیتے تھے، وہ لوگ شرک کے سایہ سے بھی دور رہتے تھے، اللہ کے مقام پر یا اللہ جیسا کسی کو بھی نہیں بناتے تھے، کامیابی صرف انہی لوگوں کی ہوگی جو صحابہؓ جیسا خالص ایمان رکھیں گے اور اپنے ایمان کے ساتھ شرک کو نہیں ملائیں گے، اس لئے اپنی اولاد کو خالص ایمان دیجئے اور ان کو سب سے پہلے ایمان والا بنایئے ورنہ آج لاکھوں لوگ کلمہ پڑھ کر بھی شرک میں گرفتار ہیں، ان کا ایمان ہی صحیح نہیں، جب ایمان صحیح نہیں ہوگا تو ان کی عبادتیں اور اطاعتیں کیا قبول ہوں گی؟ جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف یہ تعلیم دی کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے یا نمک کی ڈلی کی بھی ضرورت ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو، مگر ایمان کا دعویٰ کرنے والے مسلمانوں کو یہ بات سمجھ ہی میں نہیں آتی، وہ کلمہ پڑھ کر رکوع، سجدہ، طواف، منت مراد، دعائیں، محبتیں، ڈر وخوف سب کچھ غیر اللہ سے کرتے ہیں۔

(۲) مسلمان قرآن مجید اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا دعویٰ تو کرتے اور اسلام کو اپنا دین تو مانتے ہیں مگر عملی زندگی میں وہ قرآن اور حدیث کے مطابق عمل کرنے کے بجائے سماج معاشرہ اور سوسائٹی کے طریقوں کو دین کا درجہ دئے ہوئے ہیں، گویا وہ زبان سے قرآن و حدیث کو اپنا دین مانتے ہیں مگر عمل سے سماج وسوسائٹی اور معاشرہ کے دین کو اختیار کئے ہوئے ہیں، اس لئے عقیدہ صحیح کرنے کے بعد اپنی اولاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو اختیار کرنے کا عادی بنایئے اور زندگی کے ہر شعبہ میں یہود ونصاریٰ کی اتباع اور سماج وسوسائٹی کی اتباع کو چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں زندگی گذارنے والا بنایئے، خود کو اور اپنی اولاد کو بدعتوں، فسق وفجور سے دور رکھئے، صحابہؓ خالص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے تھے اور بدعتوں، فسق وفجور اور منافقت سے دور رہتے تھے، آج مسلمان ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود بدعتوں میں پھنسے ہوئے ہیں، فسق وفجور کی زندگی گذار رہیں ہیں، اسلئے اولاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سکھایئے، یہ دو کام اگر والدین کریں گے تو انشاء اللہ وہ خود اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو جنتی بنا کر جارہے ہیں اور اسلام کو مضبوط کر رہے ہیں، یہی دو کام والدین کو کرنا ہے اور یہ

دونوں کام ان کیلئے بہت آسان ہیں، اس کتاب کی ساری بحث کا خلاصہ بھی یہی ہے۔

''کتاب اور سنت کو دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو''۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دو چیزیں ہم میں چھوڑ گئے ہیں، ایک کتاب اور دوسری آپؐ کی سنتیں، یہی ہمارا دین ہے، اسی کو اسلام کہتے ہیں، اس سے ہٹ کر جتنی چیزیں ہیں وہ شرک، گمراہی، جہالت، فسق وفجور، ناسمجھی اور غیر اسلامی ہیں۔

☆☆☆☆☆

بعض لوگ اس کتاب کے عنوان ''اولاد کو مسلمان بنانے کا طریقہ'' کو سن کر غصہ ہوتے ہیں کہ کیا ہماری اولاد مسلمان نہیں ہے؟ اور بحث کرتے ہیں، ذرا غور کیجئے! مسلمان کے معنی اللہ کا مطیع وفرمانبردار، وہ شخص جو بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرے گا مسلمان کہلائے گا، تو اس کتاب کے عنوان کے معنی ہوئے ''اولاد کو اللہ کا مطیع و فرمانبردار بنانے کا طریقہ''۔ اس لئے ٹھنڈے دل سے اس عنوان پر غور کیجئے اور خفامت ہوئیے، اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرمانبردار کیسے بنایا جائے؟ اس کا طریقہ سیکھنے کیلئے اس کتاب کو ضرور پڑھئے اور اپنے خاندان میں تحفہ بھی دیجئے، یہ کتاب انشاء اللہ تعالیٰ اولاد کے تعلق سے آپ کی غفلت دور کرے گی، یہ کتاب اپنے عنوان پر پوری طرح محیط وحاوی ہے، اس کتاب سے متاثر ہونے کے بعد اپنے تاثرات عظیم بکڈپو دیوبند یوپی کو ضرور لکھئے۔ (عبداللہ صدیقی)